# ریاض مہدی

فی

تاریخ زیدی

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

# ریاضِ مہدی

یعنی

# تاریخِ زیدی

مؤلفہ

سید مختار مہدی زیدی الترمذی

موسیٰ پوری

مصنف "عہدِ عتیق کا ایک ورق"

باہتمام

سید جمیل الحسن صاحب رُدولوی

منیجر نسیم بکڈپو

لاٹوش روڈ، لکھنؤ



نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۶۲ء

قیمت

چار روپیے

ملنے کا پتہ

سید ابرار مہدی زیدی
ڈاکخانہ و مقام موتکپور، ضلع بارہ بنکی

ناشر: سید ابرار مہدی زیدی، موتکپوری

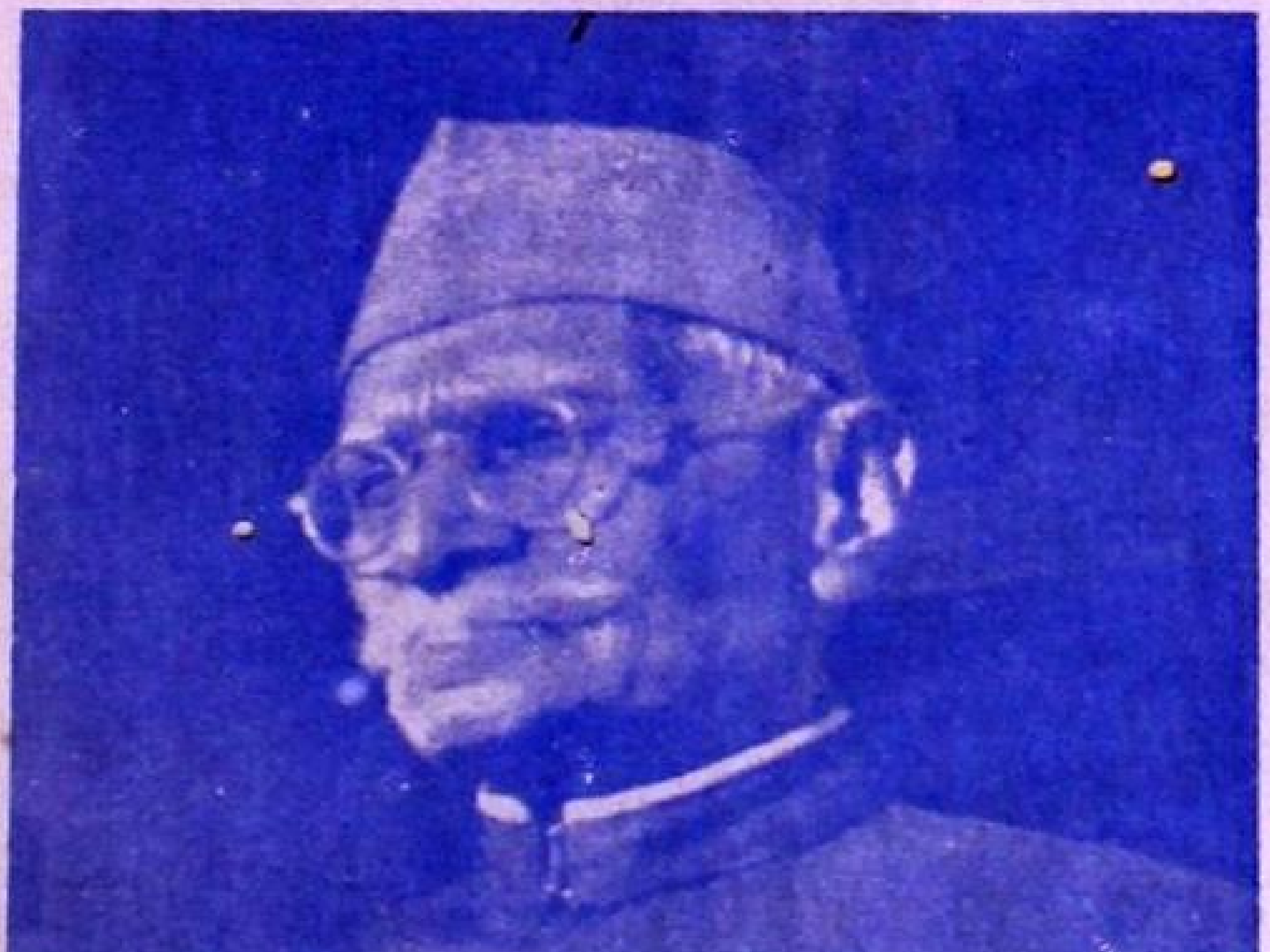
# اِنتساب

دِلی تمنا تھی کہ میں یہ کتاب فخرالحاج والزائرین نورچشم چودہری السیدارشاد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ تعلقدار رُدولی قصبہ رُدولی کے نام نامی سے معنون کرتا جنکی ذاتِ گرامی افرادِ خاندان مونکپور کے لئے ہمیشہ فیوض و برکات کا باعث رہی مگر افسوس کہ کتاب کی طباعت سے قبل ہی تمنا براری کا امکان ختم ہوگیا لہذا اب دِلی ارادت و خلوص کے ساتھ اِسے میں عمدۃ الحاج والزائرین نورچشم چودہری سید علی محمد صاحب زیدی سلمہٗ کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں جو چودہری صاحب مرحوم و مغفور کے وارث جائز و صحیح جانشین ہیں اور ہر اَمر دینی و دنیوی میں اُنھیں کے نقشِ قدم پر گامزن اور عادات و خصائل میں ان کے متبع ہیں۔

اذل الکونین

سید مختار مہدی عفی عنہ

مؤلف ریاض مہدی فی تاریخ زیدی ۔



کل ہم آئینہ میں رخ کی جھریاں دیکھا کیے      کاروانِ عمرِ رفتہ کے نشاں دیکھا کیے

سید مختار مہدی زیدی الترمذی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# دیباچہ

لاکھ لاکھ شکر اس قادر و توانا کا ہے جس نے دانہ کو شگافتہ کر کے روئیدہ کیا اور انسان کے کالبد خاکی کو خلعت حیات بخشا اور اُس کو عقل و دانش سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ مجھ ایسے ضعیف العباد کو خاندان کی تاریخ لکھنے کی قوت عطا فرمائی۔ میری طبیعت ہمیشہ تاریخ و جغرافیہ کی طرف زیادہ رجوع تھی اسی شوق نے مجھکو اپنے مورثوں کے حالات لکھنے پر مجبور کیا۔ اور تقاضائے زمانہ بھی یہی تھا کہ میں اُن گذشتہ واقعات کو تلاش کر کے پھر ظہور میں لاؤں جو سیکڑوں برس گذر جانے کی وجہ سے بالکل نسیاً منسیاً ہو چکے ہیں۔ اور ہوتے جاتے ہیں یہ کچھ مجھ ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ ہر تعلیم یافتہ اولاد پر یہ فرض موجود ہے کہ اپنے مورثوں کے واقعات کو زندہ رکھیں۔ یہ بہت بڑا قیمتی خزانہ ہے۔ خوشحال اُسکا جس کے خاندان میں ایسے بیش بہا جواہرات موجود ہیں۔ آج میں اپنے بزرگوں پر فخر کرتا ہوں جنھوں نے باوجود اسقدر مدت گزر جانے کے بھی سید علیم الدین محمد ثانی کے واقعات اور ان کی تاریخ شہادت کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھا اور سالانہ ایک مجلس کے ذریعہ سے تاریخ شہادت کی یاد تازہ کرتے رہے۔ یہ فعل اُن کا

مرحبا کہنے کے قابل ہے ۔ میرے اس بیان میں کچھ مبالغہ یا تعلّی کو دخل نہیں ہے اور نہ اپنے خاندان کی توصیف مدِّنظر ہے بلکہ ہر وہ خاندان انھیں الفاظ سے یاد کئے جانے کا مستحق ہے جس نے اپنی تاریخ قدیم کی حفاظت کی ہے

مجھکو بہت بڑی مدد جناب حکیم سید ہدایت حسین مرحوم کے فیضان صحبت اور نیز اپنے والد مرحوم کی زبانی تعلیم سے ملی ۔ کچھ واقعات تحریری بھی دستیاب ہوئے جو جناب حکیم صاحب مرحوم نے بہت جانفشانی کے ساتھ بزبان فارسی مرتب فرمائے تھے کچھ دوسرے ذریعہ سے فراہم کئے گئے ۔ کچھ متفرق تواریخ سے مدد لیکر اس تاریخ کی تکمیل کیگئی ۔

میرا قصد یہ تھا کہ میں محض اپنے خاندان کی تاریخ لکھنے پر اکتفا کروں مگر بعض احباب کے اصرار نے کل سادات پرگنہ بلاؤں کے واقعات لکھنے پر مجبور کیا آخر کمرہمت باندھکر اس امرِ عظیم کو تکمیل کو پہونچایا ۔ حضرات ناظرین سے التماس ہے کہ اگر سہواً کوئی غلطی احقر سے سرزد ہوئی ہو یا کوئی کلمہ خلاف شان و مزاج واقع ہوا ہو تو تاریخ کی حیثیت پر نظر فرماکر خطاپوشی فرمائیں گے ۔

آخر میں ناظرین کے علم میں یہ بات لانا ضروری ہے کہ میں نے یہ کتاب آج سے ۳۲ سال قبل مکمل کرلی تھی مگر چند دشواریوں کے باعث شرمندۂ طباعت نہ ہو سکی اور ساتھ ہی یہ خیال بھی دامن گیر تھا کہ ممکن ہے بعض تاریخی واقعات جو اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں کسی کی دل شکنی کا باعث ہوں نکال دیئے جائیں کیونکہ حالات حاضرہ کا اقتضا یہ ہے کہ تاریخ ایسی مرتب کی جائے جو آنے والی نسلوں پر اچھا اثر ڈالے لہذا نزاعی تاریخی حقائق نظری کردئیے گئے البتہ اس عرصہ کے مزید مختصر تاریخی حالات خاندان مونگ پور و قادرپور کا اضافہ کردیا گیا ہے مگر اپنی ضعیف العمری و صدمات پیہم سے ایسا معذور ہو گیا ہوں کہ دیگر حضرات سیدواڑہ

کے مزید حالات معلوم کرنے کی تگ ودُو سے قاصر رہا جس کا حد درجہ افسوس ہے اور جو حالات ۳۲ سال قبل قلمبند کئے گئے تھے انھیں پر اکتفا کرنا پڑی جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

احقر العباد

سیّد مختار مہدی زیدی

موتک پور:

۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نسب نامہ ع۱ از حضرت آدم علیہ السلام تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

(بموجب کتاب فصول المہمہ امام صباغ و کتاب فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا)

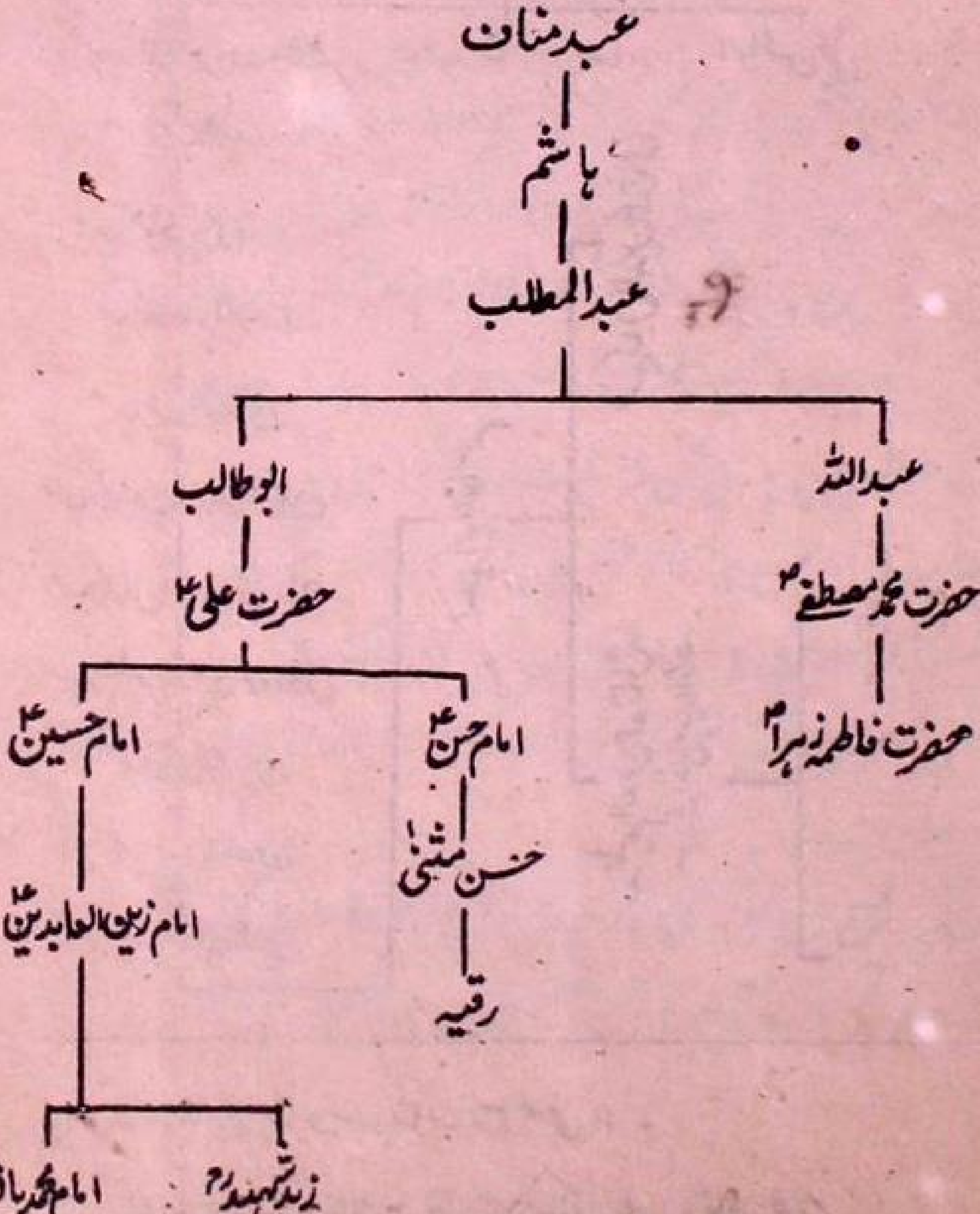
۱۔ حضرت آدمؑ۔ ۲۔ حضرت شیثؑ۔ ۳۔ یانش۔ ۴۔ قینان۔ ۵۔ مہلائل ۶۔ برد۔ ۷۔ (خنوخ) حضرت ادریس۔ ۸۔ متوشلخ۔ ۹۔ لامک۔ ۱۰۔ حضرت نوحؑ۔ ۱۱۔ سام ۱۲۔ ارفخشد۔ ۱۳۔ شالخ۔ ۱۴۔ عبیر حضرت ہودؑ۔ ۱۵۔ فالغ۔ ۱۶۔ راغو۔ ۱۷۔ شاروخ ۱۸۔ ناخور۔ ۱۹۔ تاروخ (آذر)۔ ۲۰۔ حضرت ابراہیمؑ۔ ۲۱۔ حضرت اسمٰعیلؑ۔ ۲۲۔ قیذار ۲۳۔ حمل۔ ۲۴۔ ثابت۔ ۲۵۔ یشجب۔ ۲۶۔ یعرب۔ ۲۷۔ نبرخ۔ ۲۸۔ ناحور۔ ۲۹۔ مقوم ۳۰۔ اود۔ ۳۱۔ عدنان۔ ۳۲۔ معد۔ ۳۳۔ مضر۔ ۳۴۔ الیاسؑ۔ ۳۵۔ مدرکہ۔ ۳۶۔ خزیمہ ۳۷۔ کنانہ۔ ۳۸۔ نضر قریشی۔ ۳۹۔ مالک۔ ۴۰۔ فہر۔ ۴۱۔ غالب۔ ۴۲۔ لوی۔ ۴۳۔ کعب ۴۴۔ مرہ۔ ۴۵۔ کلاب۔ ۴۶۔ قصی۔ ۴۷۔ عبد مناف۔ ۴۸۔ ہاشم۔ ۴۹۔ عبدالمطلب۔ ۵۰۔ عبداللہ۔ ۵۱۔ محمد مصطفےٰؐ۔

(بموجب تالیفات مذہب امامیہ۔ جلاء العیون۔ حیات القلوب)

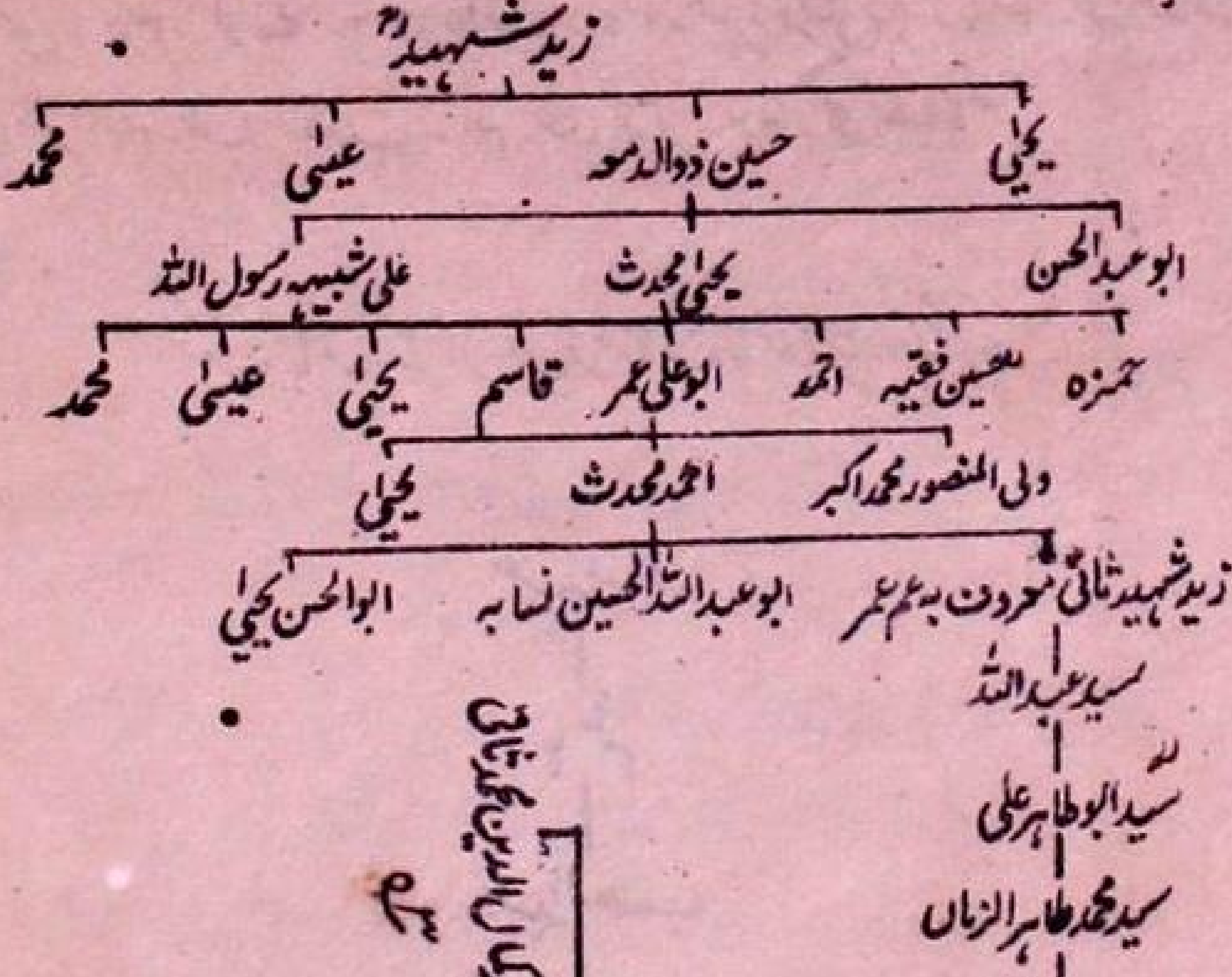
۱۔ حضرت آدمؑ۔ ۲۔ حضرت شیثؑ۔ ۳۔ یانش (انوش)۔ ۴۔ قینان ۵۔ مہلائیل۔ ۶۔ برد۔ ۷۔ خنوخ حضرت ادریس۔ ۸۔ متوشلخ۔ ۹۔ لامک۔ ۱۰۔ حضرت نوحؑ ۱۱۔ سام۔ ۱۲۔ ارفخشد۔ ۱۳۔ حضرت ہودؑ۔ ۱۴۔ فالغ۔ ۱۵۔ راغو۔ ۱۶۔ شاروخ ۱۷۔ ناخور۔ ۱۸۔ تاروخ (آذر)۔ ۱۹۔ حضرت ابراہیمؑ۔ ۲۰۔ حضرت اسمٰعیلؑ۔ ۲۱۔ قیذار۔ ۲۲۔ ہمیسع۔ ۲۳۔ ثابت۔ ۲۴۔ یشجب۔ ۲۵۔ اود۔ ۲۶۔ عدنان۔ ۲۷۔

معد - ۲۸ - نزار - ۲۹ - مضر - ۳۰ - الیاس - ۳۱ - مدرکہ - ۳۲ - خزیمہ - ۳۳ - کنانہ
۳۴ - قصی - ۳۵ - لوئے - ۳۶ - غالب - ۳۷ - فہر (قریش) - ۳۸ - عبد مناف
۳۹ - ہاشم - ۴۰ - عبدالمطلب - ۴۱ - عبداللہ - ۴۲ - محمد مصطفیٰ ؐ -

## نسب نامہ ۲ از عبد مناف تا حضرت زید شہید رح



## نسب نامہ ۳ از زید شہید تا سید قبول و سید ملوک ۱




---

۱ ملاحظہ ہو ضمیمہ نسب نامہ ۳ صفحہ ۱۱ ۔

۲ ملاحظہ ہوں حالات خاندان موتک پور و قادر پور ۔

۳ مورث بقیہ سید واڑہ ۔

## ضمیمہ نسب نامہ ۱۲ اولاد سید کمال الدین محمد

سید کمال الدین محمد کے علاوہ سید علاء الدین محمود اوّل کے دس اور صاحبزادے تھے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ **حسام الدین محمد**: آپ کی شاخ سے سادات کیتھل ہیں۔
۲۔ **سعید الدین**: آپ کی شاخ سے سادات پٹن صوبہ مدراس ہیں۔
۳۔ **رکن الدین**: آپ کی شاخ سے سادات احمد آباد و گجرات ہیں
۴۔ **عزیز الدین**: آپ کیتھل میں شہید ہوئے۔
۵۔ **نظام الدین**: آپ کی شاخ سے سادات دہلی ہیں۔
۶۔ **قطب الدین**: زمانہ طفلی میں آپ کا انتقال ہو گیا۔
۷۔ **نعمت الدین**: زمانہ طفلی میں آپ کا انتقال ہو گیا۔
۸۔ **نصیر الدین فخر الزماں**: آپ کی شاخ سے سادات ترہت ضلع پورنیہ (بہار) ہیں۔
۹۔ **جلال الدین غازی**: آپ کی شاخ سے سادات بجنور و نہٹور ہیں۔
۱۰۔ **ملک سید ابراہیم**: آپ قلعہ ہانسی میں شہید ہوئے۔

# یادداشت متعلق شجرہ مورثان سیدواڑہ

۱- ولایتی بیگم ساکن قنوج۔

۲- بی بی وجیہہ النساء عرف شاہجہاں بیگم دختر ازدر خاں بدخشانی بہرولی۔

۳- شاہزادی بنت سلطان ابراہیم شرقی شاہ جونپور۔

۴- زوجہ عبدالرسول میرانپور۔

۵- میرانپور میں شادی ہوئی۔

۶- زوجہ غلام مرتضیٰ اسندرہ۔

۷- ؍ سید قادر میرانپور۔

۸- ؍ اولیٰ افضل احمد موتیکپور۔

۹- ؍ ثانی ؍ ؍ ؍

۱۰- ؍ سید مبارک علی میرانپور۔

۱۱- ؍ سید عبدالغفار مرچیا۔

۱۲- شادی خاندان میرانپور میں ہوئی۔

۱۳- زوجہ مدد علی سرائے سالم۔

۱۴- ؍ بردیز علی میرانپور۔

---

# بابِ اوّل

## حالات

## زید شہیدؒ تا سید علیم الدین محمد ثانی

## مورثِ اعلیٰ

# رِیاضِ مہدی
## فی
## تاریخ زیدی

# زید شہیدؒ بن اِمام زین العابدینؑ

آپ کی ولادت سنہ ۶۸ھ میں ہوئی۔ پدر بزرگوار جناب امام زین العابدینؑ مادر گرامی کا نام حورا تھا، جن کو مختار بن ابو عبیدہ ثقفی نے چھ سو دینار میں خرید کر کے مع چھ سو اشرفی خدمت میں امام عالی مقام کے گزرانا تھا، کنیت ابوالحسین اور بسبب کثرت تلاوت کلام اللہ حلیف القرآن بھی مشہور ہے۔ عالم جلیل و فاضل بے عدیل تھے۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ زید اپنے تمام بھائیوں میں افضل ذات تھے۔ بڑے عابد و متقی۔ سخی۔ فقیہ اور شجاع تھے اور خوفِ خدا سے بیقرار ہو کر ہمیشہ رویا کرتے تھے۔ کتاب تاریخ الملوک میں لکھا ہوا ہے کہ سبب خروج حضرت زید شہیدؒ کا یہ تھا کہ ایک روز مجلس ہشام بن عبد الملک میں طلب ہوئے جب مجلس میں پہونچے ہشام کو سلام کیا۔ ہشام نے جواب دیا لَا سَلَّمَ اللّٰہُ عَلَیْکَ یعنی نہ ہو سلامتی خدا کی تم پر۔ زید نے جواب دیا اِتَّقِ اللّٰہَ یعنی خدا سے پرہیز۔ ہشام نے کہا کہ مثل تمہارے کسی نے مجھکو تقویٰ خدا تعالیٰ کی طرف امر نہیں کیا اور میں نے سُنا ہے کہ تم خیالِ حصول خلافت بھی رکھتے ہو حالاں کہ ماں تمہاری ایک کنیز[۱]

---

۱ روایت معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ والدہ حضرت زیدؒ کی دختر مختار ثقفی تھیں۔

تھی۔ زید نے جواب دیا کہ ماؤں کی پستی اُنکی اولاد کی وقعت کو نہیں گھٹا سکتی اگر ایسا ہوتا تو پستی مادر حضرت اسمعیل علیہ السلام کی حضرت اسمٰعیل کے پستیٔ مرتبہ کی موجب ہوتی اور خداوند تعالیٰ انکو پیغمبر نہ کرتا اور ہمارے پیغمبر کو جو سید اولین و آخرین ہیں ان کی نسل سے نہ پیدا کرتا۔ ہشام نے جواب دیا تو آپ مجھ سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کہکر حکم دیا کہ زید کو مجلس سے نکالدیں۔ جب حضرت زید نے یہ سُنا اپنے دل میں یہ کہا مَا اَحَبَّ الحَیاتُ اَحَدٌ اِلَّا ذَلَّ اور وہاں سے کوچ کر کے کوفہ آئے اور وہاں ایک جمعیت فراہم کر کے خروج کیا۔ چالیسؔ ہزار مردمان اہل کوفہ نے بیعت کی۔ حضرت زید نے خروج فرمایا۔ تواریخ مشہورہ میں لکھا ہوا ہے کہ اہل کوفہ اپنے قول سے پھر گئے اور بیعت توڑ دی اور کہنے لگے کہ امامِ وقت حضرت جعفر صادق علیہ السلام ہیں آپ سے بیعت جائز نہیں۔ حضرت زید نے اس گروہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا رفضونی کہ اے قوم ترک بیعت تم نے کی اور راہِ نیک سے علیحدہ ہو گئے۔ القصہ حضرت زیدؒ نے اوّل شب ماہِ صفر ۱۲۱ھ کو معاویہ ابنِ اسحاق بن زید بن حارثہ الانصاری کے گھر سے خروج فرمایا اور حکم دیا کہ آگ روشن کریں اور مجاہدین یا منصور امت کہکر پکاریں چنانچہ اکثر جنھوں نے بیعت کی تھی حاضر ہوئے جنکی تعداد پانچسو نفر سے زائد نہ تھی اور باقی سب روپوش ہو گئے حضرت زیدؒ کو سخت ملال ہوا اور کوفیوں کے عدم وفائے عہد پر سخت تعجب کیا یوسف ابن عمر الثقفی جو حاکم کوفہ تھا اسی صبح کو ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا اور فوجِ سپاہ ایک دوسرے کے پیچھے زید سے لڑنے کے لئے بھیجنا شروع کیا حضرت زید بھی آمادۂ جنگ ہوئے اور اس جماعت کو شکست فاش دی مگر چونکہ مخالفین کی تعداد بڑھتی جاتی تھی اور حضرت زید کے ساتھی بہت قلیل تھے۔ یوسف غالب آیا۔ زید ابن خزیمہ و معاویہ ابن اسحاق و زیاد بن عبد الرحمٰن جو حضرت زید کے

اصحاب ورؤسائے کوفہ سے بچے موسٹھ۶۸ نفر ہمراہیوں کے شہادت پائی اور ان کے سر یوسف کے پاس بھیجے گئے۔ حضرت زید اُسی طرح سے جنگ کرتے رہے اسی اثنا میں ایک تیر ایسا پیشانی پر لگا کہ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے ایک خادم نے یہ حالت دیکھکر حضرت زید کو اپنی پشت پر اٹھا کر ایک شیعہ کے گھر میں لے آیا اور علاج شروع کیا لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا اور یکم صفر کو شہادت پائی۔ ملازموں نے پوشیدہ طور سے پانی کے اندر قبر کھودی اور جسم اطہر کو دفن کردیا یوسف نے چند روز بہت تلاش کیا مگر قبر کا نشان نہ پایا آخر حضرت زید کے ایک غلاموں میں سے کسی کو پکڑ کر اُس پر ظلم شروع کیا اس نے جان کے خوف سے نشانِ قبر بتلا دیا۔ یوسف لعین نے جسدِ مطہر کو قبر سے نکلوا کر سر اقدس جدا کر کے ہشام کے پاس دمشق روانہ کیا اور جسدِ مطہر کو سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت زید رح کی عمر باون ۵۲ سال کی تھی۔ یوسف لعین نے دو ۲ سال تک جسدِ مطہر کو سولی پر رکھا بعد اس کے ولید ابن یزید کے اشارہ سے وہ جسدِ اطہر آگ میں جلایا گیا اور راکھ ہوا میں اڑا دیگئی اِس واقعہ کے بعد ان کے صاحبزادے یحییٰ معہ دوسری اولاد اہلبیت کے خراسان کی جانب تشریف لیگئے اور وہاں شہید ہوئے۔ حضرت زید نے دعوائے امامت کبھی نہیں کیا بلکہ یہ جہاد محض شر اعدا کے دفع کرنے کے لئے کیا گیا تھا اور اپنے دادا جناب امام حسین علیہ السلام کا قصاص لینا مقصود تھا۔ جس طرح سے قبل اس کے مختار و ابراہیم وغیرہ جہاد کر چکے تھے۔ یہ فعل جہاد کا حرام نہ تھا نہ حضرات صادقین ع نے ایسی جنگ آزمائی کو حرام قرار دیا تھا۔ زید شہید رح کے چار بیٹے تھے۔ یحییٰ ع ا حسین ذو الدمعہ ۲ عیسیٰ ۳۔ محمد ۴۔

# حسین ذوالدمعہ

انکی ماں کا نام محسنہ تھا جو بیٹی تھیں ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابیطالب علیہ السلام کی اور ماں بی بی محسنہ کی بی بی حمیدہ دختر حضرت مسلم بن عقیل بن ابیطالب تھیں۔ شیخ طوسی سے روایت ہے کہ حسین اپنے پدر عالی مقدار کی شہادت کے وقت سات سال کی عمر کے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ظل عاطفت میں لے کر پرورش کیا متبنیٰ اور اپنا لڑکا انکو بنایا۔ علم ظاہری و باطنی ان کو تعلیم کئے دختر ارقط[1] سے ان کو تزویج کیا۔ کنیت اِن کی ابو عبد اللہ اور لقب ذوالدمعہ و ذوالعبرہ تھا۔ بڑے عالم و محدث تھے اور حسن جمال میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ صحیح اللسان اور نہایت پاک نفس تھے۔ مناقب اور فضائل ان کے بیشمار ہیں۔ بہت سی کتابیں تالیف و تصنیف کیں۔ عمر شریف ان کی ۶۷ سال کی تھی۔ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ اِنکے تین بیٹے تھے۔ یحییٰ محدث۔ حسین ابا عبد اللہ۔ علی شبیہہ رسول اللہ۔ آپ کی وفات ہارون الرشید کے عہد میں ہوئی۔

# یحییٰ محدث

آپ کی ماں کا نام ملیکہ تھا جو بیٹی تھیں داؤد بنِ حسن مثنیٰ بنِ امام حسن علیہ السلام اور ملیکہ کی ماں ام کلثوم بنت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

---

[1] ارقط ملوک سمنان رہے تھے۔ ۱۱۲ھ میں ولادت ہوئی۔

تھیں۔ فضائل وکمالات اِن کے بحد وبحساب ہیں۔ علوم ظاہری وباطنی میں کامل و صاحب کرامات تھے۔ ارشاد وتلقین حدیث اپنے باپ سے حاصل کیا تھا۔ تصانیف و رسائل آپ کے بہت ہیں۔ حافظ قرآن مجید تھے اکثر محدثین ومفسرین نے ان سے سندلی۔ ان کے آٹھ بیٹے تھے۔ محمد آتاش۔ عمرؒ۔ حسینؒ زاہد وفقیہہ۔ احمدؒ۔ علیؒ حمزہؒ۔ قاسم۔ یحییٰؒ۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جو وصیت نامہ بحق حضرت امام علی الرضاؑ تحریر فرمایا تھا اُس پر آپ کی بھی گواہی تھی۔

# ابو علی عمر

ماں ان کی فاطمہؒ دختر حمزہ بن عبداللہ بن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تھیں اور فاطمہ کی ماں اسماء دختر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تھیں۔ عالم وعامل وعارف کامل تھے۔ ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ حافظ قرآن مجید تھے۔ علم تفسیر وحدیث میں کامل تھے۔ علم نقاش وفنون میں بے مثل۔ اپنے پدر بزرگوار سے علوم ظاہری وباطنی حاصل کئے تھے۔ ابو المنور بایزیدی ان کے شاگردوں میں سے تھے۔ ذو النون مصری اصحاب میں سے تھے۔ شاگرد ان کے بہت سے ہیں۔ روایت حدیث باپ سے کرتے تھے۔ تفسیر ظواہر وبحر الحقائق ولقد الصہا ور میں نوے ہزار حدیثیں لکھی ہوئی ہیں۔ تصانیف انکی بہت سی ہیں ایک روز تفسیر لکھ رہے تھے اور دھوپ دوش مبارک پر پڑ رہی تھی۔ آپ نے بے اختیار نظر گرم آفتاب پر ڈالی دو گھڑی تک آفتاب گہن میں رہا۔ بہت سے کرامات وخوارق عادات ان کے ملفوظات میں لکھے ہوئے ہیں۔ آپ کے تین

لڑکے احمد محدثؒ و شاعر - دی المنصورؒ محمد اکبر - یحییٰؒ تھے -

# احمد محدث

انکی ماں کا نام عاتکہ تھا جو بیٹی تھیں ابو جعفر محمد بن یحیی بن عبداللہؒ بن حسن مثنیؒ کی۔ سید علمائے زماں تھے - ہر فن کے علماء آپ سے مشکلات حل کرنے میں رجوع کرتے تھے - علوم ظاہری و باطنی اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کئے تھے - روایت حدیث و تفسیر اپنے پدر عالی مقدار کی اجازت سے کرتے تھے نسخہ درۃ التاج علم حقائق میں - اکسیر اعظم و کبریت احمر علم تعبیر میں اور ارشاد الطالبین علم سلوک میں اُن کی تصانیف سے ہیں - حافظ قرآن مجید و حدیث نبویہ تھے صحاح الاخبار میں لکھا ہوا ہے کہ ایک روز آپ معہ خدام کے مسجد میں تشریف رکھتے تھے ایک فقیر دروازے سے آیا - سوال کیا کہ اے احمد اسوقت بھنی ہوئی مچھلی کھانے کو دل چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ سات سنگریزے اٹھالاؤ - جب درویش لے آیا آپ نے سات بار سورہ فاتحہ کی تلاوت فرمائی سنگریزے ماہی بریان ہوگئے رئیس و نقیب کوفہ تھے - حجاز سے عراق میں تشریف لاکر سکونت اختیار کی تھی ۲۵۱ھ میں وفات پائی - آپ کے صرف ایک صاحبزادے تھے جن کا نام ابو عبداللہ الحسین نسابہ تھا - یہ زمانہ حضرت امام علی نقی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا -

# ابو عبداللہ الحسین نسابہ

انکی ماں کا نام فاطمہ تھا جو بیٹی تھیں حسین زاہد و فقیہہ بن یحیی محدث

بن حسین ذوالدمعہ بن زید الشہید رح کی اور فاطمہ کی ماں خدیجہ دختر موسیٰ اصغر
ابو محمد حسن بن علی اصغر بن عمر اشرف بن امام زین العابدین علیہ السلام تھیں
رئیس ونقیب کوفہ سے تھے ۔ مقتدائے علمائے وقت تھے ۔ بہت سے کرامات و
خوارق عادات ان سے ظہور میں آئے ۔ ہر علم میں تصانیف ان کی بیشمار
ہیں ۔ فن حکمت میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں ۔ رسالہ سر الاسرار ونسخہ
اسرار صدور الاسرار علم حقائق میں الحکم علم حکمت میں اور نسخہ اسرار التنزیل
بارہ جلدیں تفسیر میں ان کی تصانیف سے ہیں ۔ علم نسب میں بھی ایک کتاب
تالیف کی ہے ۔ علم تفسیر و حدیث میں اپنے پدر عالیمقدار کے شاگرد تھے ۔
سنہ ۲۵۱ھ میں کوفہ سے حجاز کو تشریف لیگئے ۔ پھر قریہ سابوس وسانوس میں
جو مضافات واسط سے ہے آکر قیام فرمایا ۔ ان کے دو بیٹے تھے ابوالحسن یحییٰ
اور زید الشہید ثانی معروف بہ عم عمر ۔

# زید الشہید ثانی

آپ کی ماں کا نام آمنہ تھا جو بیٹی تھیں ابوعبداللہ الحسین بن
یحییٰ بن یحییٰ محدث کی مادر آمنہ حلیمہ دختر جعفر کوفی کوکبی بن عیسیٰ بن علی بن حسین اصغر
بن امام زین العابدین علیہ السلام تھیں ۔ آپ کو ابوجعفر بھی کہتے ہیں اور عم عمر
سے بھی ملقب تھے ۔ بہت فاضل و کامل تھے ۔ المعتمد باللہ خلف متوکل عباسی
جو ایک جابر و ظالم بادشاہ تھا ۔ بنی فاطمہ پر سخت ظلم روا رکھتا تھا ۔ آخر
ان ظلموں سے عاجز آکر ماہ رمضان المبارک روز جمعہ ۲۵۶ھ مطابق اکتوبر
۸۷۰ء کو آپ نے ایک جماعت کثیر کے ساتھ خروج کیا اور کوفہ پر قبضہ کرلیا

دربار عباسی کی طرف سے محمد بن عبداللہ بن طاہر سپہ سالار ایک فوج کثیر کے ساتھ مقابلہ کو روانہ ہوا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ قضائے کار سینۂ بے کینہ پر ایک ایسا تیر جانستاں آکر لگا جس کے صدمے سے گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ یہ حالت دیکھ کر ہمراہی سب بھاگ کھڑے ہوئے ان کا سر کاٹ لیگیا اور بغداد روانہ کیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کے صاحبزادے جن کا نام ابی عبداللہ تھا مع دوسری اولاد اہلبیت کے کوفہ سے بھاگ کر خراسان آئے اور وہیں سکونت اختیار کی کیونکہ یہ شہر اس وقت عباسیوں کی دسترس سے باہر تھا اور دریائے جیحون کے کنارے تاتاریوں کی حکومت میں شامل ہوگیا تھا۔ نقبائے مشہد دبنی اسابہ آپ ہی کی نسل سے ہیں

## خراسان وطبرستان میں اہلبیت کی حکومت :

۲۵۰ھ میں جبکہ طاہریہ خاندان کی طرف سے محمد بن اوس طبرستان پر گورنری کرتا تھا اس نے اسقدر ظلم وتعدی کا بازار گرم کیا کہ اہل طبرستان اس کے ظلم سے تنگ آگئے۔ اعیان طبرستان نے محمد بن ابراہیم بن علی بن عبدالرحمان بن قاسم بن حسن بن زید کے پاس جو کہ سادات سے تھے جو عباسیوں کے خوف سے اس علاقہ میں پناہ گزیں تھے اور زہد وعبادت میں تمام سادات سے ممتاز تھے آکر درخواست کی کہ حق خلافت آپ کے خاندان عالی شان سے متعلق ہے اس ملک کے مظلوم امید کرتے ہیں کہ آپ ہم کو اہل ظلم سے نجات دلوائیں۔ ہم سب آپ کے ساتھ لڑنے کو حاضر ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ امر خطیر میرے حال کے مناسب نہیں ہے

تم اپنے عہد پر قائم رہو تو میں اپنے بہنوئی حسن بن زید بن محمد کو ملک رَے سے بلوائے دیتا ہوں اور تمہارے اس کام کو سپرد کئے دیتا ہوں۔ طبرستانیوں نے قسمیں کھائیں کہ صدقِ دل سے ہم ان کی بیعت کریں گے اور اپنا جان و مال ان کے سپرد کردینگے پس محمد بن ابراہیم نے حسن بن زید کو نامہ لکھا۔ انھوں نے انکی تحریر پر طبرستانیونکی درخواست کو منظور کیا اور ملک رَے سے ان کے پاس آگئے۔ اعیان طبرستان نے ۲۵ رمضان المبارک کو انکی بیعت کرلی اور وہ داعی کبیر و داعی الی الحق کے نام سے مشہور ہوئے۔ اطراف ولایت طبرستان میں اپنے داعی روانہ کئے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور تشیع کے پھیلانے میں مصروف ہوئے۔ جب ان کی جمعیت بہت بڑھ گئی تو محمد بن اوس پر چڑھائی کی اور آمل دارالسلطنت طبرستان پر قبضہ کرلیا۔ محمد بن اوس جرجان کی طرف شکست کھاکر بھاگ گیا پھر ۲۵۲ھ میں حسن بن زید نے سلیمان بن طاہر کو بھگاکر استرآباد تک قبضہ کرلیا۔ خزانہ لوٹ لیا۔ عیال واطفال کو اسیر کیا۔ پھر سلیمان کی درخواست پر اس کے عیال اسکے پاس بھجدیئے گئے۔ حسن بن زید نے کمال استقلال کے ساتھ ممالک طبرستان وگیلان میں فرمان روانہ کئے جن کا مضمون یہ تھا

**فرمان**

ہم تم کو حکم کرتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسولِ خدا کے موافق عمل کرو اور جو کچھ اصول و فروع دین مبین میں امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب سے صحت کو پہونچا ہے معتبر جانو اور اُن حضرت کو تمام امت سے افضل مانو۔ میں تم کو سخت ممانعت کرتا ہوں کہ جبر و تشبیہ کے قائل نہ ہو اور موحدین و قایلین بعدل و توحید سے مقاتلہ نہ کرو اور تم کو حکم دیتا ہوں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نماز میں باواز بلند پڑھا کرو اور نماز میں دعاء قنوت پڑھا کرو۔ اور میت کی نماز میں پانچ تکبیریں کہا کرو مسح موزہ کو ترک کرو

# نقشہ مقامہائے خروج حضرت زیدؒ و اولادشاں تا کمال الدین محمدؒ



اور حی علی خیر العمل اذان واقامت میں زیادہ کرو۔ یہ اوّل موقع ہے کہ سلطنت کی
طرف سے تشیع کا اعلان و فرمان جاری کیا گیا۔ تمام ساکنان بلاد طبرستان وگیلان
نے اس فرمان کو پڑھکر صدق دل سے اطاعت قبول کی پھر حسن بن زید نے
ولایت ساری کی حکومت پر اپنے بنی اعمام میں سے ایک شخص کو جسے سید حسن
عقیقی کہتے تھے مقرر کیا۔ سلیمان بن طاہر نے سید حسن پر حملہ کیا۔ سید حسن نے
شکست دیکر جرجان تک قبضہ کر لیا۔ اُسکے بعد حسن بن زید طبرستان میں اطمینان
کے ساتھ حکومت کرتے رہے یہانتک کہ ۲۳ رجب ۲۷۰ھ کو ۲۰ سال حکومت
کرکے انتقال کر گئے۔ سید احمد دحلان اپنی تاریخ دول الاسلامیہ میں لکھتے ہیں کہ
انکی حکومت میں طبرستان۔ جرجان۔ رے۔ اصفہان اور کاشان شامل تھے
ابو مقاتل شاعران کی ملازمت میں تھا۔ اس نے ایک روز ایک قصیدہ عرض کیا
جس کا ایک مصرعہ یہ ہے۔ اللّٰہُ فردٌ وابن زیدٍ فردا۔ یعنی اللہ فرد ہے
اور ابن زید بھی فرد ہے۔ حسن بن زید یہ مصرعہ سن کر شاعر پر بہت خفا ہوئے
اور اپنے کو مسند سے گرا دیا۔ ننگے سر ہو کر خاک پر مُنھ رکھا اور ابن مقاتل سے
کہا کہ کیوں نہیں کہتا اللہ فرداً وابن زیدٍ عبداً۔ یعنی اللہ فرد ہے اور ابن زید
اس کا بندہ ہے چند مرتبہ اس مصرعہ کو دہرایا اور عرصہ تک شاعر کو
دربار میں نہ آنے دیا۔ حسن بن زید کمال وفضائل سے متصف نہایت
کریم وجواد شخص تھے اِن کے بعد اہلبیت نے ممالک عراق، عجم، طبرستان گیلان
کاشان اور خراسان میں ۳۵۶ھ تک حکومت کی، اُنھیں کے زمانہ میں اوّل
مرتبہ قبۂ نجف اشرف تعمیر ہوا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب زید الشہید ثانی کے
صاحبزادے ابی عبداللہ کوفہ سے بھاگ کر خراسان کی طرف آئے تھے اور

ایک مدت تک حکومت اہلبیت میں ان کی اولاد ہی صاحب حکومت رہی چنانچہ ان کے بعد سید ابو طاہر علی پھر سید طاہر الزماں الملقب بہ سلطان عالم یہ لوگ صاحب حکومت نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد جب ۳۵۵ھ میں اہلبیت کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ملک پر سامانیوں نے قبضہ کر لیا تو اعیان اہلبیت سب پراگندہ ہو گئے چنانچہ اکثر ترکستان میں پناہ گزین ہوئے اور کچھ ملک دیلم کی طرف چلے گئے جو ترکستان کی طرف گئے انھیں میں سید طاہر الزماں بھی تھے جنھوں نے شہر ترمذ میں سکونت اختیار کی اور زہد و عبادت میں مشغول ہوئے پھر ملکی معاملات میں حصہ نہیں لیا چنانچہ سید طاہر الزماں اور ان کے بیٹے سید عبداللہ ثانی و سید شرف الدین عرف عثمان و سید کمال الدین محمد ترمذ میں سکونت پذیر رہے۔

## سید کمال الدین محمد

سید کمال الدین محمد آغاز ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۲ء میں ہندوستان تشریف لائے مضافات کیتھل میں پہونچ کر مقام سیلہ گڑھ میں قیام کیا۔ ایک روز سید صاحب ایک تالاب پر جس کا نام انیکا تھا (جس کو مسماۃ انیکہ دیوی نے محض اپنی سیر و تفریح کے لئے تعمیر کرایا تھا یہ راجہ پھورا کی لڑکی تھی) سیر و تفریح کر رہے تھے وہ لڑکی اپنی عادت کے مطابق غسل کے لئے علی الصباح مع کنیزوں کے پہونچی دیکھا کہ ایک شخص اجنبی اس تالاب پر قیام پذیر ہے قریب تھا کہ اٹھا دینے کے لئے حکم دے کہ فوراً تائید ایزدی اس کی زبان گونگی ہو گئی مفصل کیفیت راجہ پھورا کو عرض کی گئی وہاں سے سید صاحب کی طلب میں فرمان

جاری ہوا۔ سید صاحب دہلی پہونچے راجہ اُن کے حالات سے واقف ہوا کہنے لگا کہ ہم نے سُنا ہے کہ تم لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وجود سید پر آتشِ سوزاں حرام ہے اگر حکم ہو تو امتحان کیا جائے سید صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے فرمایا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ رحیم و کریم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے راجا نے انبار آتش روشن کرایا اور سید صاحب کو اس میں بٹھلایا مگر بحکم باری عزاسمہ وہ آگ گلنار ہوگئی اور آپ کے جسم اقدس کو کوئی صدمہ نہیں پہونچا راجہ اس حال کے مشاہدہ سے بہت نادم و منفعل ہوا اور عفو تقصیر چاہی اور کہا کہ جہاں آپ کی طبیعت مبارک ہیں آوے قیام فرمایئے آپ نے فرمایا کہ فقیر کو سایہ اُسی درخت اراک[1] کا پسند ہے راجہ نے معہ فرمان معافی اعزاز و اکرام کے ساتھ کیتھل کو روانہ کیا اور اپنی لڑکی کو لکھا کہ یہ شخص برگزیدہ جناب الٰہی ہے اس سے تعرض نہ کیا جائے۔ سید صاحب چند روز قیام فرما کر واسطے قدمبوسی اپنے پدر عالی مقدار کے پھر ترمذ واپس تشریف لیگئے اور چند روز وہاں قیام فرمایا دوسری مرتبہ معہ اپنے بیٹے سید ابراہیم کے ہندوستان واپس آئے اِس مرتبہ متعدد خاندان سادات کے آپ کے ساتھ تشریف لائے اثناء راہ میں سلطان شہاب الدین غوری سے جو ایک لشکر جرار لئے ہوئے ہندوستان آرہا تھا ملاقات ہوئی فرمایا کہ اس بے سروسامانی سے ہندوستان کو جانا آپ کے لئے مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے۔ سید صاحب نے فرمایا کہ فقیر کو تائید الٰہی کافی ہے آخر سلطان موصوف عازم جہاد ہند ہوگیا۔ لیکن سید صاحب موصوف کو کسی خاص سبب سے پھر ترمذ واپس جانا پڑا لیکن اپنے بیٹے سید ابراہیم کو

---

[1] درخت پیلو جس کی شاخ کی مسواک بناتے ہیں۔

بادشاہ کے ہمراہ کیا اور فتحیابی بادشاہ کے لیئے درگاہِ قاضی الحاجات میں دعا کی سلطان موصوف نے نشانِ فوج سید ابراہیم کو تفویض کیا اور خطاب مَلک سے سرفراز فرمایا وہاں سے یہ لشکر قلعہ ہانسی کی طرف متوجہ ہوا اور اکثر شہروں کو فتح کرتا ہوا قلعہ ہانسی کا محاصرہ کرلیا اور بعد ایک سخت کشت خون کے اس قلعہ کو فتح کرلیا مگر اسی جنگ میں مَلکِ سید ابراہیم نے شہادت پائی اور اسی قلعہ میں دفن ہوئے ۔ اس واقعہ کے چند دنوں کے بعد سلطان موصوف کا ہندوستان پر پورے طور سے تسلّط ہو گیا اور رائے پتھورا شکست کھا کر قتل ہوا ۔ سید کمال الدین محمد کو سلطان موصوف نے شہر ترمذ سے طلب فرمایا سید موصوف منازل و مراحل طے کر کے پھر قصبہ کیتھل ضلع کرنال میں پہونچے چونکہ وہ نواح نہایت دلکش تھا وہیں سکونت اختیار فرمائی ۔ سلطان محمود غوری آپ کی تشریف آوری سے کمال محظوظ ہوا اور باعزاز و اکرام قصبہ مذکور میں آباد کیا آپ کے گیارہ فرزند تھے سید حسام الدین[۱] صدر الاکابر ۔ سید سعید الدین[۲] ۔ سید علیم الدین[۳] محمد اول ۔ سید رکن الدین[۴] سید عزیز الدین[۵] ۔ ملک سید ابراہیم[۶] شہید ۔ سید نظام الدین[۷] ۔ سید جلال الدین[۸] غازی سید نصیر الدین فخر الزماں[۹] ۔ سید قطب الدین[۱۰] ۔ سید نعمت الدین[۱۱] ۔ آپ نے کسی جہاد میں بزمانہ شمس الدین التمش چوتھی رجب ۶۱۹ھ کو شہادت پائی ۔ تاریخ وفات مصنفہ شیخ عبد اللہ لاہوری ۔

وفات یافتہ سید کمال روزِ جہاد

بباغ جنت داخل شدہ بسال خطی

آپ شاعر بھی تھے چنانچہ ایک مناجات سید صاحب نے خود تصنیف فرمائی ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے ۔

# مناجاتِ کمالیہ

خداوندِ اکبر سمیعاً بصیراً بقدرت علیٰ کلِّ شیئٍ قدیراً
زہے مومناں راز اکرام وافر تو جنّت نعیماً و ملکاً کبیراً
دراں ملک باشد ہوائے قوی خوش درو نیست شمساً ولا زمہریراً
محمدؐ تو ملک دلیں براوہ کلاہ سراو سراجاً منیراً
بنص قرآن امر کردہ بمومن کہ ذکراً بگویند ذکراً کبیراً
بمثل کلامت کہ گفتن تواند ولو کان بعضاً لبعضاً ظہیراً
غضب بر منافق کنی در در آید بہ بطن جہنم و سارت مصیراً
کسے را کہ نامش دہی بر یمینش بہ لطف تحاسب حساباً یسیراً
کسے را کہ بر پشت نامش رسانی فیدعوا ثبوراً و یصلیٰ سعیراً
کسے را کنی صادق الوعد او شود ایمن از شرہٗ مستطیراً
بروزے کہ از قبر بیروں شوند بمحشر چو خیزند اکثر نفیراً
دراں روز یارب بفریاد من رس نباشم چو موداً علیٰ قمطریراً
چہ داند کسے حال درماندگاں را تو دانی کہ ہستی علیماً بصیراً

کمال حسینی با جرم دارد
توی عفو کن یا لطیفاً خبیراً

## سید علیم الدین محمد اوّل

زمانہ علاء الدین خلجی میں ۷۰۸ھ میں کیتھل سے قنوج تشریف لائے اور منصب قضا پر سرافراز ہوئے جاگیر بھی از جانب شاہ علاء الدین خلجی

مرحمت ہوئی آپ کو اخی جمشید بھی کہتے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے کا نام سید تاج الدین محمد تھا۔

## سیّد تاج الدّین محمدؒ

سید تاج الدین محمد[۱]۔ سید سراج الدین[۲]۔ سید شرف الدین[۳]۔ سید ابوالقاسم[۴] کے واقعات زندگی بوجہ مدت مدید گزر جانے کے معلوم نہ ہوسکے سید ابوالقاسم کے دو[۲] فرزند تھے جن کا نام علیم الدین محمد ثانی و سید کمال الدین محمد ثانی تھا جو سادات پرگنہ بلاؤں کے مورث اعلیٰ ہوئے اور قنوج سے جونپور تشریف لائے۔

## سیّد علیم الدّین محمدؒ ثانی

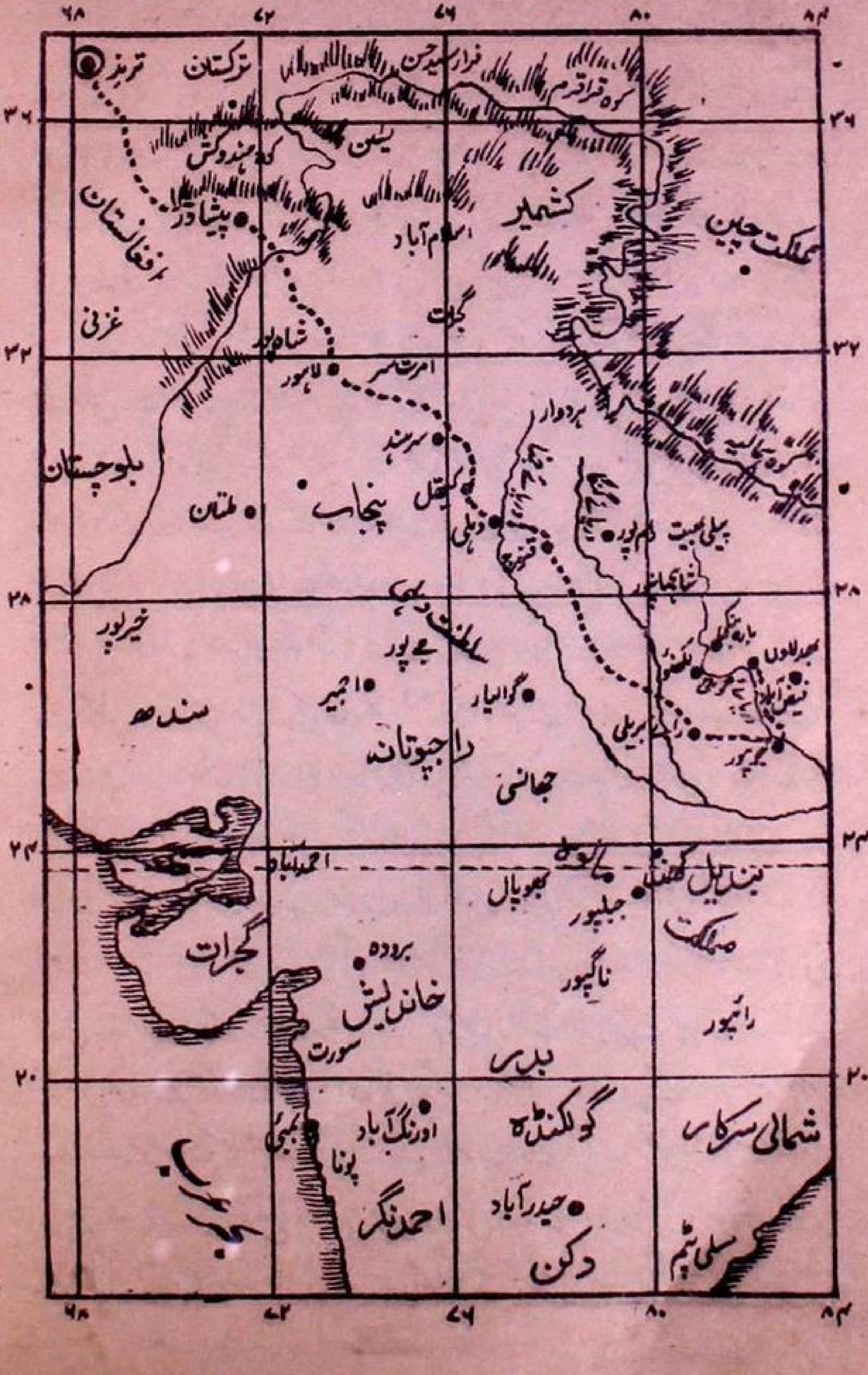
آپ کی پیدائش سنہ ۷۸۶ھ میں بمقام قنوج ہوئی۔ آٹھویں صدی ہجری میں حسب ایمائے شیخ اخی جمشید[۱] بسلسلہ ملازمت شاہ ابراہیم شرقی سنہ ۱۴۰۲ء مطابق ۸۰۵ھ میں قنوج سے جونپور تشریف لائے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۹ سال کی تھی۔ آپکے مورث سید کمال الدین محمد شہر ترمذ سے جو مضافات ترکستان سے دریائے جیحون کے عین کنارے پر ایک نہایت سرسبز و شاداب وادی میں واقع ہے ہندوستان تشریف لائے تھے چونکہ سید موصوف سادات عظام سے تھے اور شاہ ابراہیم شرقی سادات سے کمال ارادت رکھتا تھا اپنی لڑکی مسماۃ

---

[۱] شیخ اخی جمشید مورث خاندان قدوائی ہیں۔

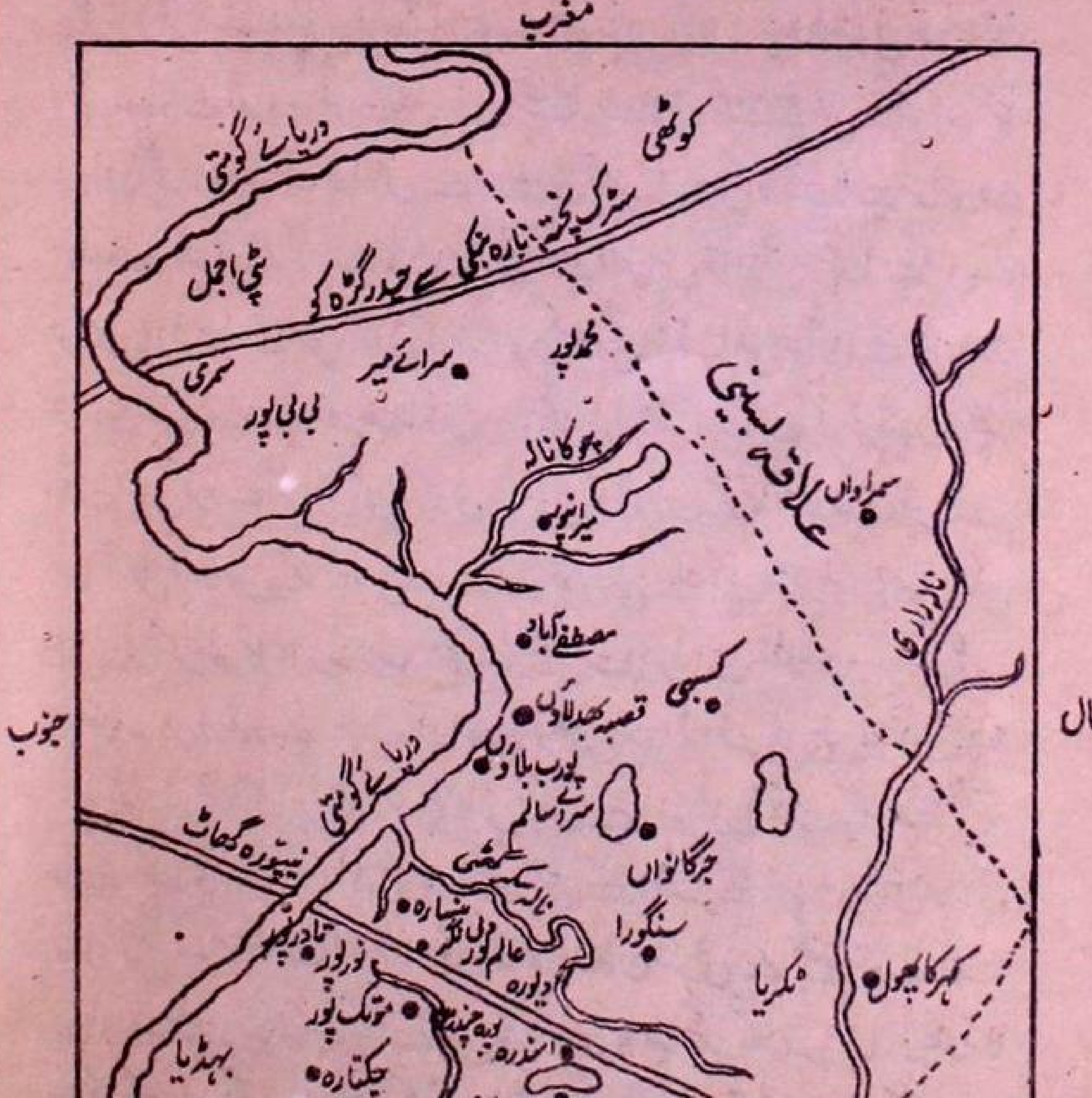
شاہزادی بیگم کا عقد سید علیم الدین سے کر دیا۔ اُس معظمہ کے بطن سے سید قبول پیدا ہوئے۔ دوسری نسبت سید علیم الدین کی اژدرخاں بدخشانی کی لڑکی سے جن کا نام شاہجہاں بیگم تھا ہوئی تھی جو حاکم بھریلہ تھے اُس مخدومہ کے بطن سے سید ملوک پیدا ہوئے اژدرخاں بدخشی قوم ترک سے تعلق رکھتے تھے۔ علیم الدین کی پہلی بی بی جو ساتھ آئی تھیں وہ ولایتی مشہور تھیں اُن معظمہ کے بطن سے کبھی کئی اولادیں پیدا ہوئیں مگر وہ سب شہید ہوگئیں۔ جس زمانے کا ہمارے اِس بیان سے تعلق ہے معلوم ہوا کہ جلیسن جو قوم کا تیلی ہے اور جس نے دلوری کے مقام پر ایک مستحکم قلعہ تعمیر کر کے عَلم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ سید علیم الدین اس کی سرکوبی کے لئے معمور کئے گئے محاربہ عظیم درمیان میں آیا۔ آخر جلیسن قتل ہوا اور اس کا علاقہ سلطانی فوج کے تصرف میں آیا وہاں سے کوچ کر کے سید موصوف موضع بھدلاؤں تشریف لائے اسی اثنا میں دوسرا فرمان صادر ہوا کہ راجہ رونی نے سرکشی و تمردی اختیار کی ہے فوراً گرفتار کر کے بھیجا جائے سید علیم الدین نے حسب منشاء سلطانی رونی کا جا کر محاصرہ کر لیا اور رہ چارہ و تدبیر راجا پر بند کر دی آخر راجہ نے اس شرط پر اپنے کو حوالہ کر دیا کہ قصور اس کا بارگاہ سلطانی سے معاف کرا دیا جائے سید موصوف نے اقرار کیا لیجا کر قصور معاف کرایا سند و خلعت عطا ہوئی اور خطاب راجگی سے سرافراز ہوا اب سید موصوف نے چھوٹی چھوٹی بغاوتیں فرو کرنا شروع کیں۔ قوم "بھر" سے اکثر معرکے ہوتے رہے آخر اس قوم نے شکست کھائی اور کل پرگنہ پر جو اب بلاؤں کے نام سے مشہور ہے سید موصوف کا قبضہ ہوگیا۔ سید موصوف نے ایک عرضی بحضور سلطان ابراہیم شرقی مشتمل بر فتح و فیروزی روانہ کی اور یہ استدعا کی کہ اِس خدمت کے صلہ میں بارگاہِ سلطانی سے اس دُعاگوئے ترقی دولت کو کچھ اراضی مرحمت ہو

نقشہ ہندوستان بزمانہ سید علیم الدین محمد ثانی سنہ ۱۲۰۲ھ مع راستہ ترمذ تا کیتھل و کیتھل تا بھدلاؤں



چونکہ سید موصوف سلسلہ نسبتی بھی رکھتے تھے بادشاہ نے بہت خوشی سے ایک لاکھ بیگہ آراضی بطور معافی عطا فرمائی ۔ سید موصوف نے جواباً عرض کیا کہ بندہ زمرۂ سادات سے ہے معافی نہیں چاہتا لگانی زمین عطا فرمائی جائے چنانچہ ایک لاکھ بیگہ آراضی مبلغ پانچ ہزار مالگذاری اور چھ ہزار مالکانہ پر عطا ہوئی جو اِسوقت انکی اولاد کے تصرف میں ہے ۔ جب ۱۴۷۸ء مطابق ۸۸۳ھ میں شرقیوں کا زوال آگیا اور لودی پٹھانوں نے سلطنت چھین لی اس وقت سید موصوف جو سلطنت شرقی کے دست راست تھے اپنے قلعہ میں خاموش بیٹھ رہے کسی نے لودی بادشاہ سے چغلی کھائی کہ شرقیوں کا ایک افسر اعلیٰ جو اُن سے سلسلہ قرابت بھی رکھتا ہے قصبہ بھنڈلاؤں میں بیٹھا ہوا یہ فکر کر رہا ہے کہ شرقیوں کو پھر تخت نشیں کر دے اگر اس کی سرکوبی نہ ہوئی تو لودیوں کے ممالک شرق میں قدم جمنا مشکل ہو جائیں گے ۔ اس خبر کے سنتے ہی دہلی سے ایک جرار فوج روانہ کیگئی جس نے آکر قلعہ کا محاصرہ کرلیا چھ مہینہ تک سید موصوف قلعہ بند ہو کر جنگ مدافعانہ فرماتے رہے ۔ جب محاصرہ کو طول ہوا تو افسر فوج نے تخت گاہ دہلی کو عرضی بھیجی کہ اس قدر فوج کافی نہیں ہے اور فوج کمک کے لئے بھیجی جائے ۔ چنانچہ براہِ دریا اور فوج آگئی جس کے افسر نے بہت بڑی چالاکی یہ کی کہ سید موصوف کو اطلاع کی کہ ہم سلطان شرقی کے بھیجے ہوئے ملک بہار سے تمہاری کمک کو آئے ہیں فوراً قلعہ کا پھاٹک کھولدو چنانچہ قلعہ کا پھاٹک کھولدیا گیا ۔ لودیوں کی فوج قلعہ کے اندر گھس آئی اور سخت کشت و خون ہوا جس میں سید علیم الدین مع اپنی اولاد کے جن کی تعداد پندرہ سولہ بتائی جاتی ہے قلعہ کے اندر شہید ہو گئے یہ واقعہ ۸۸۳ھ مطابق ۱۴۷۸ء کا ہے چار چھوٹے چھوٹے بچے جن میں دو سید ملوک و سید قبول تھے اور دو بھتیجے تھے

# نقشہ پرگنہ بھدلاؤں مقبوضہ سید علیم الدین ثانی



جن میں ایک کا نام سید احمد تھا اور دوسرے بھتیجے کا نام سید سراج الدین محمد تھا قربانی سے بچ گئے۔ بعد قتل و غارت فوج شاہی نے ان بچوں اور مخدرات کو اسیر و مقید کر لیا اور پا بہ زنجیر اونٹوں پر سوار کر کے دہلی روانہ کر دیئے گئے۔ جس کا فاصلہ تقریباً یہاں سے تین سو میل تھا۔ سید علیم الدین کے دفن کا حال کہیں مذکور نہیں۔ دفن کی بے چارگی اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ اس قابل تھے کہ چار ہاتھ زمین کے نیچے دبا دیتے وہ سب شہید ہو چکے تھے۔ نشانات و روایات سے پتہ چلتا ہے کہ درگاہ کے پچھم جانب مسجد تھی اور مسجد کے پشت پر گنج شہیداں ہے۔ دروازۂ مسجد پر سید علیم الدین کا مزار ہے۔ مؤلف کی رائے میں یہ ایک بڑے ہولناک واقعہ کا پتہ دے رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخر وقت تھوڑے لوگوں نے مسجد میں پناہ لی تھی اور وہ سب اس میں قتل کر دیئے گئے۔ سردارِ قلعہ کی لاش علیحدہ دفن ہوئی اور بقیہ سب لوگ گڑھا کھود کر دفن کر دیئے گئے۔ اب یہ لٹا ہوا قافلہ جو محرم ۸۶۱ھ سے اس آٹھویں صدی مذکور تک سیکڑوں بار لٹ چکا تھا ہزاروں بار قید کی ایذائیں سہہ چکا تھا ہندوستان کے دمشق (دہلی) میں جا پہنچا قیدی پیش ہوئے لودی بادشاہ ان بچوں کی حالت دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا اور کسیقدر آبدیدہ ہوا۔ سید ملوک جو ان بچوں میں کسیقدر تمیز رکھتے تھے بادشاہ کو اپنے اوپر مہربان دیکھکر جیسا بچوں کا قاعدہ ہے رو رو کر اپنی زبان میں اپنی روئیداد[1] بیان کرنے لگے بادشاہ بہت متاثر ہوا کہنے لگا واقعی تم پر بڑا ظلم ہوا اب اُس کا

---

[1] ۔ چونکہ شمس خاتون ملکہ دہلی و بی بی راجی خاتون ملکہ جونپور دونوں حقیقی بہنیں تھیں اسلئے سید قبول جو ملکہ جونپور کے نواسے تھے ان کی روداد سنکر بہلول لودی اپنے شوہر سے شمس خاتون نے سفارش کر کے رہائی دلوادی۔

معاوضہ تو نہیں ہو سکتا میں تم سے معافی چاہتا ہوں اور قید سے رہائی دیتا ہوں اپنے وطن واپس جاؤ اور جو علاقہ تمہارے پاس تھا اس کو پھر میں اپنی جانب سے واپس کرتا ہوں چنانچہ جب وہ واپس آئے بیس[۲۰] ہزار بیگہ آراضی اپنے چچازاد بھائیوں کو دی اور کچھ حصہ ان لوگوں کی اولاد میں تقسیم کیا جو ان کی جانب سے شربت شہادت نوش کر چکے تھے اور باقی دونوں بھائیوں نے برابر تقسیم کرلیا۔ نقل ہے کہ جب سید علیم الدین نے قلعہ تعمیر کرنا چاہا تو جس قدر دن بھر میں تیار ہوتا تھا وہ شب کو از خود منہدم ہو جایا کرتا تھا آخر الامر سید موصوف اس بات سے پریشان خاطر ہو کر شیخ اخی جمشید راجگڈھی کو جو اپنے زمانے کے عامل کامل تھے اور سید موصوف سے سلسلہ دوستی بھی رکھتے تھے اطلاع کی۔ شیخ موصوف تشریف لائے علم عملیات کے قواعد سے دریافت کیا کہ ایک عفریت مسمی بھدلا اس قلعہ کو منہدم کر دیتا ہے آخر شیخ موصوف نے عمل تسخیر کے اقتدار سے اسکو گرفتار کر کے ایک ظرف میں بند کر دیا اور ایک مقام پر جہاں بعد کو مغرب جانب قلعہ کا برج[لہ] تعمیر ہوا دفن کر دیا اس وقت تک وہ برج موجود

---

[لہ] یہ امر زباں زد خلائق ہے اور بزرگوں نے بھی بھدوالی نسلوں سے یہی نقل کیا ہے جیسا تحریر ہے مگر مولف کی رائے میں سید علیم الدین ثانی نے اس برج میں کوئی راز ایسا پوشیدہ رکھا ہے جس کو وہ نہیں چاہتے تھے کہ قریب زمانہ میں کوئی آگاہ ہو یا اسمیں جنگی ذخائر ہیں یا سلطنت کے ضروری کاغذات یا ممکن ہے از قسم مال پہلے کچھ دفن کیا ہو۔ ہو العلم عند اللہ العظیم۔ تعمیر قلعہ بھدلاؤں۔ قطعہ تاریخ

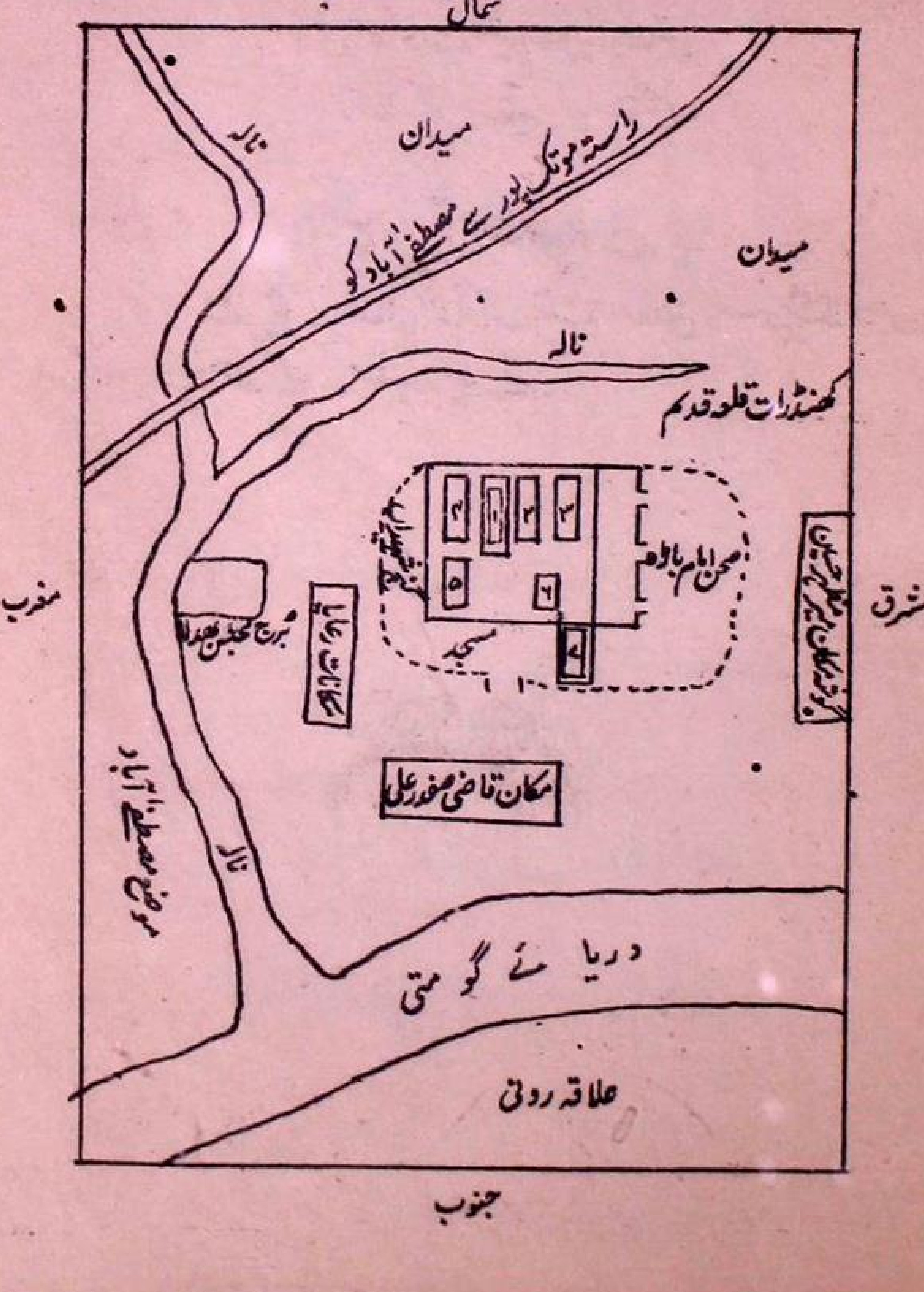
حبذا سید علیم الدیں — شیر ہیجا معین دین حق
آنکہ سید کمال جدش بود — ہفتمیں پشت از قضا اصدق
نسبتش منتہی بزید شہید — اکرم آل فاتح خندق
ساخت ایں قلعہ چوں لب دریا — جگر کفر واشقیا شد شق
خواست تاریخ آں نحیف زدل — ہاتفے گفت قلعۂ اشرق

۸۰۶ھ

# نقشہ درگاہ سید علیم الدین ثانی واقع "قصبہ" پرگنہ بلاؤں ضلع بارہ بنکی

## :- تفصیل قبور اندرون درگاہ :-

۱- مزار سید علیم الدین ثانی - ۲- مزار سید قبول -
۳- سید موتک - ۴- شاہجہاں بیگم زوجہ سید علیم الدین ثانی
۵- سید احمد برادر زادہ سید علیم الدین ثانی ۶- شیخ نجھارے مصاحب سید علیم الدین
۷- سید علی احمد موتک پوری



ہے ۔ مگر نہایت بوسیدہ حالت میں ہے ۔ مغرب کی جانب مٹی کے کٹ جانے سے اینٹیں گر گئی ہیں اور قریب بانہدام ہے ۔ پس شیخ صاحب نے اپنے ہاتھ سے قلعہ کی بنیاد میں اینٹ رکھی اور دعا کی کہ الٰہی تا روزِ قیامت سادات بِلانوں در اینجا آباد باشند ۔ جس کا ہندی ترجمہ اس وقت تک زبان زد خلائق ہے

اُگی کا کوٹ علیم الدین کی کھائیں
بلاؤں کے سیّد قیامت تائیں

## :- تاریخ شہادت :-

بتاریخ ۷ رمضان المبارک ۸۸۴ھ مطابق دسمبر ۱۴۷۹ء مین معرکہ میں اپنے قلعہ کے اندر شہید ہوئے ۔

# باب دوم

## شجرہ نمبر ایک خاندانِ موتک پور

## مع حالات

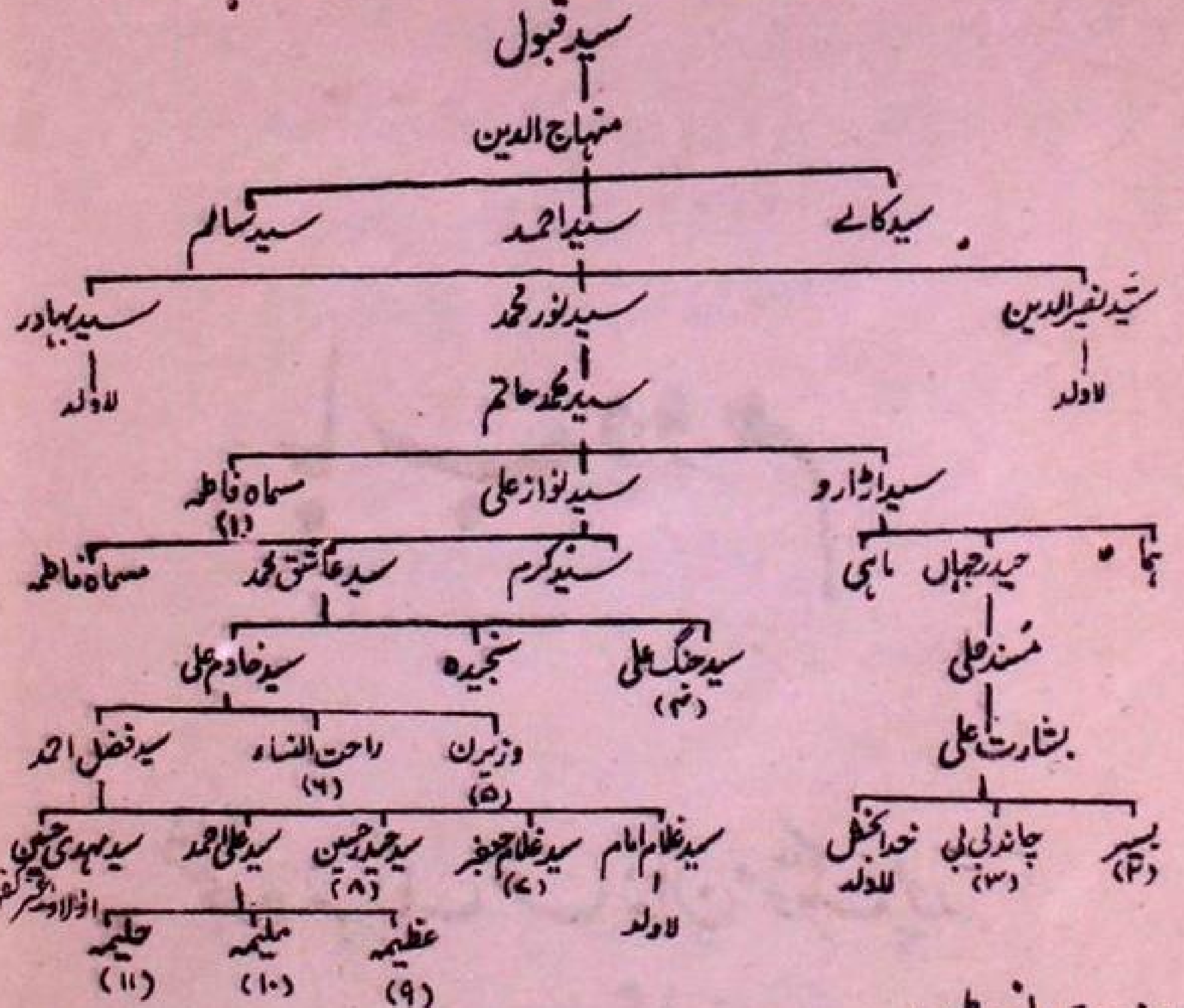
- فصل اوّل : سیّد قبول تا سیّد خادم علی۔

- فصل دوم : سید فضل احمد۔ سید غلام امام۔

سیّد علی احمد۔ سید مہدی حسین۔

نوٹ :- حالات غلام جعفر و حیدر حسین پسران سید فضل احمد باب سوم و چہارم میں ملاحظہ ہوں۔

# شجرہ نمبر ایک خاندان موتکپور سید قبول تا اولاد فضل احمد موتکپور مع اولاد علی احمد




## ضروری نوٹ :

(۱) زوجہ عبدالرسول میران پور۔
(۲) زوجہ اولیٰ سید فضل احمد موتک پور۔
(۳) زوجہ ثانی سید فضل احمد موتک پور۔
(۴) ملاحظہ ہو شجرہ خاندان قادرپور
(۵) زوجہ حسین بخش قادرپور۔
(۶) زوجہ روشن علی میران پور
(۷) ملاحظہ ہو شجرہ نمبر ۲ خاندان موتک پور اولاد غلام جعفر۔
(۸) ملاحظہ ہو شجرہ نمبر ۳ خاندان موتک پور اولاد حیدر حسین
(۹) زوجہ اصغر علی موتک پور۔
(۱۰) زوجہ اکبر علی موتک پور۔
(۱۱) زوجہ کلب حسین موتک پور۔

# فصل اوّل

## سیّد قبول بن سید علیم الدین محمد ثانی

سیّد ملوک و سید قبول جب قید سے چھٹ کر بھدلاؤں واپس آئے اس وقت سید قبول بہت کمسن تھے۔ سید ملوک کے زیر تربیت رہے جب سن شعور کو پہونچے علاقہ باہم تقسیم کرلیا۔ بیش ہزار بیگہ آراضی اپنے چچازاد بھائیوں کو دی۔ پانسو بیگہ مسمی داراخطیب کی اولاد کو عطا فرمائی جہاں اس وقت پورہ بدلی آباد ہے۔ سات سو بیگہ آراضی مسمی نور علی وغیرہ ساکنان موضع کسبی کو عطا کی۔ باقی علاقہ دونوں بھائیوں نے برابر تقسیم کرلیا۔ اب بموجب تقسیم سید قبول قابض ریاست ہوئے آپ کی والدہ کا نام شاہزادی بیگم تھا جو سلطان ابراہیم شرقی کی بیٹی[1] تھیں۔ سید قبول کے صرف ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید منہاج الدین تھا۔

---

[1] سید قبول کی اولاد میں اب تک قدیم رسم چلی آتی ہے کہ تقریب شادی میں بری کے جوڑوں کے ساتھ موتیوں کا ہار جاتا ہے جو حقداران میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ یہ رسم سید ملوک کی اولاد میں نہیں ہے۔ یہ رسم اس وجہ سے اولاد سید قبول میں قائم ہوئی کہ سلطان ابراہیم شرقی نے بہت گراں بہا ہار اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔ اکثر خاندانِ سید ملوک میں بھی یہ رسم جاری ہوگئی ہے جس کی وجہ وہ لڑکیاں ہیں جو سید ملوک کے خاندان میں بیاہی گئیں۔

# سید منہاج الدین

بعد سید قبول کے قابض ریاست ہوئے۔ آپ کے تین لڑکے تھے سید سالم۔ سید کالے۔ سید احمد۔ سید سالم اولاد اکبر تھے۔ چونکہ اُن کو افیون کھانے کی عادت تھی اسلیئے امور زمینداری کے انتظام سے معذور تھے۔ انھوں نے عقد نہیں کیا۔ چونکہ لاولد تھے اپنے بھائیوں کو پیام دیا کہ میں اپنے حصہ سے باز دعویٰ دیتا ہوں صرف پانسو بیگہ آراضی گذارہ کے لیئے چاہتا ہوں۔ بھائیوں نے اس کو غنیمت سمجھکر موضع پورب بلانوں سے پانسو بیگہ آراضی سید سالم کے گذارہ کے لیئے مقرر کردی۔ سید سالم نے علیٰحدہ گھر بنا کر اس میں سکونت اختیار کی چند روز کے بعد وہاں موضع آباد ہوگیا جو سرائے سالم کے نام سے موسوم ہوا۔ سید کالے مورثِ اعلیٰ سادات قصبہ کے ہیں۔

# سید احمد

بعد انتقال سید منہاج الدین کے سید سالم نے پانسو بیگہ آراضی پر اکتفا کی اور سکونت سرائے سالم میں اختیار کی۔ اس کے بعد سید کالے اور سید احمد میں ریاست اس صورت سے تقسیم ہوئی کہ چار موضع قصبہ۔ جلالپور علی پور، دو لونی سید کالے کے حصہ میں آئے اور باقی پر سید احمد قابض ہوئے سید موصوف کے صرف ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید نور محمد تھا۔

# سیّد نورُ محمدؒ

چونکہ سیّد احمد کے سوائے سیّد نور محمد کے اور کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے بعد انتقال اپنے باپ کے سید موصوف بلا شرکت غیرے قابض ریاست ہوئے چونکہ بڑے باہمت شخص تھے لہٰذا اُن کے زمانے میں ریاست نے بڑی ترقی کی۔ عالم پور وجین پور شامل ریاست ہوئے۔ کہتے ہیں کہ سیّد جین سیّد علیم الدین کی اولاد سے تھے جو قوت و شجاعت میں یگانہ روزگار تھے۔ موضع عالم پور کو وراثتاً و رعایتاً گزارہ میں پائے ہوئے تھے چونکہ فنونِ سپہگری کی طرف میل خاطر زیادہ تھا۔ موضع جین پور کو اپنے نام سے آباد کر کے اسی میں سکونت اختیار کی تھی اور وہیں کشتی و ورزش میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے وفات پائی۔ چونکہ انھوں نے عقد نہیں کیا تھا کوئی اولاد ان کے نہ تھی۔ سید جین کے انتقال کے بعد ایک خادم جو قوم شیخ سے تھا اور سید جین کی خدمت کرتا تھا ریاست پر قابض ہوگیا۔ مگر چونکہ اس کا قبضہ استحقاق وراثت سے ناجائز تھا اس لئے سید موصوف نے عالم پور و جین پور پر قبضہ کر کے اپنی ریاست میں شامل کر لیا سید نور محمد درویشوں اور فقیروں سے کسیقدر ارادت رکھتے تھے جو کچھ تعلقہ کا حاصل ہوتا تھا سب فقراء کو کھلا دیتے تھے اور شب و روز مسجد میں عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ سادات قصبہ جو کسی وجہ سے سید موصوف سے عداوت رکھتے تھے۔ ایک روز سید موصوف کو مع سید نصیر الدین کے جو سید موصوف کے بیٹے تھے مسجد میں قتل کر ڈالا۔ اسی روز سید نصیر الدین کا عقد ہونے والا تھا

فقراء جو سید موصوف کی حیات میں وظیفہ دکھانا پاتے تھے اس واقعہ سے سخت المناک ہوئے اور دہلی روانہ ہوئے اور بارگاہِ سلطانی میں یہ استغاثہ پیش کیا کہ سادات قصبہ نے ناحق ہمارے آقا کو قتل کر ڈالا پس اس خونِ ناحق کے عوض میں ہم شاہی عدل و انصاف کے امیدوار آئے ہیں اور قصاص چاہتے ہیں۔ پیشگاہِ سلطانی سے صوبہ دار اودہ کے نام فرمان جاری ہوا کہ بعد تحقیقات خونِ ناحق کے قصاص میں سادات قصبہ کو قتل کیا جائے حسب ورود حکم سلطانی صوبہ دار نے فوج روانہ کی جس نے قصبہ کا محاصرہ کر لیا۔ آخر نوبت جدال و قتال کی پہونچی۔ سادات قصبہ سے جو شخص مقابلہ میں آیا اسیر فوجِ سلطانی ہوا یا قتل ہوا جو کچھ باقی بچے وہ تاب مقابلہ کی نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ کہتے ہیں کہ سادات قصبہ میں سے جو سیّد موصوف کے قتل میں شریک تھے ان کے کوئی اولاد باقی نہ رہی جو قتل نہ ہوگئی ہو۔ اور جو باقی بچی وہ امراض مہلکہ میں مبتلا ہو کر فوت ہوئی۔ موضع نور پور سیّد موصوف کے نام پر آباد کیا گیا تھا۔ ایک شعر ہندی کا سید موصوف کی مدح میں اب تک زبان زد خلائق ہے۔ شعر

باسی بچے نہ کتّا کھائے — نورؐ محمدؐ کا دنے خدائے

سیّد موصوف کے تین بیٹے تھے۔ سید نصیر الدین مقتول۔ سید محمد حاتم۔ سید بہادر۔

## سیّد محمدؐ حاتم

بعد انتقال سید نور محمد و سید نصیر الدین کے سید محمد حاتم اور سید بہادر نے حسب دستور و رواج مقررہ حال بحساب جیٹھ النسی ریاست

تقسیم کی۔ بعد تقسیم سید بہادر نے موضع بہادر نگر اپنے نام سے آباد کیا۔ سید محمد حاتم نے موضع نصیر پور جو اب بسی پور کہلاتا ہے سید نصیر الدین مقتول کے نام پر اور موضع حاتم پور جو دولتی کے نام سے مشہور ہے اپنے نام سے آباد کیا۔ سید محمد حاتم کے دو لڑکے مختلف البطن تھے جن کا نام سید اژدر[1] و سید نواز علی تھا۔ پہلی نسبت سید موصوف کی خاندان

---

[1] مجھے سید محمد حاتم کے بعد سید نواز علی کے حالات لکھنے ہیں تاکہ سلسلہ باقی رہے مگر میں سید اژدر و نیز انکی اولاد کے حالات بھی لکھنا ضروری خیال کرتا ہوں لہذا میں نے مناسب خیال کیا کہ سید اژدر اور انکی نسل کے حالات حاشیہ پر تحریر کردوں تاکہ ناظرین کے علم میں بھی آجائیں اور میرے سلسلہ میں فرق نہ ہو۔

(الف) سید اژدر بن سید محمد حاتم: بعد انتقال سید حاتم قابض ریاست ہوئے۔ ایک لڑکا مسمی سید صدر جہاں اور دو لڑکیاں مسماۃ ہما و ماہی وجود میں آئیں۔ مسماۃ ہما سید غلام مرتضیٰ اسندرہ کو منسوب ہوئیں اور مسماۃ ماہی کا عقد سید نادر میرانپوری کے ساتھ ہوا۔

(ب) سید صدر جہاں: سید صدر جہاں کے صرف ایک بیٹے سید مسند علی پیدا ہوئے اور سید مسند علی کے سید بشارت علی۔ سید صدر جہاں اور سید مسند علی کے واقعات زندگی دریافت نہیں ہوسکے۔

(ج) سید بشارت علی: نسبت سید موصوف کی راج دلاری دختر شیخ فیض علی موضع کھنی کے ساتھ ہوئی تھی جسکے بطن سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں مسماۃ چاند بی بی و جیبر پیدا ہوئیں لڑکے کا نام سید خدا بخش تھا جو عین عالم شباب میں گھوڑے سے گر کر اپنے باپ کی حیات میں فوت ہوگئے۔ فرزند نوجوان کے مرنے سے سید موصوف کے ملال کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ آخر بعد ادائے رسوم تعزیت مسماۃ جیبر کا عقد سید فضل احمد موہکپوری کیساتھ کردیا لیکن ایک ہی سال کے بعد اس مرحومہ کا بھی باپ کی حیات میں لاولد انتقال ہوگیا۔ ان متواتر صدمات کے بعد سید بشارت علی نے اپنی دوسری لڑکی چاند بی بی کا بھی عقد سید فضل احمد کے ساتھ کردیا جن کے بطن سے سید غلام امام پیدا ہوئے۔ اسوقت سید بشارت علی بہت ضعیف ہوگئے تھے سید غلام امام اپنے نواسہ کو فرزندی میں لیکر بموجب رسم سادات بعد لاولد بعد رسم دستار بندی متبنیٰ و جانشین کیا۔ جب سید غلام امام کی عمر چھ سال کی ہوئی تو سید بشارت علی نے اکہتر سال کی عمر میں [illegible]ھ میں انتقال کیا۔ مسماۃ راج دلاری اپنے شوہر کے انتقال کے ۲ سال کے بعد [illegible]ھ میں فوت

بقیہ

سادات موتکپور میں سماۃ بی بی مریم دختر سید میران شاہ کے ساتھ ہوئی تھی جب اُنسے کوئی اولاد نہ ہوئی تب دوسرا عقد بن بہریا میں کیا جس معظمہ سے سید اڑارو اور ایک دختر پیدا ہوئے جو عبد الرسول میراںپور کو منعقد ہوئی۔ بعد تولد سید اڑارو کے سید موصوف کے زوجہ اولیٰ سے جو خاندان موتکپور سے تھیں سید نواز علی پیدا ہوئے۔ سید موصوف کا زمانہ ۱۰۹۰ھ میں تھا۔ یہ زمانہ اورنگ زیب بادشاہ دہلی کا تھا۔

## سید نواز علی بن سید محمد حاتم

چونکہ سید بہادر کے کوئی اولاد نرینہ باقی نہیں تھی[1] اور آنکھوں کی بینائی زائل ہوگئی تھی سید نواز علی کو اپنا متبنیٰ و جانشین کر کے چند روز عارضہ دق میں علیل ہو کر انتقال کیا چونکہ اس خاندان میں ترکہ کی تقسیم بموجب شرع شریف نہیں ہوئی ہے اس لئے بعد وفات اپنے باپ و چچا کے سید موصوف متمکن ریاست ہوئے۔ چونکہ سید میران شاہ زمیندار موتکپور کے بھی کوئی وارث بجز سید نواز علی کے نہ تھا اسلئے بعد چند روز کے بعد وفات سید میران شاہ تعلقہ موتکپور پر بھی قابض ہوئے بڑے جبّار و صاحبِ حوصلہ شخص تھے اُن کی جرأت و مردانگی

---

[1] سید بہادر سے ایک لڑکی سماۃ جانی بی بی پیدا ہوئی تھیں جو میراں پور کو بیاہی گئیں مگر ابھی نوبت رخصتی کی نہیں آئی تھی کہ ان کے شوہر قتل ہو گئے چنانچہ اپنے شوہر کے گھر جاکر عبادت باری تعالیٰ میں تمام عمر مصروف رہیں یہانتک کہ انتقال کیا۔ ایک گاؤں موضع جانی پور اپنے نام سے آباد کیا۔ دو لڑکے سید اکبر علی و سید قادر علی بھی تھے جو اپنے باپ سید بہادر کی حیات میں ناکتخدا انتقال کر چکے تھے۔ قادر پور اور اکبر پور انھیں دونوں صاحبزادوں کے نام سے آباد ہیں۔

شجاعت و دلیری کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ چھ سو سپاہی آزمودہ کار ملازم رہتے تھے۔ زمینداران قرب و جوار کو مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ اس وجہ سے سید موصوف کے زمانہ میں امور ریاست میں بے حد ترقی ہوئی۔ پورہ چندرین۔ دیورہ و بعض دیگر دیہات مثل منہواں و بلیولی کے جو سادات کے قبضہ سے نکل گئے تھے اور ان پر جبرولی کے برہمن قابض تھے اُن سے نکال کر اپنی ریاست میں شامل کیا۔ شجاعت و الوالعزمی سید موصوف کے خمیر میں تھی ہمیشہ زمانہ جدال و قتال میں گذرتا تھا۔ انھیں لڑائیوں میں سے ایک لڑائی سید جعفر تعلقدار ریاست مصطفےٰ آباد سے وقوع میں آئی تھی جس کا خلاصہ بنا بر آگاہی ناظرین درج کیا جاتا ہے۔

## سید جعفر سے جنگ

نقل ہے کہ ایک طوائف جو سید جعفر کی ملازمہ تھی ایک روز سیر و تماشے کی غرض سے قصبہ کے بازار کو آئی ملازمان سید نواز علی نے کچھ اس سے مذاق کیا جب وہ واپس گئی سید جعفر سے شکایت کی۔ سید جعفر بھی مرد شجاع تھے بکمال غضب میں آکر اپنی سپاہ کو لیکر دوڑ آئے اور قصبہ کے بازار کو لوٹ لیا۔ جب سید نواز علی کو بازار کی تاراجی کی اطلاع ہوئی نہایت غضبناک ہوئے اور سپاہ جرار لیکر مصطفےٰ آباد پہونچے اور رعایا کے گھروں میں آگ لگا دی۔ سید جعفر چار سو آدمیوں کی جمعیت سے مقابلہ کے لئے نکلے اور سخت حملہ کرنے لگے۔ ان کے دلیرانہ حملوں سے سید نواز علی کے سپاہیوں کے پیر اکھڑ گئے عیدگاہ تک سید جعفر نے تعاقب کیا جس وقت عیدگاہ کے قریب پہونچے سید نواز علی نے اپنے سپاہیوں کو للکارا اور جراءت دلائی فوراً وہ لوگ ٹھہر گئے اور

عہد کیا کہ کچھ ہو بغیر سید جعفر کو شکست دیئے ہوئے اب واپس نہ ہونا۔ سبھوں نے مل کر یکبارگی بندوقیں سَر کرنا شروع کیں اور دلیرانہ حملے کرنے لگے یہانتک کہ سید جعفر کے سپاہی منتشر و پراگندہ ہو گئے اور اِس دار و گیر کی حالت میں دو سو پچاس آدمی سید جعفر کے کام آئے باقیماندہ نے راہِ فرار اختیار کی سید نواز علی تعاقب کرتے ہوئے سید جعفر کے مکان میں داخل ہو گئے اور جسقدر ممکن ہوا تاراجی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی سید جعفر نے بھاگ کر علاقہ بسینی میں پناہ لی۔

## سیّد جعفر کی عمّال شاہی سے نالش

اس ہنگامہ کے بعد سید جعفر جو عمّال شاہی سے مراسم رکھتے تھے سید نواز علی کے خلاف ناجائز قتل و غارت کا مقدمہ دائر کیا چونکہ اس زمانہ میں صوبہ دار اودہ تسخیر قلعہ جہانگیر آباد میں معروف تھا حکم ہوا کہ تدارک و تادیب سید نواز علی کی اِس مہم کے فتح ہونے کے بعد کیجائے گی۔ بہرحال بعد فتح مہم قلعہ جہانگیرآباد صوبہ دار اودہ ایک لشکر گراں لئے پورب بلاؤں پہونچا۔ سیّد نواز علی اس وقت اپنے قلعہ میں موجود تھے۔ مگر صوبہ دار یہ خبر سُن کر کہ سیّد نواز علی مونگپور میں قیام رکھتے ہیں فوج شاہی قبل اس کے پورب بلاؤں میں توقف کرے اس نے مونگپور کا رخ کیا۔ جب سید موصوف اُن کے عزم سے مطلع ہوئے بمقتضائے جوانمردی فوراً اپنی سپاہ قلعہ سے نکالکر مونگ پور روانہ ہوئے۔ ہنوز فوجِ شاہی مونگپور نہیں پہونچی تھی کہ اسکو خبر ملی کہ سیّد نواز علی پورب بلاؤں ہی میں مقیم ہیں فوجِ شاہی پھر واپس ہو گردی نگر

پہونچی تھی کہ طرفین میں مقابلہ شروع ہوگیا ایک سخت جنگ کے بعد سید نواز علی باقاعدہ پسپا ہو کر جنگ کرتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے اور قلعہ بند ہو کر لڑنا شروع کیا یہانتک کہ ایک ہفتہ گذر گیا سامان حرب از قسم گولی وبارود اب سید نواز علی کے پاس نہ تھا اس جہت سے سید موصوف نہایت متردد تھے جا کر اپنی مادر گرامی سے حقیقت حال بیان کیا کہ مقابلہ ایک قوی دشمن سے سے پیش ہے اور سامان حرب کچھ باقی نہیں رہا اس حالت میں کہ راہ تدبیر بالکل مسدود ہے جس سے سخت تردد لاحق ہے۔ اس معظمہ نے جواب دیا کہ اے فرزند اندیشہ مت کرو اسی روز کے واسطے تمہارے پدر عالی مقدار نے فلاں حجرہ میں بہت سا ذخیرہ گولی و بارود کا دفن کیا ہے اس کو نکال کر صرف میں لاؤ سید نواز علی اس کو تائید غیبی سمجھ کر پھر مقابلہ میں مصروف ہوئے اسی زمانہ محاصرہ میں فوج شاہی عیدگاہ کے میدان میں خیمہ زن تھی کسی وجہ سے صوبہ دار نے مجلس نشاط منعقد کی تھی اور رقص و سرود کی محفل گرم تھی سید نواز علی نے جو قلعہ پر سے مشعل کی روشنی دیکھی ایسا تاک کر گولی ماری کہ مشعل کا گل فرش پر گر پڑا۔ نشانہ کی اس مہارت کو دیکھکر صوبہ دار ادوہ نہایت خائف و ترساں ہوا قبل اسکے کہ صبح ہو مبلغ سات سو روپیہ بطور جرمانہ لیکر دار السلطنت کو لوٹ گیا۔

## ایک درویش کامل سے ملاقات

کہتے ہیں کہ سید نواز علی اگرچہ فنون سپہ گری میں عموماً مہارت تامہ رکھتے تھے مگر بالتخصیص نشانہ بازی میں یگانۂ روزگار تھے

ایک حکایت نقل کیگئی ہے کہ ایک روز سید موصوف شکار سے واپس ہوکر گھر آرہے تھے کہ اثناء راہ میں ایک درویش سے ملاقات ہوگئی اُس نے سوال کیا کہ نہایت بھوکا ہوں کچھ کھِلا کہ آسودہ ہوجاؤں سید موصوف نے جواب دیا کہ سوائے اِن چڑیوں کے جو شکار سے حاصل ہوئی ہیں اور کوئی شئے اِسوقت میرے ساتھ نہیں ہے۔ اگر آپ تھوڑی دیر توقف کریں تو کھانا آپ کیلئے مہیا کروں اس نے جواب دیا کہ اِسقدر طاقتِ برداشت باقی نہیں ہے انھیں چڑیوں کو بریان کیجئے۔ سید موصوف نے اپنے ہاتھ سے کباب تیار کئے اور فقیر کے سامنے رکھ دیئے فقیر نے نہایت آسودہ ہوکر کھایا اور کہا کہ بارالٰہا اس کا نشانہ بندوق کبھی خطا نہ کرے اور ہمیشہ صاحبِ اولاد رہے

## دوبارہ لشکر شاہی کا آنا اور آپ کا قید ہونا

بہر حال جب لشکر دار السلطنت کو واپس گیا اور سید نواز علی علاقہ پر بدستور قابض و متصرف رہے لیکن صاحبِ حوصلہ و شجاعت آدمی تھے اکثر اوقات جنگ وجدل میں گزرتے تھے اسوجہ سے چند روز کے بعد قرب وجوار کے زمینداروں کی نالش سے پھر شاہی فوج سید نواز علی کی تنبیہہ و تادیب کیلئے روانہ ہوئی جس وقت فوج مذکور رموکیبود پہونچی قلعہ کا دروازہ کھلا ہوا دیکھکر چاہا کہ اندر داخل ہوجائے اس وقت دو شخص جو سادات بلاؤں سے تھے اور زور و قوت۔ شجاعت و دلاوری میں وحید عصر و یکتائے روزگار تھے اور سید موصوف کے یہاں پہلوانوں میں ملازم تھے دروازہ قلعہ کی محافظت ان کے سپرد تھی تلوار گھسیٹ کر مقابلہ پر آمادہ ہوگئے

اور بادشاہی فوج کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا یہانتک کہ فوج شاہی پیچھے ہٹی اور اُن کو قلعہ کا دروازہ بند کرنے کا موقع مل گیا۔ لشکر شاہی واپس ہو کر اپنی فرودگاہ میں اُترا کہتے ہیں وہ پہلوان ایسے طویل القامت وعظیم الجثہ تھے کہ یومیہ چھ چھ سیر غلّہ تناول کرتے تھے بہر حال موتکپور کا لشکر شاہی نے ایک عرصہ تک محاصرہ رکھا اور طرفین سے معرکۂ جدال وقتال گرم رہا۔ ایک روز سیّد نواز علے فصیل قلعہ پر ٹہل رہے تھے کہ کسی وجہ سے پَیر کو لغزش ہوئی اور قلعہ کے نیچے آرہے جس وقت افسران فوجِ شاہی اس امر سے مطلع ہوئے فوراً سید موصوف کو گرفتار کر لیا اور بہ حراست تمام نقارہ بجاتے ہوئے دَارالسّلطنت کو کوچ کر گئے۔ یہ وقت فرصت دیکھ کر ایک راجہ امیٹھیا گڑھی موتکپور پر بلا مزاحمت غیرے قابض ودخیل ہو گیا۔ بہر حال جب فوج شاہی دَارالسّلطنَت میں پہونچی سیّد موصوف کو قید کر دیا گیا اور ایک مدّت قید میں بسر ہوئی۔

## قید سے رہائی اور موتکپور کا راجہ سے واپس لینا

ایک روز بادشاہ نے سیّد موصوف کو اپنے حضور میں بلایا اور کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم کو گھوڑے کی سواری میں بہت اچھی مہارت ہے تمہاری رہائی اس شرط سے منظور کی جاتی ہے کہ اگر تم میرے خاصہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگو اور میرے سوار تمہارا تعاقب کریں اور تم ان سے نکل جاؤ تو اپنی رہائی تصور کرو۔ سید موصوف نے قبول کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر مہمیز کی ہر چند رسالہ کے سواروں نے تعاقب کیا مگر

چونکہ عنایتِ الٰہی شاملِ حال تھی سیّد موصوف کی گرد تک کو نہ پایا سید موصوف کو
جب سواروں کے تعاقب سے اطمینان ہوگیا تو اس مقام پر ٹھہرنا خلاف مصلحت
سمجھ کر موتکپور روانہ ہوگئے چونکہ گڑھی موتکپور راجہ امیٹھیا کے قبضہ میں تھی اسلئے
راجہ بھریلا کی گڑھی کے قریب پہونچ کر اتر پڑے چونکہ وہاں کچھ ملازم و نیز
نائب الریاست ساکنان بیرانپور سے تھے حقیقت حال سے مطلع ہوتے نائب الریاست
سید موصوف کے تشریف لانے سے بہت خوش ہوا اور اس نے گڑھی موتک پور
چھڑانے کی یہ کوشش کی کہ پہلے چند مزدوروں کو آموں کے ٹوکرے لیکر موتکپور
بھیجا اور اُن کے عقب میں خود معہ چار سو نفر سپاہیان جرار کے روانہ موتکپور ہوئے
جس وقت مزدور گڑھی پہونچے دروازہ قلعہ کا بند دیکھ کر دستک دی راجہ کے
ملازموں نے دریافت کیا کہ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو جواب دیا کہ ہم مزدور ہیں
علاقہ کے باغات سے آم لیکر آتے ہیں۔ ملازمان راجہ نے یہ سن کر قلعہ کا پھاٹک کھولدیا
نائب الریاست جو اپنی فوج لئے گھات میں بیٹھا تھا فوراً حملہ کر کے قلعہ کے اندر معہ
فوج کے داخل ہوگیا اور راجہ کے سپاہیوں سے لڑنا شروع کردیا۔ آخر راجہ
کے سپاہی مقابلہ کی تاب نہ لاتے اور بھاگ کھڑے ہوئے بعد حصول فتح سیّد
نواز علی نے دوبارہ گڑھی موتکپور پر قبضہ پایا۔

## راجہ تلوئی کا پرگنہ بلاؤں کو تاراج کرنا

اسی زمانہ میں راجہ موہن سنگھ تلوئی بعد تاخت و تاراج قصبہ
رُدولی سورجپور پہونچا اور وہاں سے راجہ سورجپور کے اشارہ سے پرگنہ بلاؤں
میں آکر ٹھہر گیا اور چند روز میں تمام فصل کنوار و اگہن کو اپنے مویشیوں سے چروا کر

ضائع و برباد کر دیا چونکہ سادات پرگنہ بلاؤں اس سے مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے ناچار سب کو راہِ فرار اختیار کرنا پڑی بجز سید نواز علی کے جو بدستور اپنے قلعہ میں متمکن رہے اور طرفین سے کوئی ایک دوسرے کا کسی امر میں مزاحم نہیں ہوا کہ نوبت جدال و قتال کی پہونچتی۔ چند روز قیام کے بعد کوچ کر کے راجہ تلوئی واپس گیا

## دوبارہ راجہ تلوئی کا پرگنہ بلاؤں کی تاراجی کیلئے مویشی روانہ کرنا

دوسرے سال پرانے واقعات پر نظر کر کے کہ کسی کو اس سے مقابلہ کا یارا نہیں ہے کچھ جانور از قسم گائے و بھینس سپاہیوں کی ہمراہی میں پرگنہ بلاؤں روانہ کیا اور مثل سال گذشتہ کے پھر زراعت پامال ہونے لگی جس وقت دریائے گومتی سے اس کے مویشی اِس پار اُترے اور پورب بلاؤں میں داخل ہوئے سید نواز علی کو اطلاع ہوئی سال گذشتہ کے نقصانات کی تلافی کے خیال سے کل مویشیوں کو ضبط کر کے فروخت کر ڈالا سپاہیوں نے واپس ہو کر حقیقت حال سے آگاہ کیا راجہ سُن کر خاموش ہو رہا کچھ جواب نہ دیا۔ [۱]

---

[۱] ایک روایت یہ ہے کہ جب راجہ تلوئی کو مویشیوں کے فروخت ہو جانے کی اطلاع ہوئی تو نہایت غضبناک ہوا اور حملہ کرنے کا قصد کر دیا۔ فوج کمر بندی میں مصروف تھی راجہ کا رونسٹی بردار روٹی بنا رہا تھا۔ راجہ رونسٹی کے قریب کرسی پر بیٹھا تھا کہ ایکبارگی سید نواز علی نے دریا پار سے اپنے قلعہ پر سے بندوق سر کر دی رونسٹی بردار کے دونوں ہاتھ چھد گئے۔ راجہ یہ دیکھ کر خیمہ میں جا گھسا اور حکم واپسی فوج کا دیدیا اور کہا کہ سید نے مجھکو جان بوجھ کر چھوڑ دیا۔

سید نواز علی کی نسبت مسماۃ فاضلہ جو خاندان سید اصغر حسین زید پوری
سے تعلق رکھتی تھیں ہوئی تھی اُن معظمہ کے بطن سے سید عاشق محمد و سید کرم
اور ایک دختر مسماۃ فاطمہ پیدا ہوئی

# سید عاشق محمد

بعد انتقال سید نواز علی کے سید عاشق محمد قابض ریاست ہوئے
مگر چونکہ طبیعت عیش و عشرت کی طرف زیادہ راغب تھی اس لئے انتظام
امور ریاست میں خلل رہتا تھا چنانچہ مبلغ تین سو پچاس روپیہ غلام سنگھ
راجپوت ساکن حاتم پور سے قرض لئے اور پانچ سال گزرنے کے بعد اصل و
سود ملا کر دونا روپیہ ہو گیا۔ چنانچہ مبلغ سات سو روپیہ پر موضع اکبر پور
رہن کیا۔ راجپوت مذکور نے بعد تکمیل دستاویز قبولیت اپنے نام کرا لی
اور قابض و متصرف ہو گیا۔ سید عاشق محمد کی شادی زمینداران افلیج پور[1] کے
یہاں مسماۃ سوندھی بی بی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اُس محذومہ کے بطن سے لڑکے
اور لڑکیاں ملا کر سب گیارہ اولادیں پیدا ہوئیں لیکن سوائے دو لڑکے
سید جنگ علی مورثِ خاندان قادر پور و سید خادم علی اور ایک لڑکی
مسماۃ سنجیدہ کے کوئی باقی نہیں رہا۔ سید کرم ہمیشہ اپنے بھائی سید عاشق محمد
کے ساتھ رہے اور کبھی کوئی امر نزاع و خصومت کا درمیان میں نہیں آیا اُنکی
نسبت دہاد ہرائیں مسماۃ امانت کے ساتھ ہوئی تھی جن کے بطن سے ایک

---

[1] افلیج پور متصل حسن پور بندھوا واقع ہے۔

لڑکا جس کا نام اشرف علی تھا اور ایک لڑکی مسماۃ نیسا، پیدا ہوئی۔ سید اشرف علی دہلی میں فوج شاہی میں ملازم تھے عین عالم شباب میں کسی لڑائی میں لاولد قتل ہو گئے شاہ اسد اللہ جو درویش کامل تھے۔ سید عاشق محمد نے پورب بلاؤں سے ان کو لاکر سروں پور میں آباد کیا۔ مواضعات نواز نگر سید نواز علی کے نام سے اور اشرف نگر (ببرہا) سیّد اشرف علی کے نام سے آباد کیا۔ موضع ولی نگر بھی سید موصوف کے عہد میں آباد ہوا

## سیّد خادمِ علی

بعد قطع تعلق ریاست سید جنگ علی جنکا ذکر خاندانِ قادر پور میں انشاء اللہ آئے گا سید خادم علی ۱۱۷۹ھ مطابق ۱۷۶۵ء میں قابض ریاست ہوئے۔ مرد اُولوالعزم و جرّار تھے۔ اصابت رائے حُسن خلق و معاشرت میں نہایت ممتاز تھے۔ چنانچہ جملہ سادات پرگنہ بلاؤں سید موصوف کے وجود کو غنیمت جانتے تھے اور ہمیشہ اپنا محسن تصور کرتے تھے۔ امور مشکلہ میں ہمیشہ رائے لیتے تھے چونکہ چکلہ دار کے حضور میں اُن کی بڑی منزلت تھی اسی سبب سے اکثر مقدمات و معاملات میں جو حکاموں کے یہاں رُجوع ہوتے تھے بغیر مشورہ سید موصوف فیصل نہیں ہوتے تھے اور جس روز سید موصوف کسی حاکم کی ملاقات کو جاتے تھے جملہ سادات پرگنہ بلاؤں سید موصوف کے ہمراہ ہوتے تھے۔ زمینداران پرگنہ بلاؤں کے اضافہ و ترمیم و تشخیص مالگذاری میں سید موصوف اُن کی مدد کرتے تھے۔ جب تک فرد قبولیت پر سید موصوف کی ضمانت نہ ہوتی تھی دفتر شاہی میں داخل نہ ہوتی تھی۔ چکلہ دار یا عمّال سرکاری ہمیشہ تعظیم و تکریم سے پیش آتے تھے۔

## سید نواز علی کی چکلہ داری و سادات پرگنہ بلاؤں پر ظلم

جب سید نواز علی زیدپوری منصب چکلہ داری سنڈیلہ پر فائز ہوئے۔ سادات پرگنہ بلاؤں سے جو خصومت و عداوت اُن کو تھی اُنکو پریشان کرنے پر کمر باندھی اور میر شیر جنگ زمیندار موضع بھٹیا کو قتل کر ڈالا اور ظلم و بیداد کرنا شروع کیا اور حکم دیا کہ سادات میں سے کوئی اگر علاقہ سے ایک آم بھی اٹھائیگا تو وہ گرفتار کر کے عذاب شدید میں مُبتلا کیا جائے گا۔ سادات رفیع الدرجات ان کے ظلم سے نہایت دل تنگ ہوئے اور راہِ غربت اختیار کی۔ ناچار سید خادم علی نے بھی محمدی میں جاکر سکونت اختیار کی اور جہاں جس کو امن کا مقام ملا وہاں بھاگ کر پناہ لی۔

## پرگنہ بھلاؤں کا راجہ ندھی سنگھ کی جاگیر میں منتقل ہونا اور سادات کا پھر آباد ہونا

اُسی زمانہ میں نواب آصف الدولہ بہادر کے حضور سے پرگنہ بلاؤں راجہ ندھی سنگھ ساکن منہواں جو اردلیان شاہی سے تھا جاگیر میں عطا ہوا۔ چونکہ اس وقت پرگنہ بلاؤں بوجہ مفرور ہو جانے زمینداران و رعایا کے بالکل تباہ و برباد ہو رہا تھا راجہ نے یہ کیفیت دیکھکر فوراً ایک شخص کو سید خادم علی کے پاس محمدی بھیجا کہ جناب موصوف الذکر کو لے آوے۔ جب یہ خبر تمام سادات پرگنہ بلاؤں کو پہونچی جہاں جہاں کہ انھوں نے سکونت اختیار کی تھی وہاں سے مراجعت کر کے اپنے وطن میں واپس آئے اور اپنی اپنی ریاست پر قابض و متصرف ہوئے

# راجپوتوں پر ایک نظر

جس وقت پرگنہ بھدلاؤں ندھی سنگھ کی جاگیر میں سرکار شاہی سے عطا ہوا گوبند سنگھ راجپوت نے فتنہ و فساد برپا کرنا شروع کیا۔ یہ شخص نہایت عالی ہمت و مرد شجاع تھا اور اُولوالعزمی میں اپنے وقت کا یکتائے روزگار تھا۔ کہتے ہیں کہ اکبرپور سے مہواگرہ تک دریائے گومتی کی طغیانی کے زمانے میں برابر تیرتا ہوا چلا آتا تھا اور خاص و عام میں ایسا اثر قائم کئے ہوئے تھا کہ کسی کو یارائے مقابلہ نہ تھا۔ اپنے مال و متاع سامان جنگی پر نظر کر کے تین سو نفر سپاہ جرار اس نے ملازم رکھے تھے۔ اکبرپور کو سید عاشق محمد کے زمانہ میں ذریعہ رہن حاصل کر کے ایک مکان وہاں تعمیر کئے ہوئے تھا۔ ایک مکان مہواگرہ میں بطور گڑھی کے تیار کر رکھا تھا جس میں بالاشتراک سکونت رکھتا تھا۔ چونکہ اس مقام پر راجپوتوں کا ذکر آگیا ہے اس لئے مختصر حال ان کا بیان کیا جاتا ہے مسمیان غلام سنگھ و عجب سنگھ راجپوتان ساکنان بیسواڑہ گردش زمانہ سے اپنا وطن چھوڑ کر سید نواز علی کے زمانہ میں بلاؤں آئے۔ سید موصوف نے بنظر رعیت پروری حاتم پور میں آباد کر کے اپنی ملازمت میں رکھ لیا۔ اور بہت سی مراعات ان کے ساتھ کیں۔ علاوہ تنخواہ کے تلوار اور گھوڑا ان کو عطا کیا۔ بعد سید نواز علی کے ان لوگوں نے روپیہ کے لین دین میں بہت بڑا اقتدار حاصل کر لیا۔ مسمی غلام سنگھ اکبرپور کو اور مسمی ندہان سنگھ بلوئی کو بذریعہ رہن اپنی قبولیت میں لے آئے اور قابض و متصرف ہوئے۔ چونکہ ندہان سنگھ ملازمان شاہی میں خصوصیت رکھتا تھا امور زمینداری کا انتظام غلام سنگھ اپنے چچا کے سپرد کر کے خود ملازمت

پر رہتا تھا بہرحال بعد انتقال غلام سنگھ کے اس کا بیٹا گوبند سنگھ اُس کا قائم مقام ہوا
اسقدر زور و قوت اس نے بہم پہونچالیا اور غرور و نخوت میں سرشار ہوا کہ ادائے
مالگذاری میں تمردی و سرکشی اختیار کی اور ڈاکہ زنی شروع کی۔ ربدت سنگھ پدر
دند سنگھ زمیندار بھٹا کو قتل کر ڈالا اُس پر بھی اس نے اکتفا نہ کی موضع بھٹا
میں شب خون مار کر رعایا کے گھروں کو تاراج کر کے آگ لگادی آخر الامر دیگر ن و
زمینداران بھٹا نے جو میاں الماس علی خاں کی جاگیر میں شامل تھا استغاثہ دائر کیا
انھوں نے نواب آصف الدولہ بہادر سے عرض کیا کہ گوبند سنگھ و ندہان سنگھ
راجپوتان ساکنان پرگنہ بھدلاوں جو راجہ ندھی سنگھ کی جاگیر سے تعلق رکھتے
ہیں میری جاگیر پر شبخوں مار کر اسکو تاخت تاراج کیا کرتے ہیں۔ نواب بہادر کے
حضور سے راجہ ندھی سنگھ کے نام فرمان جاری ہوا کہ فوراً اُن بدنہاد ان
گوبند سنگھ و ندہان سنگھ کو اسیر کر کے روانہ کرو اور اگر گرفتار نہ ہو سکیں تو
ان کے سر کاٹ کر اپنجانب کے حضور میں بھیجو ورنہ تمہاری جاگیر ضبط کرلی
جائے گی۔ جس وقت راجہ مذکور فرمان واجب الاذعان سے مطلع ہوا اسادہو
سنگھ کمیدان اپنے چھوٹے بھائی کو جو اس وقت قلعہ پورب بلاؤں کا عامل
تھا وہ حکم دیا جس نے تعمیل حکم سلطانی میں اسی وقت سے فکر کرنا شروع کی
لیکن کسی صورت سے ان شقاوت شعاروں کے گرفتار کرنے پر قادر نہ ہوا۔
بالآخر سید خادم علی کو طلب کیا اور حکم سلطانی سے آگاہ کیا۔ سید موصوف
نے یہ سوچ کر کہ ایسا نہ ہو کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اُسوقت اُن کا تدارک سخت
مشکل ہو جائے گا کہا کہ میں اس امر عظیم میں اپنے یہاں مشورہ کرلوں اُسوقت
جواب دیسکتا ہوں چنانچہ مکان تشریف لائے اور تخلیہ میں اپنے بھائی اور
ملازمان معتمد کو طلب کیا اور حقیقت حال بیان کی سیوادو بے و شیخ غلام حسین نے

جواب دیا کہ آپ مطمئین رہیں اِس اَمرِ اہم کے سرانجام دینے میں اور ان کا کام تمام کرنے میں ہم لوگ ہر وقت موجود و تیار ہیں۔ سید خادم علی نے جو اپنے سپاہیونکو آمادہ و مستعد دیکھا کمیدان سے حقیقت حال بیان کی آخرالامر کل تدابیر پر اتفاق کر کے عامِل موصوف نے گوبند سنگھ راجپوت کو قلعہ میں طلب کیا۔ وہ ناتجربہ کار اپنی بہادری کی حرارت اور غرور و نخوت کے زعم میں یوم مقررہ کو معہ اپنی سپاہ کے قلعہ میں داخل ہوگیا۔ عامِل موصوف نے لظاہر بہت تعظیم و تکریم کی اور حکم دیا کہ صحبتِ رقص ان کے واسطے ترتیب دیجائے اور دعوت کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر کیا جائے۔ چنانچہ بعد فراغتِ صحبتِ رقص و طعام جس وقت عامل موصوف سے رخصت ہونے کے لیئے جارہا تھا سیّد خادم علی کے سپاہی جو کمینگاہ میں بیٹھے تھے ان میں سے سیوا دوبے نے بندوق جھونکدی اور شیخ غلام حسین نے لپک کر تلوار سے اُس کا سر کاٹ لیا ملازمان گوبند سنگھ یہ حالت دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے۔

## نِدہان سنگھ کا قتل اور اکبر پور و مہوا گڑھ کا پھر شامل تعلقہ متونکپور ہونا

جس وقت گوبند سنگھ کے قتل کی خبر ندہان سنگھ کو پہونچی جو اس وقت پرگنہ دریاباد کا عامل تھا کمال رنج و ملال میں سپاہِ موجودہ قلعہ کو ساتھ لے کر انتقام لینے کی غرض سے بھدلاؤں روانہ ہوا اور ایک مقام پر ٹھہر کر ارادہ کیا کہ قلعہ شاہی میں شبخون مارے لیکن اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوا آخر پانچ سو سپاہیان جرار کو ساتھ لے کر تماد رلپور پر شبخون مارا اور فصل ربیع کا کھلیان پھونکدیا۔ رعایا کے گھروں کو لوٹ کر آگ لگادی اسی اثنا میں

ایک برہمن لونر پور کا رہنے والا جو اس وقت قادر پور میں سکونت رکھتا تھا آگ لگی ہوئی دیکھ کر کوٹھے پر چڑھ گیا دیکھا کہ ایک شخص نقرئی ڈاب لگائے برگد کے درخت کے نیچے کھڑا ہے آگ کی روشنی میں اس نے شناخت کر لیا کہ یہ ندہان سنگھ ہے فوراً بندوق سر کر دی قضائے الہٰی سے گولی کاری پڑی اور فوراً کام تمام ہو گیا اس کے سارے ہمراہی یہ حال دیکھ کر اس کی لاش لیکر بھاگ گئے بعد قتل گو بند و ندہاں سنگھ دوسرے راجپوت جو اِن سے تعلق رکھتے تھے سب بحالت سراسیمگی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مبلغ آٹھ ہزار روپیہ جو اُس وقت مالگذاری سرکار دولتمدار ان کے ذمہ واجب الادا تھا سید خادم علی نے ادا کر کے دونوں موضعوں کی قبولیت اپنے نام کرالی اور قابض و متصرف ہوئے منجملہ آٹھ ہزار کے مبلغ چھ ہزار روپیہ محصول راہ داری دریائے گومتی تھا جس کا روپیہ بیش سال سے راجپوتوں نے نہیں ادا کیا تھا۔

## سیّد خادم علی و جنگ علی میں بٹوارہ

جب حکومت مستقلہ سیّد خادم علی کے چالیس سال گزر چکے میر امام بخش تقسیم حصہ پر آمادہ و مستعد ہوئے اور سیّد جنگ علی اپنے باپ سے منشا ظاہر کیا مگر سید جنگ علی جو بوجہ اُس محبت کے جو اپنے چھوٹے بھائی سے رکھتے تھے کسی طرح راضی نہ ہوئے یہانتک کہ چند دلوں کے بعد سید خادم علی نے بوجہ پیرانہ سالی سید فضل احمد اپنے بیٹے کو انصرام امور علاقہ داری میں دخیل کیا اِس بات سے میر امام بخش نہایت دِل تنگ ہوئے اور باپ سے شکایت کی کہ اب مجھکو تاب ضبط نہیں ہے اگر اِس وقت میں نے

اپنا حصّہ تقسیم نہ کرلیا تو پھر میں حصّہ نہ پا سکوں گا۔ آخر میر امام بخش کے اصرار سے سید جنگ علی تقسیم حصّہ پر بمشکل راضی ہوگئے میر امام بخش نے مہربان سنگھ قانونگو کے ذریعہ سے سید خادم علی کے پاس پیغام بھیجا۔ سید موصوف نے جواب دیا کہ ضرورت علاقہ کی تقسیم کی نہیں ہے میں نے چالیسؔ سال مستقلاً حکومت کی ہے اگر یہ امر میر امام بخش کے مزاج کے خلاف ہے تو میں کاروبار علاقہ سے قطع تعلق کرتا ہوں اور معینہ گذارہ پر جیسا میر جنگ علی پاتے تھے میں بھی اکتفا کرتا ہوں۔ بنظر مساوی مراتب مناسب ہے کہ چالیسؔ برس تک اب میر امام بخش علاقہ پر حکومت کریں۔ میر امام بخش نے جواب دیا کہ مجھکو خواہش حکومت علاقہ کی نہیں ہے۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا ہو تقسیم کر دیا جائے۔ سیّد خادم علی نے جواب دیا کہ اگر اسی پر اصرار ہے تو دیہات ریاست بحصہ مساوی تقسیم کرلیں۔ میر امام بخش نے کہا کہ جب خاندان میں رواج جیٹھانسی کا ہے تو مساوی تقسیم پر میں کسی طرح راضی نہیں ہو سکتا ہوں۔ سید خادم علی نے جواب دیا کہ بہتر ہے۔ جس طرح تم مناسب سمجھو تقسیم کرلو۔ چنانچہ میر الطاف حسین تعلقدار بلاؤں کو ثالث قرار دے کر معہ چند صاحبان ارباب برادری کو طلب کر کے بلحاظ جیٹھانسی[1] علاقہ سنہ ۱۲۱۵ فصلی میں تقسیم ہو گیا۔

---

[1] جیٹھانسی یعنی ایک و ڈیڑھ۔

## نقل چِٹھی بٹوارہ حِصّہ میر جنگ علی و خادم علی بابتہ ۱۲۱۵ف

هوالمالو بگہ
۱۰ ۱

حِصّہ سیّد جنگ علی ______ للعہ سالہ بگہ ۰۱۷ ۱

| | | | |
|---|---|---|---|
| جین پور ______ | ساہ بگہ | دیورہ ______ | الماہ بگہ |
| مال | سوائے | مال | سوائے |
| سایہ بگہ ۰۰۵ ۱ | لہ بگہ ۰۱۴ ۱ | سالو بگہ ۷ ۱ | ہو بگہ ۱۷ ۱ |
| بہوگلا ______ | المایہ بگہ ۱۷ ۱ | مِنہواں ______ | لمالہ بگہ |
| مال | سوائے | مال | سوائے |
| المالہ بگہ ۱۰ ۱ | لہ بگہ ۱۷ ۱ | لما ے ۱۰ ۱ | للعہ بگہ ۱۰ ۱ |
| اشرف نگر ______ | سالو بگہ ۰۰۵ ۱ | قادر پور ______ | لمایہ بگہ ۱۸ ۱ |
| مال | سوائے | مال | سوائے |
| ۲یہ بگہ ۱۷ ۱ | بگہ ۱۷ ۱ | ساہ بگہ ۱۵ ۱ | سایہ بگہ ۳ ۱ |
| اکبر پور ______ | المایہ بگہ ۰۰۲ ۱ | گڑھی خاص ______ | سایہ بگہ ۱۰ ۱ |
| مال | سوائے | مال | سوائے |
| اللو بگہ ۱۹ ۱ | مایہ بگہ ۰۰۳ ۱ | ۲ہ بگہ ۱۶ ۱ | ما بگہ ۱۴ ۱ |

## حصہ سیّد خادم علی ———— [illegible] بیگہ [illegible]

| | | | |
|---|---|---|---|
| پورہ چندرمن | [illegible] بیگہ [illegible] | مال: [illegible] بیگہ ۱۲ [illegible] | سوائے: [illegible] بیگہ [illegible] |
| موتکیپور | [illegible] بیگہ ۱۹ [illegible] | مال: [illegible] | سوائے: [illegible] بیگہ [illegible] |
| بہادرنگر | [illegible] بیگہ | مال: [illegible] بیگہ ۰۱۲ [illegible] | سوائے: [illegible] بیگہ [illegible] |
| منہوان | [illegible] بیگہ | مال: [illegible] بیگہ | سوائے: [illegible] بیگہ |
| سرونپور | [illegible] بیگہ ۸ [illegible] | مال: [illegible] بیگہ ۰۱۵ [illegible] | سوائے: [illegible] بیگہ ۰۱۲ [illegible] |
| گڈھی خاص[1] | [illegible] بیگہ | مال: [illegible] بیگہ ۱۱ [illegible] | سوائے: [illegible] بیگہ ۹ [illegible] |

الف ————

مہندی لال منصری ۔ لکھا سو سہی

---

[1] گڈھی خاص سے مراد پورب بلاؤں ہے ۔

## راجہ سور جپور کا پرگنہ بلاؤں پر حملہ

سیّد خادم علی کے زمانہ میں اکثر تنازعہ سرحدی ترائی موضع بہادر نگر و موضع بھوگلا کی نسبت راجہ سور جپور سے پیش آتے ۔ اور اس کے موضع دیوری کا دعویدار ہو کر راجہ مذکور نے فوجکشی کردی اس زمانہ میں فصل ربیع قریب تیاری کے تھی ایکہزار آٹھ سو سپاہیوں کی جمعیت سے موضع جردی میں آکر قیام کیا اور زراعت کٹا ڈالنے کے ارادہ سے سو نفر مزدور ہمراہ لیکر دیوری پہونچا جس وقت یہ خبر سید خادم علی کو پہونچی بالقصد سپاہیان جرار کی جمعیت سے پورب بلاؤں سے بھوگلا میں آکر قیام کیا راجہ مذکور کے مزدور جو زراعت کاٹنے میں مصروف تھے سید خادم علی کے لشکر کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے راجہ کے سپاہیوں نے جب یہ حالت دیکھی بدن میں رعشہ پڑ گیا اور بلا دریافت حال ایسی سراسیمگی سے ایک ساتھ بھاگے کہ جردی میں جاکر دم لیا۔ سید موصوف فتح فیروزی کے ساتھ واپس پورب بلاؤں ہوئے ۔

## عام حالات

نسبت اول سید خادم علی کی سماۃ نعائل ہمشیرۂ میر محمد مسیح سرائے میر کے یہاں ہوئی اور اس مخدّرہ کے بطن سے سیّد فضل احمد اور ایک دختر مسماۃ راحت النساء پیدا ہوئی اس کے بعد اس مرحومہ نے انتقال کیا دوسری نسبت سیّد موصوف کی سماۃ صاحب النساء دختر محفوظ علی خاں ریاست دار بلہرہ جو کہ

اس زمانہ میں مع اہل و عیال کے سلیم پور میں استقامت رکھتے تھے کے ساتھ وقوع میں میں آئی اُس مخدومہ کے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ وزیراُ پیدا ہوئی جو سید حسین بخش قادر پور کو بیاہی گئی اور اس محترمہ کے بطن سے سید حاجی حسین پیدا ہوتے ۔ سید خادم علی نے ۲۶ صفر سنہ ۱۲۳۳ھ کو وفات پائی ۔

## فصل دوم

# سید فضل احمد

بعد انتقال اپنے باپ کے وراثتاً ریاست جدّی پر اور ولایتاً اپنے بیٹے نابالغ کی طرف سے تعلقہ میر بشارت علی پر بلا کسی نزاع و خصومت کے قابض ہوئے نہایت عابد و پرہیزگار ، کریم النفس و حلیم الطبع شخص تھے ۔ حق شناسی و خدا پرستی میں متصف فقراء و مساکین کے ساتھ بہ محبت پیش آتے تھے اور نیک سلوک کرتے تھے دونوں تعلقوں کی قبولیت آپ کے نام تھی ادائے مالگذاری و تعمیل احکامات سرکاری میں کوشش بلیغ کرتے تھے ۔ جب تک سید غلام امام جو آپ کے بڑے بیٹے تھے اور سید بشارت علی کے متبنیٰ تھے زندہ رہے کوئی نزاع یا مخالفت ظہور میں نہیں آئی ۔

نقل قبولیت تعلقہ گڑھی جدّی مع تعلقہ بشارت علی بہ قبولیت میر خادم علی سنہ ۱۲۱۲ف

| | | |
|---|---|---|
| میر بشارت علی و خادم علی مرحوم | علی پور | |
| م | م | لہ سالانہ ۵ |

| پٹہ | نانکار |
|---|---|
| سہ ساہیہ ۸ر | ا ساؤسیہ ۸ر |

## قبولیت تعلقہ بشارت علی

بشارت علی در ۱۱۹۵ف انتقال کردہ وقبولیت تعلقہ بشارت علی

من ابتدائے ۱۱۹۵ف لغایۃ ۱۲۱۵ف کہ تقسیم تعلقہ جدی خادم علی وجنگ علی شدہ بہ قبولیت تعلقہ مذکور ماندہ ۱۵ سال

ولبعد تقسیم حصہ جدّی از ۱۲۱۶ف لغایۃ ۱۲۲۳ف تعلقہ بشارت علی تمام وکمال بہ قبولیت فضل احمد ماندہ ۸ سال

## سید غلام امام کا انتقال اور حصہ بشارت علی پر میر امام بخش کا دعویٰ

جب سید غلام امام کا انتقال ہوگیا سید امام بخش نے دعویٰ نسبت ترکہ بشارت علی دائر کردیا۔ ابھی اس جھگڑے کا کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ نواب سعادت علی خاں کے حضور سے مرزا امام بخش منصب چکلہ داری پرگنہ دریاباد پر فائز ہوئے۔ چونکہ سید فضل احمد سے بہت مراعات رکھتے تھے یہ چاہا کہ ان کا فیصلہ خود کردیں مگر چونکہ حقیقت کے فیصلہ بدوں نواب صاحب کی اجازت کے ممکن نہ تھے اس لئے ایک عرضداشت اس مضمون کی ارسال کی کہ سید فضل احمد ومیر امام بخش تعلقداران پرگنہ بھدلاؤں نسبت ترکہ سید بشارت علی متوفیہ آپس میں مخالفت

رکھتے ہیں اور مستعد جدال و قتال پر ہیں اس صورت میں اگر حضور اجازت عطا فرمادیں تو خانہ زاد آستانۂ دولت اُن کے حقوق کا فیصلہ کردے تاکہ آپس کی نزاع دُور ہو جائے۔ عرضداشت کے جواب میں حکم صادر ہوا کہ تم اس مقدمہ میں دست اندازی نہ کرنا یہاں سے امین مقرر ہوا ہے جو تنازع کا فیصلہ کردیگا

## بارگاہِ سلطانی سے امین مقرر ہونا

آخرالامر امین سُکھ لال سنگھ بنا بر انفصال مقدمہ متنازعہ حضور سلطانی سے مقرر ہوا اور قصبہ دریاآباد میں آکر قیام کیا۔ میر امام بخش و سیّد فضل احمد اس روز دریاآباد میں موجود تھے۔ سید امام بخش کو جس وقت امین سرکاری کے ورود کا حال معلوم ہوا۔ بہت مشوش ہوئے۔ قصد بھاگ جانے کا کیا۔ مگر مرزا امام بخش چکلہ دار کی رائے دریافت کرکے فسخ عزیمت کیا۔ بعد حصول ملاقات حقیقت حال امین مذکور سے بیان کی اُس کے بعد سید فضل احمد ملاقات کو گئے اور بہ توضیح تمام کل کیفیت مقدمہ متنازعہ کی کہہ سنائی۔ سکھ لال سنگھ نے فریقین کے بیان سُنکر بمصداق قول مشہورہ قضیہ زمین برسر زمین۔ دریاآباد سے کوچ کرکے پورب بلاؤں آئے اور مہربان سنگھ تالونگو کے مکان پر قیام کیا شاہی عامل سے جریب و مردہا کو طلب کرکے بعد چالش کل تعلقہ سید لشارعلی میں سے پچاس بیگہ آراضی مسماۃ رہسن زوجہ سید غلام امام کے گذارہ میں مقرر کی اور مابقی سید امام بخش و فضل احمد میں تقسیم کردی۔ چونکہ یہ فیصلہ مخالف مقصود سید فضل احمد کے ظہور پذیر ہوا۔ گھر میں قیام خلاف مصلحت سمجھ کر لکھنؤ روانہ ہوئے اور دارالسلطنت میں پہونچکر ایک عرضداشت بہ ناراضی فیصلہ امین مہ

ثبوت اپنی حقیت کے جناب نواب بہادر کے حضور میں گزرانی ۔پیگاہ نواب بہادر سے دستخط ہوتے ۔ تنہا پیش قاضی روی راضی آئی ۔حالانکہ مضمون دستخط عرضداشت سید موصوف کے خلاف نہ تھا مگر اپنے منافی مطلب سمجھ کر لکھنؤ سے بھاگ آئے اسی سبب سے این کے فیصلہ کا اجرا جسمیں رضامندی فریقین لازمی تھی نہ ہو سکا اور جھگڑا باقی رہا ۔

## امرت لعل کا چکلہ دار مقرر ہونا اور میر امام بخش کا بھاگ کر لوٹ مار کرنا

چند روز کے بعد امرت لعل پانڈے منصب چکلہ داری پر فائز ہوا چونکہ چکلہ دار مذکور سید فضل احمد پر نظر التفات رکھتا تھا ۔میر امام بخش حاکم وقت کی رائے اپنے خلاف دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ ڈاکہ زنی و تاخت تاراج کا طریقہ اختیار کیا ۔انتظام علاقہ میں تباہی و ابتری رونما ہوئی ۔جب یہ خبر سرکار دولت مدار تک پہونچی ۔اس فتنہ و فساد کے دفع کرنے کا حکم فوج کے نام صادر ہوا کہ تعلقہ پورب بلاؤں میں اسوجہ سے قیام کرے کہ میر امام بخش کسی رعایا کو پریشان و صدمہ نہ پہونچانے پائیں ۔ایک دستہ اس میں سے موضع بہوگلا میں تعینات ہوا اور دوسرے نے لفیر پور میں (نسی پور) طرح اقامت ڈالی ۔ ایک روز سید امام بخش نے شبخوں مار کر دستۂ متعینۂ موضع بہوگلا کو قتل کر ڈالا ۔جب یہ خبر سرکار کو پہونچی سخت تدارک عمل میں لایا گیا ۔میر امام بخش نے سوائے بھاگ جانے کے کوئی چارہ نہ دیکھا ۔اور بھاگ کر کیبار میں پناہ لیا ۔ اسی وجہ سے امرت لعل کے زمانہ میں بھی مقدمۂ متنازعہ کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا ۔یہاں تک کہ چند روز کے بعد غازی الدین حیدر بادشاہ اودہ کا زمانہ ہوا ۔

## لالہ سیوک رام کی چکلہ داری اور امور متنازعہ کا جبراً ثالثی فیصلہ ہونا

امرت لعل پاٹک اپنے عہدہ سے معزول ہوا اور اس کے بجائے لالہ سیوک رام چکلہ دار مقرر ہوئے۔ میر امام بخش نے ایک عرضداشت رگھو دوبے کے ذریعہ سے دستہ سپاہیان کے قتل کے جرم سے بریت کیلئے چکلہ دار کے حضور میں گزرانی۔ چکلہ دار مذکور نے حکم دیا کہ اگر میر امام بخش حاضر ہوں تو میں انکو امان دیتا ہوں۔ رگھو دوبے نے عرض کی کہ اگر سرکار امان دیتے ہیں تو وہ حاضر ہوں گے۔ رگھو دوبے نے مع الخیر واپس ہو کر سید امام بخش سے حقیقت حال بیان کی اور تاکید کی کہ بلا توقف آپ چل کر چکلہ دار مذکور سے ملاقات کیجئے۔ میر امام بخش نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً چکلہ دار کی ملاقات کو روانہ ہوئے۔ جس وقت میر امام بخش کے آنے کی خبر لشکر میں مشتہر ہوئی اس پلٹن کے سپاہی جس کے دستہ کو قتل کیا تھا مخاصمت پر کھڑے ہو گئے اور قتل کر ڈالنے کا ارادہ کیا۔ بالآخر چکلہ دار کی رائے حاصل کر کے میر امام بخش وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور گسیامئو میں دم لیا۔ چونکہ چکلہ دار میر امام بخش پر التفات رکھتا تھا وہاں کے ضلعدار کو حکم دیا کہ میر امام بخش کو ایک روپیہ یومیہ دیا کرے۔ آخر کار حسب الحکم چکلہ دار سید امام بخش نے چند روز وہاں قیام کیا۔ چکلہ دار نے ایک عرضداشت اس مضمون کی بادشاہ کے حضور میں ارسال کی کہ کمترین نے سید امام بخش کو عدم ثبوت قتل دستہ سپاہیان میں امان دیکر طلب کیا تھا۔ جس وقت حاضر ہوا پلٹن کے سپاہی ناحق عداوت سے پیش آئے اور قتل کر ڈالنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اس سبب سے وہ پھر بھاگ گئے۔ اب انکے حق میں جو کچھ حکم حضور صادر

فرما دیں تعمیل کردں ۔ دستخط ہوئے کہ خود پلٹن مذکور امان دیگران کو دے آوے اور اگر انکار کرے فوراً برطرف کردیجائے ۔ جب حکم سلطانی اس طرح موصول ہوا پلٹن کے سپاہیوں نے امان دیکر سید امام بخش کو گسیا مئو سے لاکر چکلہ دار کے سامنے پیش کیا چونکہ سید امام بخش نے چکلہ دار کی التفات اپنے اوپر مبذول دیکھی اپنے مقدمات کے فیصلہ کی کوشش کرنے لگے اور ایک مدت تک اس کی ہمراہی میں رہے ۔ القصہ چھ مہینہ کے بعد چکلہ دار نے حکم دیا کہ سید فضل احمد و میر امام بخش اپنا فیصلہ ثالثی کرالیں لیکن فضل احمد چکلہ دار کی رائے اپنے خلاف دیکھکر اس پر راضی نہ ہوئے یہانتک کہ سید موصوف پر سختی شروع ہوئی اور قید کی دہمکی دیگئی ۔ ناچار اظہار رضامندی کیا پس مہربان سنگھ قانونگو ۔ سید غلام نبی زمیندار موضع اسندرہ ۔ چودہری ہدایت علیخاں تعلقدار بروُلی وزور آور خاں زمیندار ساتن پوروہ ثالث قرار پائے اور موضع پورب بلاؤں میں فراہم ہوئے اور بعد بیان فریقین فیصلنامہ لکھا کہ علاقہ سید بشارت علی درمیان سید فضل احمد و امام بخش و مسماۃ رہسن زوجہ غلام امام میں مساوی تقسیم کردیا جائے اور ایک ثلث جو حق مسماۃ کا ہے وہ بعد اُن کے انتقال کے سید فضل احمد و میر امام بخش باہم مساوی تقسیم کرلیں ۔ بعد تصدیق فیصلنامہ حسب الحکم چکلہ دار میر بشارت علی کے علاقہ کی تقسیم حسب ذیل قرار پائی ۔

مواضعات مُسلّم موضع دلی نگر بسید فضل احمد ۔ موضع نورپور سید امام بخش موضع منسارہ بحصہ مسماۃ رہسن زوجہ غلام امام باقی دیہات باستثنائے پورب بلاؤں کے تین تہارا تقسیم ہوئے ۔

شعر

خلاف رائے سُلطان رائے جُستن
بخون خویش باشد دست شُستن

## رام سنگھ و ڈند سنگھ کا باز پورہ پر قبضہ کرنیکی نیت سے فوج لے کر آنا

رام سنگھ زمیندار موضع بہٹہ اور ڈند سنگھ زمیندار موضع تالا نے باز پورہ کا دعویٰ شروع کیا۔ کل پرگنہ گڑا پو کو جمع کر کے قریب چھ ہزار سپاہیوں کے دریائے گومتی سے اتر کر مواضعات باز پورہ، حاتم پور (دولتی) میں قیام کر دیا جب یہ خبر سید فضل احمد و میر امام بخش کو پہونچی اُن کی مدافعت پر قریب تین ہزار سپاہیوں کے لے کر موضع اکبر پور و اشرف نگر میں مورچے قائم کئے۔ قریب تھا کہ جنگ و جدل کی نوبت آجائے کہ راجہ اڑاؤ سنگھ کمراداں صلح کے لئے درمیان میں پڑے اور رام سنگھ وغیرہ اپنے اپنے مقام کو واپس گئے۔ سید موصوف کے زمانہ میں نصف موضع قصبہ اور نصف جلالپور ذریعہ رہن مبلغ پندرہ سو روپیہ پر شامل تعلقہ ہوا۔ پہلی نسبت سید موصوف کی مسماۃ بسیرہ دختر میر بشارت علی سے ہوئی جنہوں نے لاولد انتقال کیا۔ پھر دوسری بیٹی سید بشارت علی کی مسماۃ چاند بی بی کے ساتھ سید موصوف کا عقد ہوا۔ اس معظمہ کے بطن سے صرف ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام غلام امام تھا۔ پھر تیسرا عقد سید موصوف کا مسماۃ مونا (المتوفی ۱۲۴۷ھ) دختر میر امید علی زمیندار قصبہ کے ساتھ ہوا۔ جن سے سیّد غلام جعفر و سید حیدر حسین و سید علی احمد و سید مہدی حسین پیدا ہوئے۔ سیّد موصوف نے ۱۳ ماہِ رمضان المبارک روز جمعہ ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۸۴۶ء کو انتقال فرمایا اور موتک پور کے امام باڑہ میں پچھلے درجہ میں دفن ہوئے۔ سید موصوف نے ایک مسجد موتک پور میں تعمیر کرائی۔

## نقل واصل باقی سوائے بقبولیت فضل احمد موتہ تعلقہ میر بشارت علی بعد تقسیم حصہ میر خادم علی و جنگ علی بابتہ سنہ ۱۲۱۵ فصلی

**سنہ ۱۲۱۵ ف تعلقہ میر بشارت علی و تعلقہ جزی**

[illegible]

مزرعہ

نانکار — پٹہ

[illegible]

**سنہ ۱۲۱۶ ف قبولیت فضل احمد**

[illegible]

مزرعہ — مال — سوائے

[illegible]

نانکار — پٹہ

[illegible]

**قبولیت فضل احمد سنہ ۱۲۱۷ فصلی**

[illegible]

مزرعہ — [illegible] کمی

[illegible]

مجرا نانکار — پٹہ

[illegible]

**قبولیت فضل احمد سنہ ۱۲۱۸ ف عملداری مرزا امام بخش**

[illegible]

مزرعہ

نانکار — پٹہ

[illegible]

[illegible] درعمل امانی جیت سنگھ

[illegible]

تعلقہ بشارت علی — تعلقہ فضل احمد

[illegible]

**بقبولیت فضل احمد سنہ ۱۲۱۹ فصلی**

[illegible]

**بقبولیت فضل احمد سنہ ۱۲۲۰ فصلی**

[illegible]

للعہ مزرعہ مال سوائے

[illegible]

مجرا نانکار پٹہ

[illegible] [illegible]

قبولیت فضل احمد سنہ ۱۲۲۱ ف ناظم جعفر علیخان

[illegible] [illegible]

للعہ مزرعہ

مجرا نانکار پٹہ

[illegible] [illegible]

سنہ ۱۲۲۳ فصلی ناظم رام سیوک

[illegible] [illegible]

للعہ مزرعہ

نانکار پٹہ

[illegible] [illegible]

للعہ مزرعہ

مجرا نانکار پٹہ

[illegible] [illegible]

قبولیت فضل احمد سنہ ۱۲۲۲ ف ناظم نائب امر دیال و کندن لعل

[illegible] [illegible]

للعہ مزرعہ

نانکار پٹہ

[illegible] [illegible]

عملداری مرزا باقر علیخان قبولیت فضل احمد سنہ ۱۲۲۴ ف

[illegible] [illegible]

[illegible] مزرعہ جمع نورپور منہائی رشد

[illegible]

---

[illegible]

نانکار پٹہ

[illegible] [illegible]

منہائی نورپور [illegible]

---

[illegible]

فرد تقسیم جمع جزوی بقبولیت فضل احمد تعلقہ کلاں از سنہ ۱۲۱۵ فصلی لغایت سنہ ۱۲۲۴ فصلی سالانہ ۱۰ سال

# سیّد غلام امام ابن سیّد فضل احمد

جب سماۃ چاند بی بی مادر سید غلام امام نے وفات پائی۔ سید بشارت علی سید موصوف کو اپنے گھر لائے اور مثل اولاد کے تربیت و پرورش میں ان کے مشغول ہوئے اور چند روز کے بعد سید موصوف کو اپنا متبنّیٰ و جانشین کیا اور اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ پس سید خادم علی اور ان کے بعد سید فضل احمد یکے بعد دیگرے ولایتاً از جانب سید غلام امام ان کی حیات تک قبولیت دار اور قابض ریاست رہے یہانتک کہ سید غلام امام سن شباب کو پہونچے۔ دفعتاً عارضہ جُذام میں مُبتلا ہوئے۔ اِس حال کو سید فضل احمد ان کے والد بزرگوار نے دیکھ کر بتقاضائے محبت پدری سماۃ رہن دختر میر فضل علی سنگورہ طیب سے عقد کردیا کہ شاید کوئی اولاد ہو جائے اور ان کی نسل صفحہ دنیا پر باقی رہے۔ مگر چونکہ کارکنانِ دیوان قضا نے اُن کی قسمت میں اولاد نہیں لکھی تھی ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ وہ نہال گلشنِ سیادت پچیس ۲۵ سال کو پہونچکر ۱۳ شعبان ۱۲۳۶ھ کو لاولد انتقال کرگیا۔ بمجرد اس واقعہ کے سید امام بخش نے کمر منازعت پر باندھی اور دعویٰ متروکہ بشارت علی کا اٹھایا۔ جس کے مفصّل واقعات سید فضل احمد کے بیان میں درج ہوئے ہیں اور اکثر ذکر سید حاجی حسین خاندان قادر لوہ کے بیان میں آویگا لالہ سیوک رام عکلہ دار کے زمانہ میں فیصلہ ثالثی ہوا جس میں ایک ثلث متروکہ سیّد بشارت علی حصّہ بیوہ سید غلام امام قرار پایا جس کو اُس معظّمہ نے اپنی عالی حوصلگی سے محض سیر پر اکتفا کرکے اپنا کل ایک ثلث حصّہ سیّد فضل احمد کی اولاد کو دے دیا جو اب تک ان کی اولاد میں موجود ہے۔ آخر بعد مدّت دراز بتاریخ ۹ ماہ رجب ۱۲۶۸ھ مطابق ۳۰ اپریل ۱۸۵۲ء کو اُس معظّمہ نے رحلت فرمائی۔ بعد وفات اُس مرحومہ کے

وہ سیر بھی جو موضع منسارہ میں تھی سید فضل احمد کی اولاد کے تصرف میں آئی اور حسب وصیت اُن مرحومہ کے نعش باغ واقعہ موتک پور میں جو اُن معظمہ کی لگائی ہوئی تھی اور اب کربلا کے نام سے موسوم ہے اور تعزیہ بھی دفن ہوتے ہیں سپرد خاک ہوئی یہ پہلی قبر ہے جو اس باغ میں بنائی گئی اس کے بعد یہی باغ موتک پور کا موجودہ قبرستان قرار پایا۔

# سید علی احمد ابن سید فضل احمد

راجہ دھوکل سنگھ چکلہ دار کے زمانہ میں ملازمت شاہی اختیار کی اور بعہدہ اُولسداری ممتاز ہوئے اور زمانہ حکومت راجہ مذکور تک بدستور ملازم رہے جس وقت راجہ مذکور اوج حکومت سے معزول ہوئے سید موصوف بھی ترک ملازمت کر کے مکان چلے آئے۔ علمہائے آہنی جو سرکار شاہی سے عطا ہوئے تھے ساتھ لے آئے جو اب تک موتک پور میں موجود ہیں اور نذر امام باڑہ کر دیئے گئے ہیں۔ چند روز کے بعد موضع بہادر نگر کو گذارہ میں لے کر باتفاق برادران خود بسر کرنے لگے۔ بہت ظریف اور نفیس المزاج آدمی تھے۔ طعام ہائے لذیذ اور پوشاک خوش تراش سے بہت رغبت تھی اسی وجہ سے خاندان میں بانکے میاں مشہور تھے۔ عقد سید موصوف کا مسماۃ بتول دختر شیخ خدا بخش کنفی کے ساتھ ہوا تھا۔ اُس معظمہ کے بطن سے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں اول مسماۃ عظیما جو سید اصغر علی کے سلک ازدواج میں آئیں دوسری مسماۃ بلیما جو سید اکبر علی کے ساتھ منعقد ہوئیں تیسری مسماۃ حلیماجن کا عقد سید کلب حسین کے ساتھ ہوا۔ بہر حال ایک مدت دراز تک سید موصوف نے عیش و عشرت میں بسر کی۔ آخر عمر میں عارضہ جذام میں مبتلا ہوئے ہر چند علاج کیا گیا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ یہاں تک کہ تاریخ ۹ ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۹ھ

کر اس جہان فانی سے رحلت فرمائی ۔ الحاصل بعد انتقال سید موصوف کے اُن کی زوجہ باتفاق برادران شوہر کے اکل و شرب یکجائی میں بسر کرتی رہیں جب زمانہ حکومت انگریزی کا آیا بربنا ئے رواج خاندان حصۂ سید علی احمد کا کھیوٹ بنام مسماۃ بتول المتوفی ۱۲۹۶ھ ہوا ۔ آخر زمانہ حیات میں مسماۃ موصوفہ نے کل جائداد شوہری اپنی بمعاوضہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ بذریعہ دستاویز ہبہ بالعوض مصدقہ محکمہ رجسٹری ایک ثلث بنام سید اصغر علی ۔ ایک ثلث بنام سید کلب حسین و ایک ثلث بنام سید احمد حسین و محمد حسین منتقل کر دی ۔ بعد چند روز کے موہوب الیہم نے اپنی جانب سے درخواست داخل خارج عدالت انگریزی میں دی ۔ دیگر برادر زادگان سید علی احمد عذرداری کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ لیکن بلحاظ قبضہ داری حکم داخل خارج بنام موہوب الیہم صادر ہو گیا اور دعویٰ مدعیان خارج ہو گیا ۔ اس حال میں سید صفدر حسین و سید باقر علی نے باتفاق یکدیگر بربناء رواج خاندان کہ بحالت وجود برادر و برادر زادگان لڑکیوں کو حصۂ متروکہ پدری میں نہیں ملتا ہے ۔ دعویٰ استقرار حق حین حیاتی بنام جناب موصوفہ و موہوب الیہم عدالت دیوانی میں پیش کر دیا ۔ ہنوز نوبت فیصلہ کی نہ آئی تھی کہ جناب موصوفہ نے بتاریخ ۷ رماہ ذیقعدہ ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۲ راکتوبر ۱۸۷۹ء بمرض تپ باری علیل ہو کر اس جہان فانی سے رحلت فرمائی ۔ اسی سبب سے دعویٰ متدائرہ مدعیان کہ بربنائے استقرار حق حین حیاتی تھا خارج ہو گیا ۔ سید علی احمد حسب وصیت درگاہ سید علیم الدین میں دفن ہوئے ۔

## سید مہدی حسین ابن سید فضل احمد

زمانہ شباب میں نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے زمانہ میں مدت دراز تک

میاں سید علیخاں نواب ناظر ملکہ زمانیہ کی رفاقت میں رہے نواب صاحب موصوف انکو بہت معزز و گرامی رکھتے تھے اور سید موصوف کی پاسداری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے جس وقت نواب موصوف کا انتقال ہوگیا سید موصوف اپنے گھر چلے آئے اور باتفاق برادران خود بسر کرنے لگے۔ اتفاق سے ایک تقریب شادی سید ممتاز علی قصبہ کے یہاں پیش آگئی سید موصوف بھی معہ اپنے بھائیوں کے شرکت تقریب کی غرض سے قصبہ گئے اُسی زمانہ میں مسماۃ امیرن المتوفی ۱۲۹۶ھ جو جنگلو طوائف ساکن ادہولی کی کنیز تھی زمرہ ارباب نشاط میں اُسی تقریب میں آئی تھی سید موصوف کا کچھ میل خاطر ہوا بعد واپسی کے اُس کو اپنے مکان پر طلب کیا اور اس مکان میں جس کو مسماۃ رہن زوجہ سید غلام امام نے اپنی حیات میں تعمیر کرایا تھا مہمان رکھا اور اس کی صحبت سے آرزوئے دلی حاصل کیا۔ بعد چند روز کے مصلحتاً اس کو رخصت کرنا پڑا۔ جس وقت وہ اپنے گھر پہونچی سید موصوف نے بپابندی ان عہود و مواثیق کے جو مسماۃ مذکور سے کئے تھے سید ممتاز علی ساکن قصبہ و میر اشرف علی و مراد علی وانگنوں خدمتگار کو ادہولی روانہ کیا کہ مخفی طور سے اُس کے مکان پر جا کر جس طرح ممکن ہو اس کو بھگا لاویں اور سید موصوف کے پاس پہونچا دیں۔ وہ لوگ تعمیل حکم کی غرض سے ادہولی پہونچے اور مسماۃ مذکور کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔ جنگلو طوائف جب حقیقت حال سے مطلع ہوئی اس کے برادری کے لوگ اور اہل قریہ دوڑ پڑے اور چاہا کہ مسماۃ مذکور کو ان سے چھین لیں لیکن اسی اثناء میں بارش زور شور سے ہونا شروع ہوگئی اس سبب سے اہل قریہ مجبوراً واپس گئے۔ پس سید ممتاز علی وغیرہ نے ان سے اماں پا کر باطمینان خاطر مسماۃ مذکور کو سید موصوف کے پاس پہونچا دیا۔

## جنگلو طوائف کی نالش اور سید غلام جعفر کی روپوشی

جنگلو طوائف بحضور کندن لال پانک چکلہ دار مستغیث ہوئی یہاں تک کہ
ایک حکمنامہ بنام سید غلام جعفر اس مضمون کا صادر ہوا کہ بمقدمہ جنگلو طوائف بہ تعمیل تمام
حاضر سرکار ہو ورنہ تدارک سخت عمل میں آوے گا۔ سید غلام جعفر نے مقدمہ مذکور میں حاضر ہونا
اپنی توہین کے خیال سے خلاف مصلحت دیکھ کر معہ اہل و عیال کے راہِ فرار اختیار کی۔
سید غلام جعفر کے ساتھ سید محمد حسین تعلقدار مصطفےٰ آباد و سادات قصبہ بھی بھاگ کھڑے
ہوئے۔ جب یہ خبر سرکار کو پہونچی چکلہ دار نے مکان سید غلام جعفر واقعہ گڈھی موتیکپور
معہ جنگل و مکانات سادات قصبہ واقع موضع قصبہ و جلالپور کو منہدم و مسمار کر ڈالا۔
سید غلام جعفر نے معرفت سابقہ کے خیال سے راجہ دہونکل سنگھ چکلہ دار علاقہ جاگیر سے
ملاقات کی اور حقیقت حال بیان کی چونکہ وہ نہایت صاحب مروت تھا اور اگلی
دوستی کا خیال کر کے بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور کہا کہ جب تک امن و سکون
کی صورت نہ پیدا ہو آپ مع اہل و عیال کے میرے لشکر میں قیام کیجئے۔ جہاں کہیں
بھی جاؤں گا آپ میرے ساتھ رہیں گے۔ چکلہ دار موصوف نے ایک مکان اُنکے
رہنے کے لائق زمینداران قریہ سے کہ متصل فرودگاہ لشکر واقع تھا مستعار کیا اور
اس میں بہت عزت سے اتارا۔ اسی طرح سید غلام جعفر نے دو سال تک چکلہ دار
کے لشکر میں بسر کیا۔ یہاں تک کہ اسی زمانہ میں سید مہدی حسین نے اپنے والدین
کو پیام دیا کہ یا تو مسماۃ مذکور کی یکجائی اپنے اہل و عیال کے ساتھ منظور کیجئے ورنہ مجھ
سے ہاتھ اٹھائیے۔ اگرچہ یہ ایک طرح سے نہایت شاق و دشوار امر تھا لیکن والدین
سید موصوف نے بمقتضائے محبت فرزندی ناچار منظور کیا پس اس مقام سے مسماۃ مذکور
عیال سید فضل احمد کے ساتھ آکر شامل ہوگئی اور کوچ و مقام میں یکجائی خورد و نوش
میں بسر کرنے لگی۔ جس وقت مہونہ کے مقام پر پہونچے کسی حادثہ سے فیمابین مسماۃ
مذکور و عیال سید فضل احمد سے نزاع ہوگئی۔ اس سبب سے مسماۃ مذکور نے اُن سے

کنارہ کر کے علیحدگی اختیار کی اور لشکر کے چودھری کے گھر میں اتر پڑی۔ اس کے بعد اس مقام سے یہ صورت پیدا ہوئی کہ جس موضع میں عیال سید فضل احمد کے قیام کرتے تھے اسی موضع میں مسماۃ مذکور بھی دوسرے گھر میں ٹھہرتی تھی اسی زمانہ فرار میں مسماۃ کے بطن سے ایک لڑکا مسمی رحم علی پیدا ہوا لیکن چند روز کے بعد انتقال کر گیا۔ بعد دو سال گزرنے کے جب کندن لال پاٹک عہدہ چکلہ داری سے معزول ہوا تو سید فضل احمد معہ اہل وعیال کے پھر وطن مالوف میں واپس آئے لیکن چونکہ مکانات مسمار کر ڈالے گئے تھے اس لئے تا تعمیر اہل وعیال سید فضل احمد کے میر سعادت علی پٹی سید کے گھر میں مقیم رہے اور بعد چند روز کے جب مکانات تعمیر ہو گئے تو وہاں سے آکر آباد ہوئے۔

## سیّد مہدی حسین کا باپ سے حصہ طلب کرنا اور بسفارش ٹھاکر مدار بخش لاکھو پور بگہ ۷۵ سیر دلا پانا

اسی زمانہ میں مسماۃ مذکورہ چند روز پورہ چندرمن میں مقیم رہی اُسکے بعد رسول خاں موتکپوری کے گھر میں طرح اقامت ڈالی۔ کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں کیفیت حمل کی مسماۃ پر ظاہر ہوئی۔ ہنوز نوبت وضع حمل کی نہ آئی تھی کہ ایکدوسرے کے درمیان میں عقد ہو گیا۔ بعد مدت معہود کے رسول خاں مذکور کے گھر میں مسماۃ مذکورہ کے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ تعویزن پیدا ہوئی۔ اسی حال میں سید مہدی حسین نے ایک مکان کی پورہ قلندر میں جو اب پورہ مہدی کہلاتا ہے بنا فرمائی اور وہاں رہنے لگے۔ چند روز کے بعد سید مہدی حسین نے اپنے باپ کی حیات میں تقسیم حصہ کا دعوی کیا اور سپاہی جرار ملازم رکھے اور پیام تقسیم حصہ کا دیا۔ مگر مطلب نہ حاصل ہوا۔ آخر بھاگ کر لاکھو پور پہونچے اور ڈاکہ زنی شروع کر دی چند روز اسی طرح لوٹ مار میں بسر کرتے رہے یہانتک کہ ٹھاکر مدار بخش درمیان میں پڑے اور دھمکہ

پچھتر بیگہ سیر موتک پور و منسارہ میں گزارہ کے لئے سید فضل احمد سے دلوادی۔ جب آپس کا نفاق جاتا رہا سید مہدی حسین لاکھوپور سے گھر میں آکر آباد ہوئے۔ ایک زمانہ گزرنے کے بعد سماۃ کے بطن سے ایک لڑکا مسمی غلام عباس پیدا ہوا۔ سید مہدی حسین نے ایک مکان اندرون احاطہ گڈھی موتک پور میں تعمیر کیا اور بود و باش سماۃ مذکور کی اب یہاں قرار پائی اُس زمانہ سے اور انتزاع سلطنتِ اودہ تک سید مہدی حسین اسی سیر پر گزر اوقات کرتے رہے۔ اکثر ان کے بھائی سیّد حیدر حسین علاوہ گزارہ معینہ کے معقول اعانت بھی کرتے تھے۔

## سیّد مہدی حسین کا سرکار انگریزی میں حصّہ کا دعویٰ کرنا اور سوائے سیر حقیت کا دعویٰ خارج ہونا

بہرحال زمانہ سرکار انگریزی میں بند و بست سرسری میں تصدیق کھیوٹ کے وقت نسبت اندراجِ اسم غلام عباس فیما بین سید مہدی حسین و سید اکبر علی تکدر و ملال باہم پہونچا۔ آخر کار سید مہدی حسین نے نسبت اندراجِ اسم غلام عباس کے دعویٰ دائر کر دیا لیکن بعد روبکاری عدالت انگریزی سے سوائے پچھتر بیگہ سیر کے جو دخل و قبضہ میں تھی حصّہ کا انعدام متصوّر ہوا اور دعویٰ سید مہدی حسین کا خارج ہوگیا۔ پھر بند و بست پختہ کے زمانہ میں سید مہدی حسین دعویدار حقیت ہوئے لیکن بربنائے بحث میعاد سماعت پھر دعویٰ متدائرہ خارج ہوگیا اس کے بعد سیّد موصوف نے غلام عباس کو سماۃ بگن دختر آغا مہدی علی خاں لکھنوی کے ساتھ منعقد کیا۔ لیکن قبل اس کے غلام عباس بطور مخفی ایک عقد سماۃ عیوض دختر میر ریاست علی لکھنوی کے ساتھ کر چکے تھے لہذا جس وقت دختر آغا مہدی علی خاں کو گھر میں لائے غلام عباس نے فوراً سماۃ عیوض زوجہ اُولیٰ کو بھی مکان میں لاکر داخل کر دیا۔ چند روز اسی طرح نہ گزرے تھے کہ ہر دو زوجہ کے درمیان

نزاع واقع ہوگئی۔ چونکہ غلام عباس کی ماں زوجہ ثانیہ پر مراعات رکھتی تھیں اس لئے غلام عباس دوسرا مکان اسی مکان کے متصل تعمیر کر کے زوجہ اولیٰ کے ساتھ رہنے لگے اور اپنی ماں پر اس قدر ظلم روا رکھا کہ وہ متحمل نہ ہوئیں اور اپنے شوہر کے بھائیوں کے مکان میں اٹھ آئیں یہاں تک کہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۸۷۴ء میں بعارضہ تپ وبائی علیل ہو کر بتاریخ ۱۰ ماہ ذی الحجہ اس جہان فانی سے گزر گئیں۔ بہرحال جب ماں کی طرف سے اطمینان خاطر ہوگیا تو سید مہدی حسین پر اس عالم پیری میں ظلم و بیداد کرنا شروع کیا۔ آخر سید موصوف نے بھی ۱۲ ماہ محرم ۱۲۹۸ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۸۸۱ء کو عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ سوانحات عمری سید موصوف میں ایک امر لائق توضیح ہے کہ آیا عقد سید موصوف کا مسماۃ کے ساتھ واقع ہوا یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کیونکہ جس زمانہ میں سید موصوف نے دعویٰ وقوع عقد کیا تھا مولوی ظفر علی یکچشم نے شہادت دی تھی لیکن اکثر کا اتفاق اس پر ہے کہ عقد نہیں ہوا تھا۔ اگر مان لیا جائے کہ عقد ہوا تو وہ عقد ناجائز تھا کیونکہ وقوع عقد زمانہ وجود حمل میں تا مدت وضع جائز نہیں ہے۔ واللّٰہ اعلم عنداللّٰہ العظیم

غلام عباس کی زوجہ مسماۃ بگّن کے بطن سے ایک لڑکا محمد عسکری عرف مُلاقی اور ایک لڑکی صغرا بیگم پیدا ہوئیں۔ محمد عسکری کا عقد سکندر بیگم ساکن لکھنؤ کے ساتھ ہوا جن سے ایک لڑکی بدرالنساء عرف ببّن اور ایک لڑکا باقر حسین عرف بچھن پیدا ہوئے۔ بدرالنساء کا عقد اشرف حسین لکھنؤ کے ساتھ ہوا اور باقر حسین تقریباً ۲۸ سال کی عمر میں ناکتخدا لکھنؤ میں فوت ہوئے ان کے انتقال کے چند سال بعد دسمبر ۱۹۵۶ء میں اُن کی ماں سکندر بیگم کا بھی لکھنؤ میں انتقال ہوگیا۔ بدرالنساء عرف ببّن کے کوئی اولاد نہیں ہے۔

صغرا بیگم کا عقد لکھنؤ میں عاشق حسین کے ساتھ ہوا اور ایک لڑکی منیرہ بیگم اور ایک لڑکا محمد یوسف پیدا ہوئے۔ منیرہ بیگم کا عقد مرتضیٰ حسین عرف للّن ساکن لکھنؤ کے ساتھ ہوا اور اس وقت پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ بعد تقسیم ہندوستان اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان چلی گئیں اور وہیں کی سکونت اختیار کرلی۔ محمد یوسف فاتر العقل ہیں بعد تقسیم یہ بھی پاکستان چلے گئے۔ اِن کی شادی نہیں ہوئی ہے ان کی ماں صغرا بیگم ہندوستان ہی میں رہیں اور انھوں نے پاکستان جانا پسند نہیں کیا مگر ۱۹۵۵ء میں محبت مادری نے مجبور کر کے پاکستان جانے پر مجبور کر دیا غلام عباس کی زوجہ مسماۃ عیوض کے بطن سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ایک عالم شباب میں فوت ہوئی اور دوسری کی شادی لکھنؤ میں ہوئی۔

# باب سوم

## شجرہ نمبر ۲ خاندان
## موتک پور
## مع حالات

### فصل اوّل
سیّد غلام جعفر ابن سیّد فضل احمد

### فصل دوم
سیّد کلب حسین۔ سیّد رضا حسین۔ سیّد حسین۔ سیّد حسن

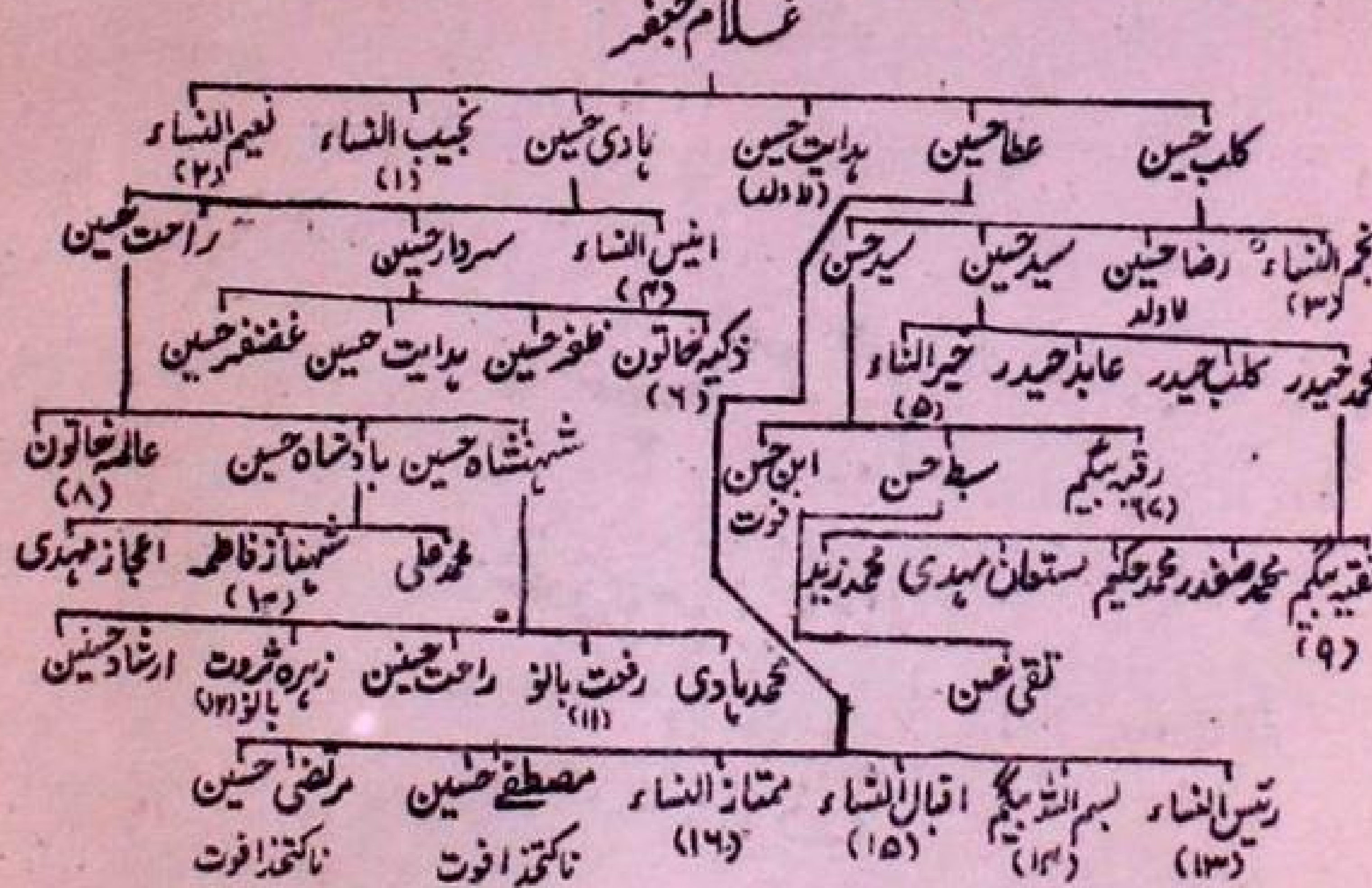
### فصل سوم
سیّد عطا حسین۔ سیّد مصطفیٰ حسین۔ سیّد مرتضیٰ حسین

### فصل چہارم
حکیم سیّد ہدایت حسین

### فصل پنجم
سیّد ہادی حسین۔ سیّد سردار حسین۔ سیّد راحت حسین

نوٹ: اس باب میں حالات نومبر ۶۲ء تک لکھے گئے ہیں۔

# شجرہ نمبر۲ خاندان موتک پور اولاد غلام جعفر




## یادداشت متعلق دختران :-

(۱) زوجہ صادق حسین حکیم بلاؤں (۲) زوجہ صفدر حسین موتک پور (۳) ناکتخدا فوت (۴) زوجہ چودھری ارشاد حسین۔ ردولی (۵) زوجہ سید بادشاہ حسین موتک پور (۶) زوجہ علی ضامن نقوی۔ قصبہ شکارپور۔ضلع بلند شہر (منتقل پاکستان) (۷) زوجہ سید عالم علی قصبہ نگرام ۔ضلع لکھنؤ (منتقل پاکستان) (۸) زوجہ ڈاکٹر مجتبیٰ حسین دائرہ شاہ اجمل ۔ الہ آباد (منتقل پاکستان) (۹) عمر بارہ سال (۱۰) عمر دو سال

(۱۱) عمر آٹھ سال۔

(۱۲) عمر چار سال۔

(۱۳) (۱۴) (۱۵) ناکتخدا فوت

(۱۶) زوجہ سجاد حسین ۔ موضع کٹوارہ ضلع کچہری

# فصل اوّل

## سید غلام جعفر ابنِ سید فضل احمد

پہلا عقد سید غلام جعفر کا مسماۃ مٹھان دختر بسالت خان عثمانپوری کے ساتھ ہوا گو کہ اُس زمانہ میں خان موصوف کا انتقال ہو چکا تھا لیکن پیر بخش خاں اُن کے بیٹے نے نہایت فراخ حوصلگی سے اپنی بہن کی شادی کی اور علاوہ زیور و اسباب کے ایک ہزار روپیہ نقد مع موضع گنجریا کے جہیز میں دے کر اس کا ہبہ نامہ سید موصوف کے نام کرا دیا۔ اس معظّمہ کے بطن سے دو لڑکے یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے جو صغر سنی میں انتقال کر گئے۔ تیسرے مسمی نظام علی جو تین چار سال بقید حیات رہے آخر اُن کا بھی صغر سنی میں انتقال ہو گیا آخر اسی غم میں اُنکی مادر گرامی عارضہ دِق میں مبتلا ہوئیں اور چند روز کے بعد سلیم پور میں اپنی بہن کے گھر میں انتقال کر گئیں۔ جو بغرض علاج وہاں قیام پذیر تھیں۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں سید علی احمد موتک پور سے بغرض عیادت سلیم پور جا رہے تھے کہ راستہ میں خبرِ وفات سُنی چاہا کہ ان کی نعش بلاؤں لاویں مگر میر مظفر علی سلیم پوری اُس قرابت سے جو اُن معظّمہ سے وہ رکھتے تھے مانع ہوئے۔ آخر ٹھاکر پیر بخش کو اطلاع کیگئی۔ خان موصوف نے جواباً تحریر فرمایا کہ اول بلاؤں بعد اس کے عثمان پور میں دفن کرنا مناسب ہے۔ آخر میر مظفر علی نے بعد تجہیز و تکفین اس مرحومہ کو سید علی احمد کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے نعش اس مرحومہ کی بلاؤں لا کر بمشایعت سادات رفیع الدرجات سپرد خاک کیا۔ چونکہ ٹھاکر پیر بخش کوئی وارث نہ رکھتے تھے چاہا کہ کسی کو اپنا وارث بنائیں جو بعد ان کی وفات کے اُن کا قائمقام ہو اِسی نیت سے بہوہ کا قصد کیا۔ ہر چند چاہتے تھے کہ فتح بہادر خاں کو تبنیت کی غرض سے لاویں لیکن ان کے

اوضاع و اطوار خان موصوف کے پسند نہیں آئے۔ فسخ عزیمت کر کے گڈھی موتکپور پہونچے۔ سید فضل احمد سے سیّد غلام جعفر کو اپنی تبنیت میں لینے کی درخواست کی۔ جب سید فضل احمد نے درخواست خان موصوف کی قبول کی۔ سید غلام جعفر کو بہت خوشی کے ساتھ عثمانپور لائے۔ اور دستاویز ہبہ نامہ ارباب برادری سے مہریں کرا کے پسران شیخ مٹھو کے سپرد کیا کہ جوار کے بھائیوں سے تصدیق کرا کے داخل کریں۔ ہنوز نوبت تصدیق کی نہ آئی تھی کہ خان موصوف کو اتفاقاً دردِ گردہ ہوا ڈو روز اسی کرب میں مبتلا رہ کر تیسرے روز گڈھی سیدپور سے عثمان پور آئے۔ لیکن قبل اسکے کہ عثمان پور پہونچیں روح جسدِ خاکی سے پرواز کر گئی اور عثمان پور میں دفن ہوئے پسران شیخ مٹھو جو ہمراہ رکاب تھے اس واقعہ سے مطلع ہو کر نمک حرامی پر کمر باندھی اور جس قدر جلد ممکن ہوا گڈھی سیدپور پہونچکر مال و اسباب جو کچھ خان موصوف کا وہاں تھا لیکر بھاگ گئے۔ سید غلام جعفر خان موصوف کی نعش کو عثمانپور لائے اور تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے آخر بعد ادائے رسم سیوم مسماۃ نور بی بی زوجہ خان موصوف نے امورِ ریاست سید غلام جعفر کے سپرد کیا۔ سید موصوف باعانت میر ظلِ حسین چکلہ دار سدہور اس فساد کے فرو کرنے میں مصروف ہوئے جو بعد وفات خان موصوف رونما ہوئے تھے۔

## پسران شیخ مٹھو کی نمکحرامی اور میاں ہینگا کا قید ہونا

بعد چند روز کے مسماۃ موصوفہ نے ذریعہ ہبہ نامہ کل جائداد شوہری بنام سید موصوف منتقل کر دی۔ اس حال سے مطلع ہو کر پسران شیخ مٹھو نے رعایا کے گھروں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ جب میر ظل حسین عہدۂ چکلہ داری سے معزول ہوئے اور ان کے بجائے سیوا سنگھ چکلہ دار سدھور مقرر ہوئے

حسین بخش پسر شیخ مٹھو ان کے حضور میں حاضر ہوا اور تعلقہ عثمان پور کی قبولیت اپنے نام سے داخل کر دی۔ اس حالت کو دیکھکر سید موصوف مخالفت سرکار پر نظر کر کے عثمان پور کا قیام اپنے خلاف مصلحت دیکھکر معہ زوجہ خان موصوف کے گڑھی سید نپور آئے اور وہیں قیام اختیار کیا۔ بعد چند روز کے معاملات کی درستی کے لئے لکھنؤ گئے چونکہ سید موصوف کا گڑھی سید نپور پر بدستور قبضہ قائم تھا اس لئے حسین بخش مذکور نے ایک روز غافل پاکر سیوا سنگھ چکلہ دار سے مدد لیکر معہ فوج سرکاری کے گڑھی کا محاصرہ کرلیا۔ یہانتک کہ نوبت تیغ و تفنگ کی پہونچی۔ سپاہیان غیور باوصف قلت سامانِ حرب کثرتِ فوج کو کچھ دھیان میں نہ لائے اور کمال جرارت سے حرب و پیکار قائم رکھی۔ یہانتک کہ دو روز علی الاتصال طرفین سے ہنگامہ جدال و قتال گرم رہا۔ تیسرے روز اسی جنگ میں سید موصوف کے سپاہیوں سے سید اشرف علی عالم پوری قتل ہو گئے اور میاں ہنگا و خدا بخش سرسینی امیر فوج سلطانی ہوئے۔ اب شیخ حسین بخش سید موصوف کے قتل کی فکر میں پڑا کیونکہ اپنے عدم استحقاق سے اسکو یقین تھا کہ جب تک سید موصوف کا وجود باقی ہے آخر کو یہی اس کی حکومت کے زوال کا باعث ہوگا یہ ارادہ کیا کہ کسی مکر و فریب سے جناب موصوف کو صدمہ پہونچائے۔ بس یہ تدبیر سوچکر سید موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت چرب زبانی سے اظہارِ اطاعت شروع کیا کہ جو خطا مجھ سے ہوئی ہے اُس کی عفو تقصیر چاہتا ہوں بندہ کو آپ نمک خوار قدیم سے تصور فرماویں اور بدستور گڑھی سید نپور میں قیام فرماویں اور انتظام ریاست میں مصروف ہوں اور میری طرف سے اطمینان خاطر رکھیں سید موصوف اسکی چرب زبانی سے متاثر ہو کر گذشتہ باتوں کا لحاظ نہ کر کے گڑھی سید نپور آئے اور سکونت اختیار کی۔ اُس عیارِ ستم شعار نے علیحدہ ایک مکان میں سکونت اختیار کی اور اسقدر اخلاص و اطاعت کا اظہار کیا کہ سید موصوف

اس کی طرف سے بالکل مطمئین ہو گئے۔ آخر ایک رات کو موقع پاکر مع فوج سرکار کے حملہ کر کے گڈھی کے اندر داخل ہو گیا۔ سید موصوف اس وقت مع اپنے سپاہیوں کے سو رہے تھے کہ فوجِ شاہی صحن میں داخل ہو گئی ایک سپاہی جو پہرہ پر تھا اس نے دوڑ کر سیّد موصوف کو بیدار کیا اور حقیقت حال بیان کی اور کہا کہ جس طرح ممکن ہو آپ اس ہلاکت سے اپنے کو بچائیں۔ اس حالت کشمکش میں جبکہ راہِ چارہ و تدبیر بالکل مسدود تھی۔ سید موصوف مع چند سپاہیوں کے جو اس وقت بیدار ہو سکے ہمراہ لیکر فوراً دیوار سے نیچے کود پڑے اور جس قدر جلد ممکن ہوا گڈھی بھلول پہونچے دوسرے سپاہی جو بمصداق النوم اخ الموت اسی طرح عالم خواب میں رہے۔ جس وقت بیدار ہوئے اپنے کو فوجِ سلطانی میں اسیر پایا۔ اُس کو باطن کو حقیقت امر سے اطلاع نہ تھی اِدھر اُدھر بہت تلاش کیا آخر جب حال معلوم ہوا نہایت متاسف ہوا۔ ناچار مال و اسباب لوٹنا شروع کیا جب اس تدبیر سے کامیابی نہ ہوئی تو مع اپنے بھائیوں کے علاقہ میں لوٹ مار شروع کی اور رعایا پر ظلم کرنے لگا۔ رعایا اس کے ظلم سے از حد عاجز ہوئی چونکہ مظالم جناب احدیت میں پسندیدہ نہیں ہیں سبب پیدا ہو گیا کہ سیوا سنگھ چکلہ دار جو آج تک اسکا معاون و مددگار تھا۔ رنجیت سنگھ دہنو رہرہ کے ہاتھ سے قتل ہو گیا اور بجائے اُس کے ستیا رام پانڈے عہدۂ چکلہ داری سدہور پر فائز ہوا۔ اس حالت میں کہ مسمی بھگونت سنگھ پانڈے جو ایک مدت سے عثمانپور کی حکومت کی خواہش رکھتے تھے منتظرِ وقت فرصت تھے چکلہ دار کے حضور میں حاضر ہو کر تعلقہ عثمانپور کی قبولیت اپنی جانب سے داخل کر دی اور میاں ہینگا و خدابخش کو کہ اسیر فوجِ سلطانی تھے اپنی حراست میں لینا چاہا۔ آخر چکلہ دار کی اجازت سے اُن کو گڈھی لاکھوپور لائے۔ خدابخش کو چھوڑ دیا اور میاں ہینگا کو اس امید پر کہ شاید ان کی بہن مسماۃ

نور بی بی اپنے بھائی کی محبت میں عثما بنور کا علاقہ اس کے نام منتقل کر دیں اسی طرح مقید رکھا۔ جب اس تدبیر میں کامیاب نہ ہوا۔ پس اُس معظمہ کی گرفتاری کی فکر میں پڑا اور مقام کٹہیا سے جو اُس وقت چکلہ دار کا دار الصدر تھا فوج لیکر گڈھی موتیکپور پر دوڑ لایا لیکن نہایت بے سروسامانی کے ساتھ شکست کھا کر واپس گیا۔

## کیفیت رہائی میاں ہینگا

واضح ہو کہ میاں ہینگا اسقدر جسیم وقوی ہیکل تھے کہ چلنے پھرنے سے بالکل مجبور تھے۔ کہتے ہیں کہ قلیل مسافت بھی طے کرنا ان کے لئے ایک امر محال تھا۔ حالت ظاہری پر نظر کر کے پانڈے مذکور ان کے بھاگ نکلنے سے بالکل مطمئین تھا۔ چونکہ ایک عرصہ قید میں گزر چکا تھا اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ آلات قید جسم سے دور کر دیئے جائیں محض حراست کافی ہے۔ چونکہ میاں ہینگا نہایت ظریف و صناع تھے اور حسنِ تقریر، حکایات لطیفہ اور صنائع و بدائع عجیبہ سے سپاہیوں کو ایسا راضی کئے ہوئے تھے کہ ان کی جانب سے سپاہیوں کو کامل اطمینان تھا اور ان کی نگرانی کا چنداں خیال نہ کرتے تھے۔ چنانچہ اسی طرح قریب ایک سال کے گذر گیا ایک روز شب کو کہ حراست کے سپاہی غافل تھے گڈھی کی دیوار سے خندق میں کود پڑے اور بمشکل اُس کی گہرائی سے باہر نکل سکے اور اپنی راہ لی اور قریب صبح میرانپور پہونچے اور وہاں سے ایک پاسی کو ساتھ لے کر گڈھی موتیکپور آئے۔

## شیخ حسین بخش و ٹھاکر حسن رضا خاں کا قید ہونا اور قبولیت تعلقہ پھر سید غلام جعفر کے نام ہونا

الحاصل بھگونت سنگہ کے زمانہ میں پسران شیخ مٹھو بمقتضائے مصلحتِ وقت

سید غلام جعفر کے موافق ہو گئے اور ڈاکہ زنی میں اوقات بسر کرنے لگے۔ جب تعلقہ عثمانپور کی قبولیت ٹھاکر حسن رضا خاں کوٹھی کے نام ہوئی۔ فرصت وقت دیکھ کر گڈھی سرئی میں تھانہ کرلیا اور اپنی عادت کے موافق رعایا کے گھروں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اسی زمانہ میں سوداگروں کی چند کشتیاں چاول لئے ہوئے لکھنؤ جا رہی تھیں۔ جب قریب گڈھی سرئی کے پہونچیں پسران شیخ مٹھو اس امر سے مطلع ہو کر کل نقد و جنس جسقدر کشتیوں پر تھا سب لوٹ لیا گو کہ اس وقت حسن رضا خاں علاقہ پر قابض تھے مگر ان نالائقوں کی وجہ سے پورے طور سے دخل علاقہ پر نہ ہوتا تھا۔ آخرکار سوداگروں کے استغاثہ کی بنا و پر بارگاہِ سلطانی سے بنام راجہ غالب جنگ بہادر فرمان صادر ہوا کہ فوراً ان مفسدوں کو قتل کر کے علاقہ ان سے پاک کیا جائے۔ بصدورِ حکم محکم مع فوج جرّار کے کوچ کر کے راجہ مذکور نے گڈھی کا محاصرہ کرلیا آخرکار مجادلہ و مقاتلہ کی نوبت آئی۔ امام بخش پسر شیخ مٹھو مع بارہ نفر سپاہیوں کے قتل ہوا اور حسین بخش اُسکے بھائی نے راہِ فرار اختیار کی اور موضع نالامیں پہونچکر قیام کیا۔ اب اس نے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ گڈھی موتک پور آ کر سید غلام جعفر کی خدمت میں روزانہ حاضر رہنے لگا۔ یہانتک کہ سرکار شاہی سے ایک حکم نامہ اس مضمون کا سید غلام جعفر کے نام صادر ہوا کہ حسین بخش کو جس طرح ممکن ہو گرفتار کر کے روانہ در دولت کرو۔ ہر آئینہ باعثِ خوشنودی و بہبودی تمہاری متصور ہوگی بتعمیل حکم محکم جناب موصوف نے اس کو گرفتار کر کے راجہ غالب جنگ بہادر کو عرضی بھی اور حقیقت حال حسین بخش کی گرفتاری کی تحریر کی۔ راجہ موصوف بہت خوش ہوا فوراً دو ڈھمن پیادہ فوج مع ۲۵ سواروں کے روانہ کیا۔ جس وقت وہ گڈھی موتک پور پہونچے سید حسین بخش کو سید موصوف نے فوج کے سپرد کیا یہانتک کہ لکھنؤ لیجا کر قید خانہ شاہی میں مقید کر دیا اور بعد اُسکے راجہ غالب جنگ بہادر نے ٹھاکر حسن رضا خاں کوٹھی کو بھی

گرفتار کر کے قید خانۂ شاہی میں بھیجدیا۔ جنھوں نے چند روز کے بعد اسی قید خانہ میں انتقال کیا اور تعلقہ عثمانپور بسفارش راجہ مذکور پھر سید موصوف کی قبولیت میں داخل ہوا اور ایک مدت تک اُس پر قابض و متصرف رہے۔

## علی محمد کی چکلہ داری میں تعلقہ عثمانپور قبضہ سے نکل جانا اور بادشاہ کے حکم سے پھر قبضہ حاصل کرنا

جس وقت راجہ غالب جنگ عہدہ چکلہ داری سے معزول ہوئے اور بجائے ان کے علی محمد چکلہ دار سدہور مقرر ہوئے۔ سید غلام جعفر سے کسی امر میں نزاع واقع ہوگئی سید موصوف نے سرکار کی مخالفت سے اندیشہ کر کے راہِ فرار اختیار کیا دعویداران تعلقہ عثمان پور ہر طرف سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ہر شخص تھوڑے تھوڑے حصہ پر قابض ہوگیا چنانچہ قمرالدین حسین زیدپوری تعلقہ سیدپور پر شیخ عباس علی تعلقہ مہونہ پر اودان سنگھ تعلقہ عثمانپور پر بذریعہ قبولیت قابض و متصرف ہوگئے۔ سوائے گڈھی سرئی کے کل ریاست عثمانپور سید موصوف کے قبضہ سے نکل گئی چکلہ دار مذکور ایسا آزردہ خاطر تھا کہ اس نے چاہا کہ گڈھی سرئی بھی سیّد موصوف کے قبضہ میں نہ رہے۔ ریزیڈنسی سے ہوری صاحب کی فوج طلب کر کے گڈھی کا محاصرہ کرلیا یہانتک کہ نوبت تیغ و تفنگ کی پہونچی اور دو روز تک طرفین سے علی الاتصال ہنگامہ قتال گرم رہا۔ تیسرے روز سید موصوف مکان محصور سے نکل کر معہ سپاہیوں کے گڈھی بھلول پہونچے۔ چند روز اس واقعہ کے نہ گذرے تھے کہ سلیمن صاحب ملک اودھ کے دورہ کے لئے نکلے۔ اس حالت میں سید غلام جعفر بغرض درستی معاملات نواب محمد خاں کی اماں میں جو سرکار شاہی کی طرف سے ریزیڈنسی میں رہتے تھے سدہور کے مقام پر حاضر ہوئے لیکن قضائے کار اس زمانہ میں نواب صاحب مذکور سلیمن صاحب کی ناراضی کی وجہ سے اپنے عہدہ سے

معزول ہو چکے تھے۔ ناچار سیّد موصوف اپنے مکان تشریف لائے اور چند روز گزرنے کے بعد راجہ گرد ہاری سنگھ کی امان میں لکھنؤ حاضر ہوئے۔ ایک عرضی بحضور جناب سلطان واجد علی شاہ بہادر کے گزرانی۔ پیشگاہِ سلطانی سے عرضی پر دستخط ہوئے کہ نواب علی نقی خاں کے حضور میں پیش ہو کہ قبولیت ان سے لے کر علاقہ حضور تحصیل کریں چنانچہ پیشگاہ نواب بہادر سے ایک چوبدار خاص دو قطعہ حکمنامہ ایک بنام محمد رحیم خاں چکلہ دار صادر ہوئے کہ فوراً قبضہ و دخل سیّد غلام جعفر کا کرا دیں اور دوسرا بنام افسران فوج متعینہ صادر ہوا کہ بمجرد پہونچنے حکم نامہ ہذا کے بلا استصواب چکلہ دار قبضہ و دخل سید غلام جعفر کا تعلقہ عثمانپور پر کرا دیں توقف نہ ہو۔ لیکر روانہ ہوا۔ جس وقت چوبدار خاص دونوں حکمنامہ لیکر صادر ہوا، پہونچا فوراً محمد رحیم خاں چکلہ دار نے مٹھو سنگھ صوبہ دار گلابی پلٹن کو ایک کمپنی فوج ساتھ کر کے مقرر کیا کہ سید موصوف کا قبضہ تعلقہ عثمانپور پر کرا دیں اور مہلت ایکدم کی نہ دیں الحاصل بعد ایک سال کے ۱۸۵۵ء میں پھر تعلقہ پر سید موصوف کا قبضہ ہوا۔

## سیّد غلام جعفر کا تقریبِ شادی نواب میں شریک ہونا اور مسمّاۃ نور بی بی کا انتقال

اُسی زمانہ میں سید موصوف بتقریب جشن شادی نواب سجاد علی خاں حسب الطلب جناب بیگم صاحبہ نواب علی نقی خاں بہادر شرکت محفل نشاط لکھنؤ پہونچے اور بعد ادائے رسوم مہمانداری از جانب نواب محتشم الیہ وقت رخصتی ایک زنجیر فیل مع ایک ہزار روپیہ نقد پیشکش بندگان عالی کو کے عنایات شاہی میں شامل ہوئے اس واقعہ کو چند روز نہ گذرے تھے کہ مسماۃ نور بی بی زوجہ ٹھاکر پیر بخش خاں نے بمقام مرتنگ پور رحلت کی۔ سید اصغر علی برادر زادہ سیّد موصوف کہ اس زمانہ میں گڈھی سمریٔ میں اقامت پذیر تھے کیفیت انتقال اور نعش کو عثمانپور میں

دفن کرنے کی سید غلام جعفر نے ان کو اطلاع دی۔ سید اصغر علی نے سید موصوف کی عدم موجودگی میں نہایت احتیاط سے اس کام کو سرانجام پہونچایا۔ خوف تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مفسد لوگ کوئی فتنہ کھڑا کردیں فوراً اس حال سے چکلہ دار سدہور کو اطلاع کی اور محمد رحیم خاں چکلہ دار سے مدد چاہی۔ چکلہ دار مذکور نے فوراً میر حسین علی کپتان گلابی پلٹن کو حکم دیا کہ ایک کمپنی فوج پیادہ اپنے ساتھ لیکر عثمانپور جائیں اور کوئی فتنہ نہ اٹھنے پائے۔ آخر کار سید غلام جعفر نے ایک جماعت سادات سے عثمانپور آکر جناب معظمہ کو دفن کیا۔

## سیّد غلام جعفر کا بمقدمہ کنجل کورمی بی بی پور قید ہونا

چند روز اسی طرح گذرے تھے کہ واقعہ اسیری سید غلام جعفر کا پیش آیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ سید موصوف و ٹھاکر رام سہائے سنگھ تعلقہ دار سمرا داں نے کنجل کورمی بی بی پور کی ضمانت کی تھی۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں کنجل مذکور نے مسمی رام سہائے کورمی کو جو موضع بی بی پور کے ایک حصہ داروں میں سے تھا اس عداوت کی وجہ سے جو اس کو تھی درِ دولت سلطانی پر قتل کرڈالا۔ اور راہِ فرار اختیار کی۔ جس وقت بعد تحقیقات کے جرم اس کے ذمہ ثابت ہوگیا باب شاہی پر ایسا وقوعہ ہونے سے بادشاہ سخت غضبناک ہوئے۔ کارپردازانِ سلطنت کو حکم ہوا کہ فی الفور مجرم کو گرفتار کرکے اسکے قصاص میں اس کو قتل کریں۔ اگر کسی صورت سے گرفتار نہ ہو تو اصحابِ ضمانت کو قید کریں کہ مجرم کو حاضر لادیں خلاصہ یہ کہ لشکر ظفر پیکر بہ سرکردگی ارکان دولت مثل انجم الدولہ بہادر و احتشام الدولہ بہادر و داروغہ حیدر حسین خاں بیت السلطنت لکھنؤ سے کوچ کرکے سدہور پہونچے اور وہاں سے سمرا داں پر دوڑ لاکر ٹھاکر رام سہائے سنگھ کو اسیر کرلیا۔ سیّد موصوف نے

اِس خبر کو سُن کر گڈھی سربی کا قیام خلافِ مصلحت دیکھ کر راہِ فرار اختیار کی میر حسن علی کپتان گڈھی سربی پہونچے اور ملازموں سے سید موصوف کو دریافت کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کو نہیں معلوم ہے کہ کہاں گئے ہیں اور کہاں تشریف رکھتے ہیں ناچار کپتان مذکور رسدہور واپس گیا۔ بعد گرفتاری ٹھاکر رام سہائے سنگھ سید موصوف کے لئے کچھ زیادہ تدارک نہ تھا اگر چند روز اسی طرح اور توقف ہوتا تو سید موصوف کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوتا لیکن سرکار دولتمدار کی مخالفت کے خیال سے اندیشہ کر کے اپنے کو مہلکہ اسیری میں ڈالدیا۔ یعنی سید اکبر علی برادر زادہ اپنے کو مقرر کیا کہ بمقام رسدہور انجم الدولہ کے حضور میں حاضر ہو کر عفو تقصیرات کریں۔ جس وقت سید اکبر علی حسب الارشاد سید موصوف انجم الدولہ بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے فوراً قید کر لئے گئے۔ اس کے بعد انجم الدولہ بہادر نے قصبہ رسدہور سے کوچ کر کے قصبہ ستر کھ میں قیام کیا۔ جب سید غلام جعفر کو سید اکبر علی کی گرفتاری کی اطلاع ہوئی فوراً انجم الدولہ بہادر کی خدمت میں حاضر ہو گئے تاکہ سید اکبر علی قید سے چھوٹ کر مکان واپس جائیں۔ الحاصل سید موصوف قید ہو کر فوج کی حراست میں لکھنؤ پہونچے اور دربار شاہی حکم سے قید کر دیئے گئے۔

## سید موصوف کا بسفارش حسین الدولہ بہادر رہائی پانا۔

بعد ایک سال کے حضرت ظلِ سبحانی نے تقصیرات سید موصوف سے درگذر ے اور چاہا کہ قید سے رہا کر دیں کہ اسی اثنا میں بندہ علی خاں کو چوانی عرض کیا کہ چونکہ سید موصوف زمرہ سادات سے ہیں اگر حضور حکم دیں کوئی چیز بطور تبرک سید موصوف سے حاصل کر لوں۔ بعد حصول اجازت سید موصوف کو منہ بٹھا کر

رام سہائے کے مقید کر کے زر کثیر طلب کیا۔ چونکہ اس کی ادائیگی سید موصوف کے امکان سے باہر تھی اس لئے دوسرا سال بھی قید میں گذرا۔ یہاں تک کہ انتزاع سلطنت کا زمانہ آگیا۔ اتفاق سے ایک روز بحضور سلطانِ عالم ذکر منشار سرکار انگریزی نسبت اِنتزاع سلطنت پیش ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ مجھ کو کچھ اندیشہ نہیں ہے اس واسطے کہ جدِ امجد یعنی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میری مدد کریں گے۔ اسوقت حسین الدولہ بہادر موجود تھے۔ عرض کیا ضرور مدد کریں گے۔ حضرت ظلِ سبحانی نے ارشاد فرمایا کہ یہ کلمے طعن سے خالی نہیں ہیں عرض کیا کہ حضور جد امجد سے امداد طلب فرماتے ہیں حالانکہ اُن کے ایک فرزندوں میں سے مسمّی سید غلام جعفر کو ایک مدت سے قید خانۂ شاہی میں مقید کر رکھا ہے بس اس حال سے کیا امید امداد کی کیجا سکتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ ایک مدت ہوئی کہ ہم نے غلام جعفر کو رہا کر دیا ہے حسین الدولہ بہادر نے عرض کی کہ ایسا ہی ہے جیسا حضور فرماتے ہیں لیکن بندہ علی خان کوچوان نے سید موصوف کو بغرض اخذ تبرک اب تک قید سے رہائی نہیں دی کیونکہ زر کثیر کا ادا کرنا اُن کے امکان سے باہر ہے۔ جس وقت یہ حالت بادشاہ نے سُنی فوراً حکم دیا کہ سید موصوف کو قید سے رہا کیا جائے۔ حسین الدولہ بہادر بہت خوش ہوئے فوراً خاصہ برداروں کو حکم ہوا کہ سید موصوف کو قید سے رہا کر کے حاضر لاویں۔ الحاصل حسین الدولہ بہادر نے فوراً اپنی پالکی پر سوار کر کے سید موصوف کو عثمانپور روانہ کیا جب سید موصوف قید شاہی میں تھے سید اصغر علی برادر زادہ سید موصوف گڈھی سرتی میں انتظام امورِ علاقہ داری سرانجام دیتے تھے۔ جب سید موصوف قید شاہی سے رہائی پا کر گھر آئے انتظام امورِ ریاست میں مصروف ہوئے۔

## انتزاع سلطنت اودھ اور تعلقہ عثمانپور کا مقدموں کے نام منتقل ہونا

چند روز اس واقعہ کو نہ گذرے تھے کہ سرکار انگریزی نے شاہزادہ کو تخت سے اتار دیا اور خود انتظام سلطنت کرنے لگی۔ قبولیت مالکان زمین کی بقیہ مالگذاری ادا کرنے پر منحصر تھی۔ جس نے مالگذاری ادا کر دی وہ نمبردار ہوگیا۔ اور جس نے غفلت کی وہ قیعر کیا گیا۔ کل تعلقداران و زمینداران پرگنہ سندیلہ نے اپنی بقیہ مالگذاری ادا کر کے اپنے علاقہ پر قابض و متصرف ہوئے۔ چونکہ مقدر یہ ہوا تھا کہ تعلقہ عثمان پور سید موصوف کے قبضہ سے نکل جائے اسلئے جس قدر تدابیر سید موصوف نے اُس کی نسبت کیں سب برعکس ہوگئیں اور نتیجہ خلاف واقع ہوا۔ اکثر اصحاب نے بہت سمجھایا کہ بقیہ مالگذاری ادا کر دیجیے جس کی تعداد مبلغ چھ ہزار روپیہ تھی مگر سید موصوف اس پر راضی نہ ہوئے اور قبولیت عثمانپور کی مقدموں کے نام کرا دی۔ انگریزی قانون کو عہد شاہی کا قانون تصور کیا۔ مقدموں نے روپیہ مالگذاری کا ادا کر دیا اور سید موصوف سے منحرف ہوگئے اور کچھ اعتنا رعایت سابقہ کی نہ کی۔ خود کردہ را علاجے نیست کا مضمون ہوا۔ ناچار سید موصوف خاموش ہو رہے یہانتک کہ قریب ایک سال کے تعلقہ عثمانپور مقدموں کے قبضہ میں رہا۔ دوسرے سال غدر عظیم ہوگیا۔ دولت انگلشیہ اور سرکار شاہی میں نوبت جدال و قتال کی پہونچی رفتہ رفتہ تمام مملکت میں آتش فتنہ و فساد مشتعل ہوگئی اور آشوب عظیم پیدا ہوگیا

## اکثر حصہ تعلقہ پر مسماۃ ظہور النساء کا قبضہ

گو کہ اس وقت سید موصوف کا قبضہ علاقہ سے کوئی مزاحمت کرنے والا نہ تھا مگر سید موصوف نے اس کی طرف کچھ توجہ نہ کی اور روانہ لکھنؤ ہوئے۔ میاں جواہر علیخاں خواجہ سرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعلقہ عثمانپور چونکہ ان کی جاگیر سے تعلق رکھتا تھا گفتگوئے معاملات کرنے لگے۔ ہر چند خواجہ سرائے موصوف نے چھبیس ہزار روپیہ تشخیص کیا مگر سید موصوف نے انکار کر دیا اور مبلغ پچیس ہزار سے زائد دینے پر راضی نہ ہوئے

اور ریاست موروثی کو ہاتھ سے کھو دیا۔ اسی زمانہ میں اکثر اصحاب قوم لسین سے مسماۃ ظہور النسار کے پاس پہونچے اور کہا کہ تعلقہ عثمانپور کو آپ اپنے قبضہ میں لائیے اگر اُس وقت سید موصوف میاں جواہر علی خاں سے معاملہ کر لیتے تو یہ نوبت نہ آتی آخر قوم لسین مسماۃ ظہور النسار کے پاس جمع ہو گئی اور کل ریاست پر قبضہ کر لیا سوائے گڑھی سہری اور چند مواضعات متصلہ مثل گمٹ وبلہری کے کہ جن پر سید اصغر علی برادر زادہ سید موصوف بدستور قابض ومتصرف رہے۔ یہ امر مسماۃ مذکور کو بہت شاق تھا۔ کیونکہ سید اصغر علی کی طرف سے مسماۃ مذکور کو اطمینان نہ تھا اور ان کے دبدبہ سے نہایت خوفزدہ تھیں۔ آخر کار قوم کے اغوا سے مخالفت پر کمر باندھی اور سید اصغر علی سے جنگ چھیڑ دی۔ چند کھیتوں میں سید موصوف نے ماش کی تخم ریزی کرائی تھی جب فصل تیار ہوئی سپاہیان مسماۃ مذکور باعانت فوج سرکاری ماش اٹھانے کے مانع ہوئے اور آمادۂ جنگ ہوئے۔ سید اصغر علی باوصف قلت استعداد سامان فوراً استقبال غنیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور موضع دفلاپور کے قریب نوبت جنگ کی آگئی۔ غلہ متنازعہ کو سید اصغر علی نے مزدوروں پر بار کرا کے گڑھی سہری روانہ کر دیا اور بکمال استقلال سے جنگ کرنے لگے۔ طرفین سے سہ پہر تک ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ آخر قریب شام جمعیت مخالف کی پراگندہ ہو گئی اور شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے یہ حال دیکھ کر فوج سرکاری بھی نقارہ کوچ بجاتی ہوئی سدہور واپس گئی۔ فتاح حقیقی نے اپنی عنایت سے سید موصوف کو مخالفین پر ظفریاب فرمایا۔ اس جنگ میں دو نفر سپاہی سید موصوف کے مقتول ہوئے اور مخالف کے بہت سے سپاہی کام آئے۔

## مبصاحب علی خاں کی کلکٹری اور کل تعلقہ کا سید غلام جعفر کے قبضہ سے نکل جانا

جب صاحب علی خاں دہوہرہ خلعت کلکٹری سے ممتاز ہوئے اور اس قدر اقتدار و احتشام بہم پہونچا یا کہ ایک مدت تک صاحبِ طبل و علم رہے اصحاب ریاست میں اکثر بطمع حصولِ جاہ انکی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعضے پاس آبرو کی سبب سے جان و مال کا اندیشہ کر کے اطاعت پر کمر باندھی لیکن سید غلام جعفر بخیال پاس آبرو حاضر نہ ہوئے۔ اکثر لوگوں کے کہنے سے کہ سید موصوف سرکار انگریزی سے سازش رکھتے ہیں کلکٹر موصوف بہت برہم ہوئے۔ اور مخالفت پر کمر باندہی۔ ایک ضرب توپ برنجی کہ میاں سعید علی خاں خواجہ سرا نے سید موصوف کو دی تھی طلب کی۔ سید موصوف نے اس کو دینے سے انکار کیا تو کلکٹر موصوف اور آزردہ خاطر ہوئے۔ اسی اثنا میں ٹھکرائن ظہور النساء جو ایسے وقت کی منتظر تھیں فوراً کلکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بعد پیشکش زر کثیر سید موصوف کے خلاف اعانت کی خواستگار ہوئیں۔ کلکٹر اعانت پر آمادہ ہو گئے اور زمینداران قرب وجوار سے امداد حاصل کر کے کلکٹر موصوف فوج سرکار کے ساتھ گڑھی سرائی پہونچے اور محاصرہ کرلیا دوسری طرف سے ٹھکرائن ظہور النساء جمعیت کثیر لئے ہوئے آپہونچیں۔ مگر اتفاق سے قبل اس محاصرہ کے سید اصغر علی برادر زادہ سید موصوف بائیس نفر سپاہی معہ ایک ضرب توپ گڑھی سرائی میں چھوڑ کر باقی سپاہ اپنے ساتھ لیکر کسی ضرورت سے موتکپور چلے آگئے تھے۔ لیکن سپاہیان جرار جو گڑھی میں موجود تھے باوصف قلت جمعیت و عدم موجودگی آقائے نعمت کے اصلا فوج مخالف کی کثرت کا خیال نہ کیا اور کمال شجاعت و دلاوری سے غنیم کا مقابلہ کرتے رہے اور نہایت استقلال کے ساتھ توپ و تفنگ سے آتشباری کرتے رہے یہانتک کہ فوج مخالف پر یہ ظاہر ہوا کہ ایک بڑی فوج ان کے مقابلہ پر موجود ہے

آخر کار ایک نصف شب سے دوسری نصف شب تک ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ یہاں تک کہ سامان جنگی از قسم گولی بارود کے کمی آگئی۔ سپاہیان غیور نے سوائے تخلیہ گڈھی کے چارۂ کار نہ دیکھا اور جس طرح ممکن ہوا نکل کر موتک پور آ گئے۔ بسماۃ ظہور النساء باعانت و امداد کلکٹر موصوف تعلقہ عثماپنور کو اپنے قبضہ تصرف میں لائیں اور فارغ البالی سے حکومت کرنے لگیں۔

## تعلقہ عثماپنور کا ہمیشہ کیلئے قبضہ سے نکل جانا اور سید موصوف کی وفات

بعد زوال غدر جب ملکۂ قیصرۂ ہند ملک اودھ پر ظفریاب ہوئیں تو سید غلام جعفر اس امید پر لکھنؤ گئے کہ ڈپٹی عبد الحکیم خاں بہادر نے وعدہ کیا تھا کہ آپ اگر سرکار کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے تو قبولیت لے کر تمبر تعلقہ عثماپنور کا آپ کے نام کرا دیا جائے گا۔ لیکن لکھنؤ پہونچ کر ایسی تساہلی عمل میں آئی کہ امروز فردا میں ایک ہفتہ گذر گیا اور کچہری حاضر نہ ہوئے آخر اسی روز قبل اسکے کہ سید موصوف پہونچیں دریاؤ سنگھ لبین مختار ٹھکرائن ظہور النساء نے حاضر ہو کر تعلقہ عثماپنور کی قبولیت اپنی موکلہ کے نام سے داخل کردی۔ ابھی کچہری سے باہر نہ نکلا تھا کہ سید موصوف پہونچے اور جنرل بیرو صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور اپنے حق کی کیفیت گذارش کی اور قبولیت کی استدعا کی صاحب موصوف حقیقت حال سنکر بہت متاسف ہوا اور فرمایا کہ چونکہ سرکار کو بندوبست میں تعجیل تھی اور مختار ٹھکرائن ظہور النساء حاضر آیا اسلئے بندوبست تعلقہ عثماپنور کا اسکے نام کر دیا گیا اب فسخ بندوبست بغیر ارجاع نالش ممکن نہیں ہے ناچار سید موصوف موضع دریاپور کو جو ٹھکرائن ظہور النساء کے بندوبست سے باہر تھا اپنی قبولیت میں لے آئے۔ چند روز کے بعد بربنائے حقیت بندوبست سرسری میں

دعویٰ تعلقہ عثمانپور کا دائر گیا لیکن اس کی سماعت بندوبست پختہ پر منحصر رہی اور مقدمہ جناب موصوف کا خارج ہو گیا قبل اس کے کہ زمانہ بندوبست پختہ کا آوے جناب موصوف نے عارضہ دِق میں علیل ہو کر بتاریخ ۱۳؍ شعبان ۱۲۷۶ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ چھ اولادیں سید موصوف کی زوجہ ثانیہ سے وجود میں آئیں۔ سید کلب حسین۔ سید قطب حسین۔ سید ہدایت حسین۔ سید ہادی حسین۔ مسماۃ نعیم النساء۔ مسماۃ نجیب النساء۔ عقد ثانی سید موصوف کا مسماۃ علیما دختر امام علی مصطفےٰ آبادی کے ساتھ ہوا تھا۔

## فصل دوم

## سید کلب حسین ابن سید غلام جعفر

جب سید غلام جعفر کا انتقال ہوا اس وقت سید موصوف خورد سال تھے سید حیدر حسین اپنے چچا کے زیر نگرانی رہے۔ آپ کے واقعات زندگی سید اصغر علی کے بیان میں لکھے گئے ہیں جو باب چہارم فصل سیوم میں ناظرین کے ملاحظہ میں آئیں گے یہاں اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ سید موصوف بڑے عکام رس اور دُور اندیش انسان تھے پوشاک خوش تراش اور طعام لذیذ سے زیادہ رغبت رکھتے تھے عقل و دانش اصابت رائے میں نہایت ممتاز تھے۔ علاقہ کا انتظام پہلے سید اصغر علی کرتے تھے جب سید موصوف نے کنارہ کشی اختیار کی تو آپ کی رائے سے سید ہادی حسین کے متعلق علاقہ کا انتظام کیا گیا۔ اور آپ نے صرف عدالتی کام اپنے ذمہ لیا تھا اور اسی وجہ سے زیادہ تر بارہ بنکی و لکھنؤ میں قیام پذیر رہتے تھے۔ مقدمات کی پیروی جس حسن و خوبی سے کرتے تھے اور جو سوجھ بوجھ رکھتے تھے وہ آپ اپنی نظیر ہے۔

جس کی زندہ مثال علاقہ بزولی کے اس مقدمہ کی پیروی ہے جو چودھری رضا حسین کے انتقال کے بعد سید سجاد حسین اور ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی چودھری ارشاد حسین کی جانب سے لڑا گیا۔ اس کی پیروی انتہائی بیدار مغزی و دلسوزی سے فرمائی جو بیحد قابل تعریف ہے۔

## سرئی گڈھی پر ٹھاکر ابراہیم خاں کی فوجکشی اور دِل کا آخری بخار

جب بعد بند و بست سر سری علاقہ عثمانپور سید غلام جعفر کے قبضہ سے نکل گیا اور صرف دریا پور قبضہ میں باقی رہا۔ اس وقت سے سرئی گڈھی پر بھی بدستور قبضہ چلا آتا تھا اور ایک زمانہ دراز تک سید کلب حسین اُس پر قابض و متصرف رہے۔ اتفاقاً بعد ایک مدّت کے مظہر الحسن ردولوی مختار عام کے اغوا سے ابراھیم خان مذکور نے چاہا کہ گڈھی پر زبردستی قبضہ کرلیں۔ چنانچہ ایک روز جمعیت کثیر فراہم کرکے بسرکردگی مختار عام مذکور سرئی گڈھی کو گھیر لیا اور دو سپاہی جو اس وقت گڈھی میں موجود تھے اُن کو زبردستی نکال کر قبضہ کرلیا۔ وہ دونوں سپاہی بھاگ کر موتکپور آئے۔ اور کل سرگذشت بیان کی۔ چنانچہ موتکپور سے سپاہی روانہ کئے گئے کہ جاکر ابراہیم خاں کے آدمیوں کو نکال دیں اور گڈھی کو ان سے واپس لے لیں۔ یہ لوگ قبل طلوع صبح گڈھی سرئی پہونچ گئے۔ دیکھا کہ مکان ہر چہار جانب سے کانٹوں سے محفوظ کر رکھا ہے اور دروازوں میں بھی کانٹے بھر دیئے ہیں کوئی راستہ اندر جانے کا باقی نہیں ہے موتکپور کے سپاہیوں میں اکثر وہ لوگ بھی تھے جو زمانہ شاہی میں اس گڈھی میں قیام پذیر رہ چکے تھے اور وہاں کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ پہلے انھوں نے دوازہ صاف کیا۔ اندر ابراہیم خاں کے سپاہی رات کے جاگے ہوئے غافل سو رہے تھے۔ صرف ایک سپاہی جو پہرہ پر تھا وہ غنودگی میں تھا۔ جب موتکپور کے سپاہی

راستہ اندر جانے کا صاف کر چکے تو ایکبارگی سب اندر گھس پڑے۔ ابراہیم خاں کی جمعیت جب خواب سے بیدار ہوئی تو اس خوف کی وجہ سے جو زمانہ شاہی سے اب تک ان کے دلوں میں تھا ایسا مرعوب ہوئے کہ گھبراہٹ میں سر و پا کا ہوش نہ رہا، اور چھتوں پر سے انھیں کانٹوں پر نیچے کود پڑے جو حفاظت کے لئے جمع کئے تھے اور بھاگ کر عثمانپور کا راستہ لیا۔ ایک سوار جو رخصت لیکر اپنے گھر آیا تھا اور اسی ابراہیم خاں کی جماعت میں شریک تھا کوٹھے سے نیچے کود پڑا جس کے سر میں سخت چوٹ آئی اور تھوڑی دور ایک جھاڑی میں جا کر اسی صدمہ سے مر گیا اس واقعہ کی سپاہیان موتیکپور کو اطلاع بھی نہیں ہوئی۔ جب ابراہیم خاں کی جمعیت ایک مقام پر فراہم ہوئی اور اپنا جائزہ لیا تو اس سوار کا پتہ نہ تھا چنانچہ چند لوگ آ کر اس کو تلاش کر کے جھاڑی سے نکال لیگئے۔ اب اس سوار کے مر جانے سے ابراہیم خاں مذکور کو مقدمہ بنانے کا موقع مل گیا اور افسر تحقیقات کنندہ کو ایک کافی رقم رشوت میں دے کر سید کلب حسین و سید ہادی حسین وغیرہ کا چالان کرا دیا۔ کئی ماہ یہ مقدمہ لڑتا رہا۔ آخر سشن جج صاحب بہادر کے اجلاس سے جناب موصوفین نے رہائی پائی۔ خدا نے اپنا بڑا فضل کیا۔ اس کے بعد گڑھی مذکور کے قبضہ کے متعلق دیوانی میں ابراہیم خاں مذکور نے مقدمہ دائر کیا۔ مگر وہاں سے بھی کامیابی نہیں ہوئی اور دعویٰ خارج ہو گیا۔

## سید موصوف کی لکھنؤ میں وفات

کسی ضرورت سے سید موصوف لکھنؤ گئے تھے اور وہیں قیام پذیر تھے کہ پشت میں دونوں شانوں کے درمیان پھوڑا نکلا۔ ظاہرا وہ کچھ ایسا مہلک نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بلرام پور اسپتال میں پھوڑا چاک ہوا۔ بعد چاک ہونے کے اس نے

مہلک صورت اختیار کی اور ایک بہت بڑا پھوڑا ہوگیا۔ ڈاکٹر سکی اسوقت انچارج تھے ان کا علاج ہوتا رہا۔ مگر کچھ افاقہ نہ ہوا آخر شب جمعہ بتاریخ ۲ر شعبان المعظم ۱۳۱۶ھ کو انتقال ہوگیا۔ نعش لکھنؤ سے موتکپور لائی گئی اور قبرستان میں دفن ہوئی۔ نسبت سید موصوف کی مسماۃ حلیما دختر سید علی احمد کے ساتھ ہوئی۔ جن معظمہ کے بطن سے سید رضا حسین و سید حسین و سید حسن اور ایک دختر جسکا صغر سنی میں انتقال ہوگیا تھا پیدا ہوئیں۔

## سید رضا حسین ابن کلب حسین

سید موصوف بتاریخ ۲۰ر جمادی الاول ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸ر اگست ۱۸۶۹ء روز جمعہ کو پیدا ہوئے۔ نہایت خلیق و ملنسار تھے۔ خاموش کام کرنے کے زیادہ عادی تھے۔ سید ہادی حسین اپنے چچا کی نگرانی میں علاقہ کے انتظام میں اچھی مہارت پیدا کر لی تھی۔ کاغذات ریاست کو نہایت خوبی سے ترتیب دیا تھا ابتدائی عمر میں بغرض حصول تعلیم انگریزی لکھنؤ بھیجے گئے۔ آٹھویں درجہ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد مکان چلے آئے اور انتظام علاقہ داری میں مصروف ہوئے۔ نسبت سید موصوف کی شرف النساء دختر صفدر حسین موتکپوری کے ساتھ ہوئی تھی جن معظمہ کے بطن سے متعدد اولادیں وجود میں آئیں مگر سب صغر سنی میں انتقال کر گئیں۔ آخر عمر میں مرض ذیابیطس میں علیل ہو کر دنیا سے لاولد ۱۶ر اگست ۱۹۱۳ء مطابق ۱۳ر رمضان ۱۳۳۱ھ یوم شنبہ کو انتقال کیا۔ کربلائے موتکپور میں دفن ہوئے۔

## سید حسین ابن کلب حسین

آپ کی تعلیم آٹھویں درجہ تک ہوئی اس کے بعد تعلیم ترک کر کے موتکپور

چلے آئے۔ داد وستد خرید و فروخت میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ بجید زندہ دل تھے گفتگو میں ظرافت کا پہلو شامل رہتا تھا۔ کچھ روز کے لئے کورٹ آف وارڈس میں ملازمت کر لی اور علاقہ رام نگر میں مامور ہوئے۔ علاقہ بھلول میں بھی کام کیا۔ جب واگذاری علاقہ نرولی کا زمانہ قریب آیا تو موصوف کا تبادلہ علاقہ نرولی حلقہ لوہٹی کو ہو گیا۔ علاقہ نرولی واگذار ہونے کے بعد کورٹ آف وارڈس کی ملازمت ترک کر دی اور پھر مستقلاً علاقہ نرولی میں رہے۔ چودہری ارشاد حسین کو آپ سے قلبی لگاؤ تھا اگرچہ رشتہ چچا بھتیجے کا قائم رہتا تھا مگر تفریح طبع کے لئے دوسرے رشتہ پر نظر اکثر مڑ جایا کرتی تھی۔ چودہرائن صاحبہ تو آپ کو مثل اپنے سگے بھائی کے تصور کرتی تھیں اگرچہ موصوف چچا زاد بھائی تھے اپنے کل نجی کام موصوف ہی کے سپرد کئے تھیں جن کو آپ نہایت جانفشانی اور دلچسپی سے انجام دیتے تھے۔ سرکار باقر العلوم اعلی اللہ مقامہ کے ایسے جلیل القدر عالم کی خدمت میں بے تکلفانہ گفتگو ہوتی تھی جہاں بڑے بڑے لوگوں کو بولنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ سرکار موصوف بھی آپ کو بجید عزیز رکھتے تھے اور آپ کو بھی والہانہ عقیدت تھی۔ مارچ ۱۹۲۴ء میں زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہوئے۔ آپ کی نسبت کنیز اُم سلمی دختر بخشش احمد قادر پور کے ساتھ ہوئی جن کے بطن سے تین لڑکے اور ایک لڑکی وجود میں آئی جن کے حالات بھی اسی بیان میں درج کئے جا رہے ہیں۔ انتقال سے دو سال قبل ردولی سے موتکپور چلے آئے ضیق النفس میں عرصہ سے مبتلا تھے۔ ۲۰ اپریل ۱۹۳۲ء مطابق ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ یوم چہار شنبہ کو انتقال فرمایا۔ لاش وصیت کے بموجب سپرد کر دی گئی اور ایک سال کے بعد کربلائے معلی آگئی اور روضۂ اقدس جناب سید الشہدا علیہ السلام میں رواق ایوانِ طلا میں دفن کی گئی۔

(۱) محمد حیدر ابن سیّد حسین: ولادت ۲ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۱۵ء

یوم سہ شنبہ بمقام موتکپور ہوئی۔ رسم بسم اللہ زبان فیض ترجمان جناب مولانا سید باقر صاحب قبلہ مجتہد سے ہوئی۔ اس کے بعد گھر پر تعلیم حاصل کر کے سلطان المدارس لکھنؤ میں عربی تعلیم کے لئے داخل ہوئے کچھ ہی عرصہ تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے بعد خرابی صحت کی بنا پر گھر چلے آئے اور تعلیم ترک کر دی۔ سنہ ۳۳ء میں اپنے والد کی نعش لے کر معہ اپنی والدہ کے کربلائے معلیٰ گئے۔ نہایت نیک و پاک طینت۔ بڑے مذہبی۔ قانع۔ خداوند عالم کی رضا پر راضی رہنے والے اور پرہیزگار انسان ہیں۔ مذہبی کاموں سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ امام باڑہ موتک پور کا کل انتظام آپ ہی کا رہین منت ہے۔ آپ کی شادی زبیدہ خاتون دختر مشتاق حسین بچھم بلادی کے ساتھ ۲۲ر ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴ر مارچ سنہ ۱۹۴۷ء یوم پنجشنبہ کو ہوئی اس وقت تک ایک لڑکی اور چار لڑکے ہیں جن کے اسماء و تاریخ پیدائش درج ذیل ہے:۔

ا۔ تقیہ خاتون۔ ولادت ۲۱ر ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۵ر اگست سنہ ۱۹۵۱ء یوم شنبہ بمقام صدر اسپتال بارہ بنکی

ب۔ محمد صفدر ۔ " ۱۸ر صفر سنہ ۱۳۷۲ھ " ۲۶ر نومبر سنہ ۱۹۵۲ء پنجشنبہ " موتکپور

ج۔ محمد حکیم " ۲۷ر رمضان سنہ ۱۳۷۴ھ " ۲۱ر مئی سنہ ۱۹۵۵ء شنبہ "

د۔ محمد مستعان " ۱۴ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۵ھ " ۸ر جولائی سنہ ۱۹۵۶ء پنجشنبہ "

ھ۔ محمد زید " ۲۲ر شوال سنہ ۱۳۸۱ھ " ۲۹ر مارچ سنہ ۱۹۶۲ء " "

(۲) کلب حیدر ابن سید حسین: ولادت ۱۴ر جمادی الاول سنہ ۱۳۳۵ھ مطابق ۹ر مارچ سنہ ۱۹۱۷ء یوم جمعہ بمقام موتک پور ہوئی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اس کے بعد بغرض تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول بارہ بنکی گئے وہاں سے انٹرنس پاس کیا اسکے بعد کرسچین کالج لکھنؤ میں داخل ہوئے وہاں سے انٹرمیجیٹ پاس کر کے لکھنؤ یونیورسٹی سے بی۔ اے پاس کیا بعد فراغت تعلیم فوج میں اکاونٹس کے محکمہ میں ملازم ہوئے

لکھنؤ سے تبادلہ متھرا ہوا وہاں جانا پسند نہیں کیا لہذا مستعفی ہو گئے۔ کچھ دنوں کے لئے ریاست کشوارہ میں منیجر ہوئے مگر جلد ہی اس سے اپنے کو سبکدوش کر لیا۔ اور مکان چلے آئے۔ ۱۹۴۹ء میں گورنمنٹ روڈویز لکھنؤ میں ملازم ہوئے۔ اپنی قابلیت کی بناء پر افسران کو ہمیشہ خوش رکھتے ہیں۔ ذمہ داریوں کا کافی خیال رہتا ہے طبیعت میں انتہائی خودداری اور قناعت، کسب معاش کا طریقہ دنیاوی آلائشوں سے بالکل بے نیاز، اپنے اصولوں کے سختی سے پابند، نہایت مذہبی، وضعدار اعزا سے بیحد محبت کرنے والے، صاف دل، نہایت صادق القول۔ جری اور قدر شناس انسان ہیں۔ آپ کی شادی شبیہۃ الزہرا دختر اختر حسین بچھم بلاؤں کے ساتھ ۸ شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۵۶ء یوم جمعہ بمقام بھٹیا ہوئی۔

(۳) عابد حیدر ابن سید حسین: ولادت یکم جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۲۱ء یوم پنجشنبہ بمقام موتک پور ہوئی۔ مڈل ردولی سے پاس کیا اس کے بعد گورنمنٹ جوبلی کالج لکھنؤ میں بقیہ تعلیم ہوئی۔ ایف ایس سی پاس کرنے کے بعد اسٹیشن ماسٹری کی ٹریننگ کے لئے چند دسی اسکول میں داخل ہوئے۔ ٹریننگ کے بعد مکان آئے اور ہومیوپیتھک کے معالجہ کی طرف طبیعت مائل ہوئی لہذا اسی کام کو شروع کر دیا۔ نہایت محنتی آدمی ہیں۔ قومی اور مذہبی کاموں سے زیادہ انس رہتا ہے۔ مجلس بھی پڑھتے ہیں اور کافی مجلسیں بھی کرتے ہیں۔ آپ کی شادی حمیدہ خاتون دختر مولوی وجیہہ الحسن ساکن بارہ ضلع غازی پور کے ساتھ بتاریخ ۲۹ شعبان ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۶۱ء یوم پنجشنبہ کو ہوئی۔

(۴) خیر النساء بنت سید حسین: ولادت ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۲۵ء یوم یکشنبہ بمقام موتکپور ہوئی۔ آپ کی شادی بتاریخ

۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۳۰ر ستمبر ۱۹۵۰ء یوم شنبہ سید بادشاہ حسین موتکپور کے ساتھ ہوئی۔ عین ولادت فرزند محمد علی کے بعد فوراً ہارٹ فیل ہو جانے کی وجہ سے بتاریخ ۲۵ر اگست ۱۹۵۱ء مطابق ۲۱ر ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ یوم شنبہ کو بمقام کوئین میری کالج لکھنؤ انتقال ہوگیا۔ نعش موتکپور آئی اور کربلا موتکپور میں دفن ہوئی۔

# سید حسن ابن کلب حسین

سید موصوف اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لکھنؤ بھیجے گئے۔ آٹھواں درجہ جوبلی ہائی اسکول سے پاس کیا دسواں درجہ (انٹرنس) پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ کی ملازمت میں بعہدہ ڈپٹی جیلر تقرر عمل میں آیا۔ فتح گڑھ جیل میں تعینات ہوئے۔ جب سید سردار حسین کو چودھری سید ارشاد حسین بغرض حصول تعلیم بیرسٹری لندن بھیجنے لگے تو موصوف نے بھی چودھری صاحب سے لندن جانے اور بیرسٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اصرار کیا چنانچہ چودھری صاحب نے منظور کرلیا ملازمت جیل سے استعفیٰ دیدیا اور لندن روانہ ہو گئے۔ تین سال بعد ڈگری لیکر گھر واپس آئے اور اپنے ضلع بارہ بنکی میں بیرسٹری شروع کردی۔ محض شوق لندن میں انگلستان چلے گئے تھے اور بیرسٹری بھی پاس کرلی تھی مگر اس سے موصوف کی طبیعت کا لگاؤ کچھ زیادہ نہ تھا اس لئے بیرسٹری کامیاب نہیں ہوئی۔ مزاج کے بیحد عمدہ طبیعت کے بہت صاف اور خلوص دل سے ملنے والے انسان تھے۔ نسبت سید موصوف کی مسماۃ ذکیہ دختر مولوی باقر مہدی رئیس جرول کے ساتھ ہوئی تھی جن معظمہ کے بطن سے ایک لڑکی اور دو لڑکے ہوئے جن کے حالات اسی میں درج کئے جاتے ہیں آپ ایک عرصہ سے ذیابیطس میں مبتلا تھے کافی احتیاط کھانے پینے میں کرتے تھے

بسلسلۂ افتتاح مسجد رڈولی تشریف لےگئے تھے وہاں طبیعت خراب ہوئی ۔ چودھری صاحب نے علاج کی سہولت کے پیشِ نظر روک لیا ۔ ۸ رجون ۱۹۳۰ء مطابق ۱۰ رمحرم ۱۳۴۹ھ یوم یکشنبہ کو اس دار فانی سے بمقام ردولی رحلت فرمائی ۔ نعش مرتکپور لائی گئی اور قبرستان مرتنگ پور موسوم بہ کربلا میں دفن ہوئی ۔

۱ ۔ **رقیہ خاتون بنتِ سید حسن** : ولادت ۳ ر شعبان ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۷ رجون ۱۹۱۵ء یوم پنجشنبہ کو بمقام جبردل ہوئی ۔ عقد عالم علی ساکن نگرام ضلع لکھنؤ کے ساتھ بمقام بارہ بنکی رخصتی سے چند ماہ قبل ہوا ۔ اس کے بعد ۲۰ ر جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۸ راگست ۱۹۳۷ء یوم پنجشنبہ کو رخصتی بارہ بنکی سے ہوئی ۔ ۱۹۴۷ء میں اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان چلی گئیں ۔ اور وہیں کی قومیت اختیار کرلی ۔ آپ کے ایک لڑکا حسن عالم ہے جس کی ولادت فروری ۱۹۳۹ء میں بمقام لکھنؤ ہوئی ۔ اس وقت اپنے شوہر کے ساتھ انگلستان میں ہیں اور وہیں لڑکا بھی زیر تعلیم ہے ۔

۲ ۔ **سبطِ حسن ابنِ سید حسن** : ولادت ۲۴ رجون ۱۹۱۷ء مطابق ۳ ر رمضان ۱۳۳۵ھ یوم یکشنبہ بمقام جبردل ضلع بہرائچ ہوئی ۔ بچپن ہی میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا لہٰذا ننھیال میں پرورش ہوئی پھر بغرض تعلیم پدر بزرگوار کے پاس بارہ بنکی آئے اور گورنمنٹ ہائی اسکول میں داخل ہوئے ۔ ۱۹۳۰ء اپنے والد کے انتقال کے بعد سردار حسین بیرسٹر کی نگرانی میں رہے ۱۹۳۵ء میں ہائی اسکول پاس کر کے لکھنؤ کرسچین کالج میں داخل ہوئے بہت تیز اور ذہین اور ساتھ ہی ساتھ نہایت عمدہ مقرر تھے اپنی قوت گویائی کی بنا پر طلاب میں کافی ہردلعزیز ہوئے ۔ کالج کی یونین کے جنرل سکریٹری مقرر ہوئے ۔ تقریری مقابلوں کے سلسلہ میں ہندوستان کے ہر گوشہ میں گئے اور قریب قریب ہر جگہ کامیاب ہوئے ۔ ۱۹۳۷ء میں انٹرمیڈیٹ پاس کیا اس کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی میں تعلیم شروع کی وہاں بھی ہر دلعزیز رہے ۔ یونین کے وائس پریسیڈنٹ ہوئے ۔ اساتذہ میں اپنی قابلیت کی وجہ سے کافی رسوخ پیدا کرلیا ۔ ۱۹۳۹ء میں بی ایس سی پاس کیا اور میڈیکل کالج میں داخل ہوئے ۔ ۱۹۴۵ء میں ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس کی ڈگری لی اور

ایک سونے کا تمغہ حاصل کیا اسی کالج میں ہاؤس سرجن مقرر ہوئے۔ پھر دو سال تک میڈیکل کالج ہی میں لکچرر رہے۔ ۲۳ر ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۶ء بروز چہارشنبہ آپ کی شادی قمر آرا بی۔اے دختر شہنشاہ حسین ساکن کھٹو امئو ضلع بارہ بنکی کے ساتھ بمقام لکھنؤ ہوئی۔ خاندان موتک پور میں یہ پہلی گریجویٹ بہو آئی ۱۹۵۰ء میں معہ اپنی اہلیہ کے انگلستان گئے۔ پوسٹ گریجویٹ اسکول لندن میں تعلیم شروع کی ۱۹۵۲ء میں ڈپلوما اور ۱۹۵۴ء میں پی۔ایچ۔ڈی کی اعلیٰ ڈگری لندن یونیورسٹی سے حاصل کر کے ہندوستان واپس آئے۔ سنٹرل ڈرگ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لکھنؤ میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر اور شعبہ ادویات کے افسرِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔ جہاں آپ نے مختلف تجربات پر پچاس سے زائد مضمون لکھے جو بڑے بڑے مشہور رسالوں میں شائع ہوئے اور طبی درسی کتابوں میں شامل کئے گئے۔ اس وقت بھی ایک کتاب ادویات پر زیرِ طبع ہے۔ انگلستان، آئرلینڈ اور ہندوستان کی میڈیکل انجمنوں کے ممبر ہیں۔ ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک امتیاز یہ بھی آپ کو حاصل ہے کہ خاندان موتک پور میں آپ پہلے شخص ہیں جنھیں مرکزی حکومت کی اتنی بڑی جگہ ملی۔ طبیعت سے نہایت سنجیدہ۔ دل کے بہت صاف ہیں اگر خاندان کا کوئی فرد آپ کے گھر پہونچ جاتا ہے تو نہایت خلوص اور محبت سے ملتے ہیں البتہ ایک بات ضرور ہے کہ موتک پور آنے کی زحمت بہت کم گوارہ کرتے ہیں۔ ایک لڑکا ۳۰ر اپریل ۱۹۶۰ء مطابق ۴ر ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ یوم شنبہ کو ساڑھے آٹھ بجے شب میں کوئن میری کالج میں پیدا ہوا۔ جس کا نام تقی حسن ہے۔

۳۰۔ **ابن حسن ابنِ سید حسن:** ولادت ۲۵ر ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۷ر دسمبر ۱۹۲۰ء یوم سہ شنبہ بمقام موتک پور ہوئی۔ تعلیم جبر دل میں ہوئی۔ میعادی بخار آیا جس میں مادہ پیروں پر اتر آیا جس کی وجہ سے پیر لنگ کرنے لگا اسوجہ سے تعلیم کی طرف

خاص توجہ نہ کی ۔میوزک کالج میں داخل ہوئے ۔عین عالم شباب میں بمقام جرول انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے

## فصل سوم
## عطا حسین ابن غلام جعفر

صغر سنی ہی میں سید موصوف کے پدر عالی مقدار سید غلام جعفر کا انتقال ہوگیا تھا لہذا اپنے شفیق چچا مولوی سید حیدر حسین کی گود میں پرورش پائی ۔چچا کو ایک خاص محبت اپنے اس بھتیجے سے تھی ۔اپنی ہی صحبت میں رکھتے تھے ۔ اور رات کو اپنے ہی پلنگ پر سلاتے تھے اور ایک لمحہ نظر سے اوجھل نہیں کرتے تھے ۔چنانچہ ایک مولوی منش اور مجتاطہستی کی آغوش کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ خود بھی ایک باعمل دینی و دنیوی علم سے آراستہ ہوکر نکلے ۔مولوی کے لقب سے ملقب تھے ۔علم قرارت میں کافی دستگاہ رکھتے تھے ۔ایک کتاب ارشاد الاطفال تالیف کی جو ابتدائی بچوں کی دینی تعلیم کے لئے نہایت مفید ہے ۔روزانہ تمام عمر ایک باعمل عالم کی شان سے زندگی بسر کی سوائے روزہ نماز اور تلاوت قرآن مجید کے اور کوئی مشغلہ نہ تھا ۔اتفاق ہے مولوی بخشش علی جو سید موصوف کے استاد مولوی شیخ مظفر علی ساکن پٹی سید المتوفی ۱۲۹۴ھ کے بیٹے تھے اور ریاست نواب قزلباش لاہور کے یہاں ملازمت سے پنشن پاکر آگئے تھے اور موتکپور ہی میں قیام پذیر تھے ۔بڑے محب اہلبیت اور باکی تھے ۔سید موصوف کا ساتھ رہا جس کی وجہ سے روزانہ سوائے علم و عمل کے چرچے کے اور کچھ نہ تھا ۔موتکپور دینی تعلیم کی ایک بڑی درسگاہ نظر آرہا تھا ۔چونکہ سید موصوف کو فن شاعری میں دخل تھا مرزا دبیر مرحوم کے شاگرد تھے ۔مرثیہ بھی تصنیف فرماتے تھے اور پڑھتے بھی تھے ۔ مولوی بخشش علی جو خود بھی شاعر تھے اور موتکپور میں قیام کی وجہ سے بڑا سبب

برکت کا یہ ہو گیا کہ چونکہ مولوی صاحب موصوف سند پیش نمازی کی بھی پائے ہوئے تھے پنج وقتہ نماز با جماعت ادا ہوتی تھی۔ کل شیعہ آبادی موتکپور کی نمازگزار بن گئی تھی علم قراءت میں چونکہ مولوی صاحب کو کامل دستگاہ تھی اس لئے بعد نماز مغربین مسجد میں قیام فرما کر تعلیم قراءت بھی فرماتے تھے اور معمولی مسائل سے بھی سب کو آگاہ کیا کرتے تھے۔ یہ زمانہ موتکپور میں بڑی برکت کا زمانہ سمجھنا چاہیئے۔ نماز جمعہ بھی ہوتی تھی جس میں سادات سید واڑہ بھی شریک جماعت ہوتے تھے۔ مجالس محرم میں بڑی رونق رہا کرتی تھی۔ حضرات ذاکرین و مصنفین کا کافی مجمع تھا اور نہایت پُر رونق محرم ہوتا تھا۔ یہی سب اثرات تھے کہ موتکپور علم و عمل کا گہوارہ بن کر ایک ممتاز اور نمایاں چیز سید واڑہ میں نظر آ رہا تھا۔ ۱۲۸۷ھ میں نسبت سید موصوف کی مسماۃ سرفراز النساء منشی سید مظفر علی صاحب اسیر کی بیٹی سے لکھنؤ میں ہوئی تھی۔ بارات براہ راست پیدل کے راستہ سے لکھنؤ گئی تھی۔ راستہ میں ایک شب قیام امیٹھی میں کیا گیا تھا دوسرے روز لکھنؤ پہونچی۔ انتہائی بارش کا زمانہ تھا۔ راستہ میں خوب بارش ہوئی کل باراتی پانی سے شرابور شب کو امیٹھی پہونچے کپڑے آگ کے ذریعہ سکھائے گئے۔ اور رہا تھی کی بھیگی جھول اور گھوڑوں کے رنگین زین پوشوں سے کپڑے رنگین ہو گئے تھے اور کل باراتی دولہا معلوم ہوتے تھے اس زمانے تک جو پل انگلش گورنمنٹ نے اپنے ابتدائی دور حکومت میں جنگی ضرورتوں کے تحت دریائے گومتی پر 'نے پورا' گھاٹ پر بندھوایا تھا وہ موجود تھا اسی پل سے گزر کر بارات لکھنؤ گئی تھی۔ دو یوم بارات لکھنؤ میں منشی صاحب نے ٹھہرائی۔ تیسرے روز جب بارات واپس ہوئی تو دریا کی طغیانی کی وجہ سے جو ۱۲۸۰ھ میں آئی تھی پل شکست ہو کر بہہ گیا اور نام و نشان بھی باقی نہ رہا صرف چند لٹھے ساکھو کے جو درمیان میں کوٹھی کا کام دے رہے تھے وہ گڑے کے

گڑے رہ گئے۔ آخر کشتیوں پر بارات اتاری گئی۔ آخر زمانہ میں اپنا حصہ اپنے بھائیوں سے تقسیم کر لیا تھا اور جمعبندی اسامی وار علیحدہ کر لی تھی۔ سید موصوف عارضہ خونی بواسیر میں مبتلا رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے۔ لکھنؤ میں قیام تھا کہ وہیں بعارضہ بخار علیل ہو کر ۱۹۰۶ء مطابق غرہ ماہ رجب ۱۳۲۴ھ میں انتقال فرمایا۔ نعش مونکپور لائی گئی اور کربلائے مونکپور میں دفن ہوئی۔ سید موصوف کے دو لڑکے سید مصطفےٰ حسین و سید مرتضیٰ حسین اور تین لڑکیاں فاطمۃ النساء۔ رئیس النساء و ممتاز النساء وجود میں آئیں جنکے حالات لبعد میں درج کئے جا رہے ہیں۔

**۱۔ فاطمۃ النساء بنت عطا حسین :**
**۲۔ رئیس النساء بنت عطا حسین :** } دونوں ناکتخدا فوت ہوئیں۔

**۳۔ ممتاز النساء بنت عطا حسین :** آپ کا عقد سید سجاد حسین ساکن کٹوارہ ضلع لکھیم پور کھیری کے ساتھ ہوا جن کے بطن سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں بعد انتقال مصطفےٰ حسین مرحوم موصوفہ نے حقیت کا دعویٰ میر ہادی حسین کے خلاف دائر کیا اسکے لبعد موصوفہ نے آنا جانا بالکل بند کر دیا لبعد کو اس مقدمہ میں صلح ہو گئی اور ان کا گزارہ مقرر ہو گیا۔ بڑی لڑکی جس کا نام تین بی بی تھا اس کی شادی میر علی کاظم ساکن گھوارہ ضلع الہ آباد کے ساتھ ہوئی۔ دوسری لڑکی بتو کا عقد عبداللہ خاں وزیر ریاست جاورا کے ساتھ بمقام نینی تال ہوا۔ آپ کے صاحبزادے ساجد حسین لبعد انتقال راجہ رضا حسین تعلقدار کٹوارہ وراثتاً علاقہ کے مالک ہوئے اور راجہ ساجد حسین کے نام سے مشہور ہوئے چونکہ نابالغ تھے لہذا علاقہ کورٹ آف وارڈس کی نگرانی میں آگیا۔ آپ کی تعلیم لامارٹینیر کالج لکھنؤ میں ہوئی۔ سینیر کیمبرج پاس کر لینے کے لبعد بغرض تعلیم انگلستان گئے وہاں سے جب واپس ہوئے علاقہ واگذار ہوا آپ اسکی دیکھ بھال کی طرف متوجہ ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ ملکی امور سے بھی دلچسپی لیتے تھے۔ کافی عرصہ تک کونسل و اسمبلی کے

ممبر رہے اس کے علاوہ بھی بہت سے اداروں اور انجمنوں کے ممبر ہیں۔

**سید مصطفےٰ حسین ابن سید عطا حسین:** موصوف ۱۳۰۲ھ میں پیدا ہوئے یہ اپنی تینوں بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ چونکہ ننہال لکھنؤ میں تھا اس لئے زیادہ تر لکھنؤ کی تہذیب کے حامل تھے۔ منشی مظفر علی صاحب المتخلص بہ اسیر مرحوم کے نواسے تھے طبیعت شاعرانہ پائی تھی۔ اردو فارسی کی تعلیم مولوی منور علی صاحب ابراہیم آبادی سے حاصل کی تھی۔ حاضر جواب آدمی تھے۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کیلئے جوبلی ہائی اسکول میں نام لکھوایا۔ انٹرنس پاس کرنے کے بعد انگریزی تعلیم ترک کر کے موتکپور چلے آئے اور زمینداری کے کام میں مصروف ہو گئے۔ زندگی نے وفا نہیں کی اور تقریباً ۳۲ سال کی عمر میں بعارضہ دق میں مبتلا ہو کر ناگہاں لکھنؤ میں انتقال کیا نعش موتکپور لائی گئی اور کربلا موتکپور میں دفن ہوئی۔

**سید مرتضیٰ حسین ابن سید عطا حسین:** موصوف چار سال اپنے بڑے بھائی مصطفےٰ حسین سے چھوٹے تھے۔ اس حساب سے ۱۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ نہایت ملنسار اور خلیق آدمی تھے۔ طبیعت بہت خوش مذاق پائی تھی اور بہت زندہ دل آدمی تھے دنیا کا کوئی لطف نہ اٹھا سکے اور تقریباً ۱۹ سال کی عمر کو پہونچ کر بعارضہ دق الموڑہ پہاڑ پر انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے حسنِ صورت اور حسنِ سیرت دونوں میں اسوقت اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔

## فصل چہارم

### حکیم سید ہدایت حسین ابن سید غلام جعفر

سید موصوف نے لکھنؤ میں عربی کی تعلیم پائی حکیم سید حیدر حسین جو شاہی شفاخانہ اودھ کے اول حکیم تھے اُن سے علم طب حاصل کیا۔ عربی و فارسی میں پورا عبور تھا

انصرام اُمور زمینداری سے سید موصوف نے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ بعد حصول علم طب موتکپور آئے اور اپنے فیض سے مرضا کو استفادہ پہونچاتے رہے۔ سیاست میں پورا دخل تھا۔ اور علم حساب و منطق میں نہایت اچھا دماغ پایا تھا۔ علم قراءت کے بھی ماہر تھے۔ خط نہایت نستعلیق اور نئی شان کا تھا۔ بند دار انگرکھا اور بڑی مُہری کا سفید پاجامہ سید موصوف کی پوشاک تھی۔ داڑھی خشخشی اور مخضب رکھتے تھے۔ طبیعت میں احتیاط بہت تھی۔ قد کسی قدر چھوٹا تھا۔

## سید موصوف کی ولایت لندن میں شہرت

ایک مریض جس کے حلق سے خون آتا تھا وہ سید موصوف کے زیر علاج رہا اور اس کو کامل افاقہ ہوا۔ اتفاق سے مریض مذکور کو بغرض تحصیل علوم غربیہ لندن جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں اسکو پھر وہی شکایت پیدا ہوئی۔ لندن کے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ چونکہ لندن کی آب وہوا مرطوب ہے اسلیئے ایسے مریض کے لئے جس کو سِل یا دق کی شکایت ہو فوراً لندن چھوڑ دینا چاہیئے۔ طالب علم مذکور نہایت پریشان خاطر ہوا۔ شاہی ڈاکٹر سے مشورہ کیا اس نے بھی وہی رائے دی جو دوسرے ڈاکٹر دے چکے تھے۔ طالبعلم مذکور نے اپنے علاج کا حوالہ دیا اور کہا کہ ہمارے وطن میں ایک حکیم ہیں جن کے علاج سے افاقہ ہو چکا ہے ان کا بیان تھا کہ یہ خون حلق سے آتا ہے۔ پھیپھڑے کا نہیں ہے۔ یہ سنکر ڈاکٹر مذکور نے کچھ دیر تامل کیا اور آلہ لگا کر بدن کا خوب معائنہ کیا۔ جواب دیا کہ واقعی آپ کے حکیم کی رائے نہایت مناسب تھی ہم غلطی پر تھے چنانچہ اُسی مرض کا علاج کیا گیا جو سید موصوف نے تشخیص کیا تھا اور طالب علم مذکور کو فوراً افاقہ ہو گیا۔ سید موصوف اعلیٰ درجہ کے طبیب تھے مگر دیہات میں وہ شہرت حاصل نہ کر سکے جس شہرت کے

لائق تھے۔ شیعہ کالج لکھنؤ کے بہت بڑے حامی تھے اپنے جوار سے ایک کافی مقدار چندے کی وصول کر کے و نیز اپنے ذاتی سرمایہ سے کالج مذکور کی اعانت کی۔ موصوف کو سیاسی امور میں کافی دلچسپی تھی۔ وفات سے تین گھنٹہ قبل تک نسخہ تجویز کرتے رہے ایک ثلث حصہ اپنی جائداد کا اعمالِ خیر میں وقف کر گئے۔ نسبت سید موصوف کی مسماۃ واجد النساء، دختر سید اکبر علی کے ساتھ ہوئی تھی۔ مگر کوئی اولاد منعقد نہیں ہوئی تھی۔ آخر عارضہ ذیابیطس میں علیل ہو کر اسی عارضہ مہلکہ میں بتاریخ ۵ رمضان روز سہ شنبہ وقت پانچ بجے دن ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۱۷ء موتک پور میں لاولد انتقال کیا اور صحن امامباڑہ میں حسب وصیت دفن ہوئے۔ حکیم صاحب مرحوم اس یگانۂ روزگار و حید عصر سے تھے جنکو موتک پور کا آفتاب کہنا چاہئے۔ ایسا طبیب حاذق علوم عربی و فارسی پر عبور رکھنے والا جامع صفات و کمالات تمدن و اخلاق میں ڈوبا ہوا موتکپور کی خاک سے اب تک پیدا نہیں ہوا تھا۔ خداوند کریم جناب مرحوم کو غریق رحمت بےنہایت فرمائے۔ مرحوم نے ایک مختصر سا کتب خانہ بھی قائم کیا تھا جس میں بہترین کتب تھیں مگر عدم توجہی کی وجہ سے سب برباد ہوگئیں

## فصل پنجم

## سید ہادی حسین ابن غلام جعفر

آپ اور سید ہدایت حسین توام پیدا ہوئے۔ آپ چھوٹے تھے۔ نہایت صغیر السن تھے جب ۱۲۷۰ھ میں آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا۔ سید حیدر حسین اپنے حقیقی چچا کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ فارسی تعلیم مولوی مظفر علی بٹی سید سے حاصل کی۔ جب ضروری تعلیم سے فراغت پا چکے تو سید اصغر علی جو اس وقت علاقہ کا انتظام کرتے تھے اپنی نگرانی میں رکھ کر علاقہ داری کا کام سکھلانے لگے۔ جب

سید اصغر علی نے علاقہ کے انتظام سے کنارہ کشی اختیار کی تو سید موصوف مستقل طور سے انتظام تعلقہ میں مصروف ہوئے گو کہ جس قدر حصہ دار تھے وہ بموجب حصہ جمعبندی باہم تقسیم کر لیتے تھے اور اپنے حصہ کا روپیہ خود وصول کر لیتے تھے۔ مگر انتظامی امور جس علاقہ کے تھے وہ سب سید موصوف کے سپرد تھے۔ ایک کافی رقم مشترکہ جائداد سے علیحدہ کمو دیگئی تھی جو مشترکہ اخراجات میں بہ نگرانی سید موصوف صرف ہوتی تھی باغات کا یہ انتظام تھا کہ جو خاص خاص باغات تھے ان کی فصل رکھائی جاتی تھی بقیہ باغات و درختان متفرق کی فصل نیلام کر دی جاتی تھی۔ جو رقم نیلام فصل سے جمع ہوتی تھی اس سے جو باغ رکھوائے جاتے تھے ان کی رکھوالی دی جاتی تھی۔ بعد منہائی اخراجات جو رقم فاضل بچتی تھی وہ سالانہ حصہ داروں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ ایک عرصہ دراز تک یہ انتظام بہت کامیابی سے چلتا رہا۔ کسی حصہ دار کو کبھی کوئی شکایت کا موقع نہیں ملا۔

## سیّد رضا حسین کی علاقہ کے انتظام میں شرکت اور دو خاندان کا بٹوارہ

جب کام کا بار زیادہ بڑا اور مصروفیت و ممبری ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ کی وجہ سے انتظام تعلقہ کی طرف رجوع ہونے کا موقع کم ملا۔ سید رضا حسین اپنے بھتیجے کو جو سید کلب حسین کے بڑے بیٹے تھے انتظام تعلقہ میں شریک کیا اور علاقہ کے کل کاغذات سید رضا حسین کی نگرانی میں دیدیئے۔ خود سید موصوف نے محض خارجی تعلقات اپنے ذمہ رکھے۔ سید رضا حسین اس جزوی انتظام سے دوسرے حصہ داروں کو خوش نہ رکھ سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو حصہ دار سید وزیر علی اور سید اختر حسین اس مشترکہ اصول سے ۱۳۱۶ فصلی میں علیحدہ ہو گئے اور باضابطہ اکثر مواضعات کا بٹوارہ کر لیا۔ اور انفرادی طور پر اپنا انتظام کرنے لگے۔

## سنہ ۱۹۲۳ء میں سیلابِ عظیم

جب سنہ ۱۹۲۳ء میں آخر بارش بہت کثرت سے ہوئی دریائے گومتی میں طغیانی آگئی ترائی کے مواضعات میں فصل کو سخت نقصان پہونچا۔ نصف آبادی بلوی اور منہوان اور مہوہ گڈہ کی کل آبادی زیر آب ہوگئی۔ فصل وہاں قریب تیاری کے تھی اور ماش کی فصل بوئی جاچکی تھی سب ضائع و برباد ہوگئی۔ جو رعایا کی انتہائی پریشانی اور بربادی کا باعث ہوئی۔ جب یہ صورت پیدا ہوئی تو آپ نے موقعہ پر جاکر رعایا کو طغیانی سے محفوظ رکھنے کے لئے انتظامات شروع کئے۔ میں بھی موصوف کے ساتھ تھا۔ ان کی رہائش کے لئے نئی جگہیں تجویز ہوئیں اور آبادی کے لئے پھوس اور بانس وغیرہ کا انتظام کیا گیا ان کا اسباب اور غلہ پانی سے گھرے ہوئے گھروں سے نکال کر کشتیوں پر بار کرا کے محفوظ مقامات پر پہونچایا جانے لگا۔ آخر کئی روز کی محنت سے رعایا کو سکون حاصل ہوا اور اطمینان کی سانس لینے کا موقع ملا۔ خلاصہ یہ کہ رعایا و زمیندار کیلئے یہ سال انتہائی تباہی خیز تھا مہوہ گڈھ کی آبادی اپنے سابق جائے وقوع سے ہٹا کر اونچی جگہ پر آباد کیگئی۔ بلوی میں جن کے گھر بہہ گئے تھے ان کو آراضی مزروعہ جو مولف ہذا کے قبضہ میں تھی افتادہ کرکے علیحدہ ایک پورہ کی صورت میں آباد کیا گیا۔ جو اب تک قائم ہے۔ جس میں چند گھر گوڑیوں اور ٹھاکروں کے آباد ہیں۔

## میر بنیاد حسین کا انتقال اور قادرپور کے انتظامی امور کی طرف آپکی توجہ

جب سنہ ۱۹۱۶ء میں خان بہادر میر بنیاد حسین رئیس قادرپور کا لکھنؤ میں انتقال ہوگیا اور کوئی امور ریاست قادرپور کا نگران باقی نہیں رہا۔ اہلیہ خان بہادر مسماۃ اشرف النساء جو آپ کی بھانجی اور سید صفدر حسین مونگیوری کی بیٹی تھیں اپنے ماموں (سید ہادی حسین) کا

سے خواہش کی کہ علاقہ کی نگرانی اپنے ذمہ لے لیں۔ سید موصوف نے پوری نگرانی کی ذمہ داری منظور نہیں کی مگر بہر حال کچھ نہ کچھ خارجی معاملات کی دیکھ بھال کرنے پر تیار ہو گئے۔ داخلی معاملات میں دخل دینے سے علیحدہ رہے۔ مگر پھر بھی دو علاقوں موتکپور و قادرپور کا انتظام کرنا آسان کام نہ تھا۔ جس کی وجہ سے موتکپور کا انتظام اپنے نائب منشی رام پرشاد جوتسی لوہہ کے رہنے والے تھے ان کے حوالے کرنا پڑا۔ ایک تو آنریری مجسٹریٹی کے مقدمات کا فیصلہ دوسرے قادرپور کے علاقہ کی نگرانی اور پھر ایسے علاقہ کی نگرانی جس میں کوئی ذمہ دار ہستی ایسی نہ تھی جس پر اعتماد کیا جا سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ موتکپور کے علاقہ کا انتظام بھی اپنے صحیح نقطہ سے ہٹ گیا اور ضلعداران کی خود غرض پالیسی نے رعایا میں بے چینی کے آثار پیدا کر دیئے مگر بر وقت منشی انور علی[1] مختار عام جو ایک نہایت صلح جو اور خیر اندیش ملازم تھے۔ اُن کے توجہ دلانے پر سید موصوف نے قادرپور کی طرف سے دلچسپی کم کر دی اور اپنے علاقہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا جس سے رعایا میں سکون پیدا ہو گیا اور آپ کی دُور اندیشی کا ہر طرف چرچا ہونے لگا۔

سید موصوف کا عقد مسماۃ کنیز فاطمہ المتوفی ۲۸ شوال ۱۳۰۷ھ دختر سید اکبر علی موتکپوری کے ساتھ ہوا جس معظمہ کے بطن سے دو لڑکے سید سردار حسین و سید راحت حسین اور ایک لڑکی مسماۃ انیس النساء جو چودہری سید ارشاد حسین کو منسوب ہوئیں وجود میں آئے۔ سید موصوف انتہائی صلح پسند و منتظم واقع ہوئے تھے۔ امام باڑہ سے خاص دلچسپی تھی۔ بقر عید سے ایام عزا تک کوئی کام سوائے عزاداری کے نہیں کرتے تھے۔ اعزا سے نہایت اخلاق سے پیش آتے تھے ہر شخص کے دُرد و مصیبت میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ اعزا میں جناب ممدوح کا وجود باعث تقویت تھا۔ گورنمنٹ سے اختیارات آنریری مجسٹریٹی حاصل کئے تھے

---

[1] منشی انور علی موضع شسوائی کے رہنے والے تھے۔

تمام عمر ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر رہے۔ خطاب خان بہادری سے سرفراز ہوئے۔ بیاسی سال کی عمر میں بتاریخ ۲۲ ماہ مئی ۱۹۲۶ء عارضہ دق میں علیل ہو کر دار ناپائدار سے طرف عالم جاودانی کے رحلت فرمائی امام باڑہ مونگیور میں اپنی نگرانی میں باہر پلاسٹر کرایا اور پختہ چہار دیواری تعمیر کرائی۔ جو کچھ صفائی اور انتظام اسوقت امام باڑہ میں ہے وہ موصوف ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ احمد حجام جو موصوف کی خدمتگاری میں ملازم تھا بہترین جھاڑ ساز ثابت ہوا۔ چونکہ وہ خود صفائی پسند تھا۔ اسلئے جو کام وہ کرتا تھا نہایت شستہ اور صاف کرتا تھا۔ امام باڑہ کی سجاوٹ اسی کی زیادہ مرہون منت ہے۔ مارچ ۱۹۲۴ء میں زیارت عراق سے مشرف ہوتے۔ سید موصوف بعد رحلت کربلائے مونگیور میں دفن ہوتے۔ جب چودہری ارشاد حسین نے امام باڑہ کربلا بنوایا اس وقت آپ کی قبر چبوترہ پر آگئی ہے۔

## انیس النساء بنت سید ہادی حسین

۱۲۹۹ھ میں بمقام مونگیر پیدا ہوئیں۔ سات سال کی تھیں کہ ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ خالہ نے تربیت و تعلیم دی۔ نہایت ناز و نعم سے پرورش کی اور یہ خیال رکھا کہ تعلیم موجودہ زمانہ کے مطابق ہو۔ آپ کی شادی چودہری ارشاد حسین کے ساتھ ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۰۵ء کو ہوئی۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی جو چند ماہ کے بعد فوت ہو گئی۔ مارچ ۱۹۲۴ء میں بغرض زیارت عراق تشریف لے گئیں۔ ۱۴ صفر ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۲۸ء یوم یکشنبہ بمقام رُدولی انتقال ہوا۔ حسینیہ ارشادیہ میں شہ نشین پر وسط در کے سامنے دفن ہوئیں۔ مرحومہ نہایت مومنہ صالحہ تھیں۔ مذہب کی بجمیع جہات پابند تھیں۔ امور خیر میں غیر معمولی دلچسپی لیتی تھیں۔ مستحقین کی اعانت باخفات کرتی تھیں۔ غربا کی ناکتخدا لڑکیوں کی

شادی میں کافی انہماک و دلچسپی لیتی تھیں۔ عزائے امام حسین علیہ السّلام کو ذریعہ نجات سمجھ کر غیر معمولی شغف سے انجام دیتی تھیں۔ مزاج میں تواضع وانکسار کافی تھا۔ دولت و ثروت کو خداوند عالم کا عطیہ سمجھ کر اس پر شکر ضرور کرتی تھیں مگر کبھی کوئی غلط خیال دولت کا دماغ میں آتا ہی نہیں تھا

## سید سردار حسین ابن ہادی حسین

ولادت ۷ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۸۸۶ء یوم شنبہ بمقام ٹکیور ہوئی۔ نہایت خورد سال تھے کہ ماں کا سایہ ۱۳۰۷ھ میں سر سے اٹھ گیا۔ نہایت شفیق خالہ واجد النساء اور بھرپور محبت بھرے ماموں (سید احمد حسین) کے زیر سایہ پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم مولوی منور علی صاحب اور انگریزی ماسٹر منشی نند کشور ساکن رام نگر سے حاصل کی۔ اس کے بعد موصوف لکھنؤ میں جوبلی ہائی اسکول میں داخل ہوئے اور امتحان انٹرنس پاس کیا۔ اس کے بعد کیننگ کالج سے بی۔ اے پاس کر کے نکلے اس وقت کالج مذکور الہ آباد یونیورسٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ اور لکھنؤ یونیورسٹی قائم نہیں ہوئی تھی۔ اسی دوران میں علاقہ نرولی کورٹ سے واگذار ہوگیا اور چودھری ارشاد حسین صاحب بااختیار تعلقدار ہوئے لہذا چودھری صاحب نے آپ کو بغرض تعلیم بیرسٹری لندن بھیجدیا۔ موصوف نے لندن پہونچ کر بیرسٹری پاس کی۔ سایرن سسٹر اور ینٹل کالج سے ایم۔ آر۔ اے۔ سی اور لندن کالج سے ایم۔ ایس۔ آئی ۔ ٹیل کا ڈپلوما حاصل کیا۔ ۱۹۱۴ء میں زمانہ جنگ میں وطن واپس آئے اور بیرسٹری کا کام شروع کیا۔ آپ کی پریکٹیس خوب چلی اور آپ نے اسی آمدنی سے بارہ بنکی میں ایک نہایت شاندار کوٹھی، زنانہ مکان اور بہت سی دوکانیں تعمیر کرائیں۔ کوٹھی کا محل وقوع نہایت عمدہ ہے۔ کافی عرصے تک ڈسٹرکٹ بورڈ میونسپل بورڈ کے ممبر رہے

بار ایسوسی ایشن کے صدر دو بار بلا مقابلہ ہوئے۔ آپ کی پالیسی اور ایمانداری کا ہر شخص معترف رہا اور کافی رسوخ پبلک میں پیدا کرلیا۔ ہر شخص آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور احترام کرتا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں بیرسٹری کا کام چھوڑ کر موتکپور چلے آئے اور یہیں مستقل طور سے رہنے لگے۔ آپ کی کوششوں سے موتکپور میں ایک سرکاری اسپتال قائم ہوا۔ آپ ہی نے اپنا مکان اس کے لئے دیا جس کی وجہ سے عوام کو کافی سہولتیں اور فائدہ ہوا۔ زراعت و باغات کے کاموں سے بہت دلچسپی ہے۔ مجلس خوب پڑھتے ہیں۔ ہر محرم کو ایک بہت بڑی مجلس منعقد کرتے ہیں جس میں جناب استاد الواعظین مولوی ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی بیان فرماتے ہیں۔ اس مجلس میں تمام حضرات سید واڑہ شرکت کرتے ہیں۔ عشرہ محرم کی یہ مجلس ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے۔ موصوف بڑے خلوص اور انہماک سے تمام امور انجام دیتے ہیں۔ آپ کے دل میں یہ جذبہ موجزن رہتا ہے کہ یہ مجلس میرے عم محترم حکیم سید ہدایت حسین مرحوم کے نام نامی سے موسوم ہے۔ یہ حکیم صاحب ہی کی قائم کی ہوئی ہے۔ تین بار زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہوئے۔ مذہبی امور سے خاص دلچسپی ہے۔ آپ کی پہلی شادی رسول بانذی دختر راجہ توکل حسین ساکن لورپور ضلع فیض آباد کے ساتھ رجب ۱۳۳۳ھ میں ہوئی آپ کی یہ شادی ہمیشہ یاد رہے گی۔ بارات موتکپور سے نہایت شاندار طریقہ سے گئی دریاباد اسٹیشن سے ایک اسپشل گیا تھا اس وقت یہ ایک بہت بڑی بات خیال کی جاتی تھی اس بارات کی قبل سے اس قدر شہرت تھی کہ جس اسٹیشن پر بارات کا اسپشل رکتا تھا تماشائیوں کے ٹھٹھ لگ جاتے تھے۔ اسقدر سامان جہیز میں ملا تھا جس کی تفصیل کے لئے کافی اوراق درکار ہیں۔ یہاں میں اجمالی طور سے صرف خاکہ پیش کرنا مناسب تصور کرتا ہوں تاکہ آئندہ آنے والی نسل کو کم از کم یہ تو معلوم رہے کہ خاندان میں کیسی کیسی شادیاں ہوئی ہیں۔ اور اس وقت کس شان سے شادیاں ہوا کرتی تھیں کیونکہ چند دنوں کے بعد یہ تمام باتیں

خواب وخیال ہوجائیں گی ۔ اب زمانہ ایسی تقاریب کو نہ پسند کرتا ہے اور نہ اقتصادی حالات ہی اجازت دیتے ہیں ۔

جہیز میں ہر وہ ضروری اور معمولی سے معمولی چیز تھی جو ضروریات زندگی کے لئے ایک راجہ اپنی لڑکی کو دے سکتا ہے ۔ زیورات ، کپڑے ہر قسم کے ، ظروف نقرئی ، مرادآبادی ایلومنیم کی کوئی انتہا نہ تھی ۔ ہاتھی مع ہودج گنگا جمنی وجھول کارچوبی کے ، گھوڑے مع زیورات اونٹ مع ڈلکا ۔ خیمہ ، شامیانہ ، فرش فروش ، فرنیچر غرض ہر چیز فہرست جہیز میں موجود تھی ۔

شادی کے ایک سال بعد اندر دو توام لڑکے لورپور میں پیدا ہوئے ۔ اسوقت وہاں طاعون کا بے حد زور تھا ۔ لڑکے چند دنوں کے بعد فوت ہوگئے ۔ اُس کے بعد ان کی ماں کا بھی انتقال ہوگیا

چار سال کے بعد آپ کی دوسری شادی کنیز فاطمہ دختر اصغر حسن جج ساکن کلاں پور ضلع جونپور کے ساتھ بمقام لکھنؤ ۲۰ ر جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۳ ر مارچ ۱۹۱۹ء کو ہوئی ۔ جن کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں بمقام بارہ بنکی مرض دق میں انتقال کیا ۔ نعش موتکپور آئی اور قبرستان موتکپور میں دفن ہوئی ۔

دسمبر ۱۹۳۱ء میں آپ کی تیسری شادی قاسمی بیگم دختر سید فضل مہدی ساکن جرول ضلع بہرائچ کے ساتھ ہوئی ۔ جن کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوئے جون ۱۹۴۳ء میں بمقام بارہ بنکی مرض دق میں انتقال ہوا ۔ نعش موتکپور آئی ۔ اور کربلا میں دفن ہوئی ۔

آپ نے لڑکیوں لڑکوں کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ رکھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی جس کی کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے ۔

**۱۔ ذکیہ خاتون :** ولادت ۵ ر رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹ ر مارچ ۱۹۲۱ء یوم شنبہ بمقام لکھنؤ ہوئی پانچ سال کے سن میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ نانی نے پرورش کی اور وہیں تعلیم ہوئی۔ ہائی اسکول فرسٹ ڈویژن پاس کیا اس کے بعد انٹرمیجیٹ اور بی اے۔ آئی۔ ٹی کالج لکھنؤ سے ۱۹۴۴ء میں کیا۔ یہ پہلی لڑکی خاندان علیم الدین کی ہے جس نے بی۔ اے کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ ۲۲ ر ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ مطابق ۹ ر دسمبر ۱۹۴۴ء یوم شنبہ کو آپ کی شادی سید علی ضامن نقوی پسر مقصود الحسن نقوی (پرنسپل شیعہ کالج لکھنؤ) ساکن قصبہ شکارپور ضلع بلند شہر کے ساتھ ہوئی۔
ایک صاحبزادے محمد ضامن ۱۰ ر محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۶ ر دسمبر ۱۹۴۵ء یوم یکشنبہ بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان چلی گئیں اور وہیں کی سکونت اختیار کر لی۔ آپ کے شوہر پاکستان کی فوج میں اسوقت لفٹیننٹ کرنل ہیں دو لڑکیاں پاکستان میں اور پیدا ہوئیں۔

**۲۔ ظفر حسین :** ولادت ۶ ر محرم ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۳ ر مئی ۱۹۳۲ء یوم جمعہ بمقام بارہ بنکی ہوئی۔ ہائی اسکول بارہ بنکی سے پاس کیا۔ اس کے بعد شیعہ کالج سے انٹرمیجیٹ پاس کر کے لکھنؤ میڈیکل کالج میں بغرض تعلیم ڈاکٹری داخل ہوئے۔ پانچ سال کے بعد ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ کی ڈگری حاصل کی۔ دوران تعلیم میڈیکل کالج مختلف موقعوں پر آپ کو تمغے اور متعدد سرٹیفکٹ ملے۔ آپ نہایت عمدہ مصوّر کالج میں تصوّر کئے جاتے تھے۔ آپ کی بنائی ہوئی تصویریں نمائش میں آویزاں کی جاتی تھیں۔ کالج میں تفریحات کے جو پروگرام ہوتے تھے اس میں بھی نمایاں حصہ لیتے تھے اور اول انعام ملتا تھا۔ ڈاکٹری ڈگری ملنے کے بعد میڈیکل کالج میں ہاؤس سرجن ہوئے اور پھر کچھ دنوں کے لئے ٹی۔ بی وارڈ میں کام کیا۔
آل انڈیا میڈیکل ایسوسی ایشن نے آپ کو بیرونِ ملک (کناڈا) اوٹاوہ جنرل ہاسپٹل

بغرض تعلیم بھیجا - تقریب تین سال وہاں رہے - بچوں کے علاج کا ڈپلوما ملا - چونکہ سب سے زیادہ نمبر آپ کو ملے تھے لہذا اسی کالج میں لکچرر ہو گئے - اس کے بعد وہیں سے آپ لنڈن چلے گئے - لنڈن میں ریسرچ کی اور ڈی سی - ایچ کی ڈگری حاصل کی اور ابھی لنڈن ہی میں مزید تعلیم حاصل کر رہے ہیں - نہایت ذہین اور قابل، مہذب - نیک نفس - پاک طینت اور پابند صوم صلوٰۃ ہیں -

۳ - ہدایت حسین : ولادت ۲۸ صفر سنہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۲ جون سنہ ۱۹۳۴ء یوم سہ شنبہ بمقام بارہ بنکی ہوئی - مثل اپنے بڑے بھائی کے بارہ بنکی میں تعلیم حاصل کی انٹرمیجیٹ کرسچین کالج لکھنؤ اور بی - ایس - سی لکھنؤ یونیورسٹی سے کیا - اس کے بعد کلکتہ سے سکرٹری شپ کا امتحان پاس کیا - اس کے بعد کراچی چلے گئے - وہاں کچھ عرصہ تک انشورنس کمپنی میں ایجنٹ رہے پھر بندرگاہ کراچی پر کسٹم افسر مقرر ہوئے - اپریل سنہ ۱۹۶۱ء میں بغرض تعلیم چارٹرڈ اکاونٹنی لنڈن گئے اور ابھی تک وہیں زیر تعلیم ہیں - نہایت پر مذاق زندہ دل اور آن بان کے انسان ہیں -

۴ - غضنفر حسین : ولادت ۲۳ رمضان سنہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۵ مئی سنہ ۱۹۳۷ء یوم شنبہ بمقام بارہ بنکی ہوئی - ہائی اسکول بارہ بنکی سے اور انٹرمیجیٹ اور بی - ایس - سی لکھنؤ کرسچین کالج سے کیا - ایک سال تک لکھنؤ یونیورسٹی میں روسی زبان پڑھا اور ڈپلوما لیا - اس کے بعد ارناکولم میں گراونڈ انجنیرنگ کی تعلیم کے لئے گئے دو سال وہاں رہ کر واپس آئے اور اسوقت کانپور میں نیشنل فلائنگ کلب میں ہوائی انجنیرنگ کی پریکٹیکل تعلیم حاصل کر رہے ہیں طبیعت میں شگفتگی، محبت اور خدمت کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے -

# سید راحت حسین ابن سید ہادی حسین

ولادت ۱۱ر رمضان ۱۳۰۷ھ مطابق ۳۰ر اپریل ۱۸۹۰ء یوم چہارشنبہ بمقام موتکپور ہوئی۔ بہت ہی خورد سال تھے جب ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ خالہ ہواجد النسار حیات تھیں ان کی گود میں پرورش پائی۔ سید احمد حسین اپنے شفیق ماموں کے زیر تربیت رہے اردو اور کچھ فارسی کی تعلیم مولوی منوّر علی سے حاصل کی۔ عزم کے نہایت پختہ اور اپنے معمولات میں مستقل مزاج تھے۔ عراق و ایران کی زیارات عتبات عالیات سے مشرف ہوئے۔ شادی نسیم النسار دختر سید احمد حسین جو آپ کے حقیقی ماموں بھی تھے بتاریخ ۲۰ر جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۸ر جون ۱۹۱۱ء یوم یکشنبہ بمقام موتک پور ہوئی جنکے بطن سے دو صاحبزادے ڈاکٹر سید شہنشاہ حسین و سید بادشاہ حسین اور ایک لڑکی عالم خاتون وجود میں آئے۔ موصوف ایک ایسے تکلیف دہ مرض میں مبتلا ہو گئے تھے جو اُنکا چراغ حیات بجھانے کا سبب ہوا۔ اسی لئے وہ تنہا نہیں چھوڑے جاتے تھے کہ معلوم نہیں کس وقت مرض کا دورہ ہو جائے۔ آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ حقّہ پینے کے عادی تھے ایک روز اپنے کمرے میں تنہا بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے تھے کہ دورہ آگیا۔ بیہوش ہو کر اسی جگہ گر گئے اور حقہ مع چلم جو آگ سے بھری ہوئی تھی اُدپر آپڑی۔ کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ اس وقت کوئی موجود نہیں تھا۔ جب دھواں کمرہ سے باہر نکلتے لوگوں نے دیکھا تو دوڑ پڑے۔ کسی طرح آگ بجھائی گئی مگر موصوف کے بدن کو کافی صدمہ آگ سے پہونچا جس کا اثر قلب پر پڑنا یقینی تھا۔ اتفاق سے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر شہنشاہ حسین موجود تھے فوراً انھوں نے طبی امداد جو ممکن تھی پہونچائی اور اپنے چھوٹے بھائی بادشاہ حسین کو بذریعہ کار لکھنؤ روانہ کیا شام کو لکھنؤ سے ڈاکٹر خان تشریف لائے ان کے ہمراہ

موصوف کو لکھنؤ لے جایا گیا اور چھ ماہ کافی علاج کیا گیا۔ سینہ پر چھ انچ کا زخم باقی رہگیا جو مندمل نہیں ہوا۔ بعد میں قلبی دورے بھی پڑنے لگے اور غذا تقریباً چھوٹ گئی۔ ۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء مطابق ۷ رمضان ۱۳۶۶ھ یوم شنبہ بمقام مونکپور صبح ۴ بجے انتقال کیا۔ جناب مولانا سید محمد سعید صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ سے تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھائی۔ چبوترہ امام باڑہ کربلا پر دفن ہوئے۔ مرحوم کی عمر تقریباً ۵۸ سال تھی۔

**ا۔ شہنشاہ حسین ابنِ راحت حسین:** ولادت ۱۰ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ مطابق ۷ مئی ۱۹۱۴ء یوم پنجشنبہ بمقام مونکپور ہوئی۔ رسم بسم اللہ کے بعد کچھ دنوں تک مقامی اسکول میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد مولوی حمید علی ردولوی سے پڑھا۔ جولائی ۱۹۲۵ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول بارہ بنکی میں داخل ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں ہائی اسکول پاس کیا بعد ازاں کرسچین کالج لکھنؤ میں ایف۔ ایس۔ سی کلاس میں داخلہ لیا ۱۹۳۵ء میں انٹرمیجیٹ اور ۱۹۳۶ء میں بی۔ ایس۔ سی کا پہلا سال لکھنؤ یونیورسٹی سے پاس کرنے کے بعد اسی سال میڈیکل کالج لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۴۱ء میں ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی ڈگری ملی اور فوراً آنکھ کے محکمہ میں ہاوس سرجن ہو گئے۔ ۱۹۴۳ء میں اسی محکمہ میں رجسٹرار مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں فزیالوجی میں ڈیمانسٹریٹر اور ۱۹۴۶ء میں لکچرر مقرر ہوئے۔ اسی سال آپ کو ایم۔ ڈی کی ڈگری بھی ملی آپ خاندان میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے ڈاکٹری پڑھی۔ ۱۴ جولائی ۱۹۴۹ء کو پاکستان گئے وہاں "ڈو" میڈیکل کالج میں فزیالوجی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہوگئے ۱۹۵۶ء میں میڈیکل کالج حیدرآباد کو تبادلہ ہوا۔ ۱۹۵۸ء میں چند ماہ لاہور اور بہاولپور میں رہے۔ اس کے بعد لیاقت میڈیکل کالج جام شورو میں مقرر ہوا اور ابھی تک پروفیسر کی حیثیت سے ہیں۔

آپ نہایت وسیع النظر، منکسر المزاج، ذکی الطبع، عالی حوصلہ، بااخلاق پابندِ صوم وصلوٰۃ اور محبِ اہلبیت اطہار ہیں۔ طریقہ گفتگو نہایت پسندیدہ ہے اعزّا و ملازمین کا خاص خیال رہتا ہے۔ انھیں تمام صفات نے آپ کو خاص وعام میں ہردلعزیز بنا دیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ نے دستِ شفا بھی عطا کیا ہے۔

آپ کا عقد باجرہ بیگم دختر رضا حسین ساکن سلطانپور کے ساتھ رجب ۱۳۷۲ھ میں ہوا۔ چونکہ آپ کو ویزا نہ مل سکا اس وجہ سے عقد ذریعہ وکیل ہوا۔ اس کے بعد آپ ہندوستان آئے۔ اس وقت رخصتی ۲۷ شعبان ۷۲ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۵۲ء یوم پنجشنبہ کو ہوئی۔ اس وقت آپ کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ جنکی تاریخ پیدائش وغیرہ ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

(الف) محمد ہادی ولادت ۱۴ شعبان ۷۳ھ مطابق ۲۸ اپریل ۵۳ء یوم پنجشنبہ بمقام کراچی
(ب) رفعت بانو " ۲۵ رجب ۷۴ھ " ۳۱ مارچ ۵۴ء " چہارشنبہ " سلطانپور
(ج) راحت حسنین " ۲۲ ذیقعدہ ۷۶ھ " ۳۱ مئی ۵۶ء " پنجشنبہ " کراچی
(د) زہرہ ثروت " ۱۹ صفر ۷۸ھ " ۴ ستمبر ۵۸ء " " بہاولپور
(ہ) ارشاد حسنین " ۱۹ شعبان ۷۹ھ " ۱۷ فروری ۶۰ء " چہارشنبہ " جام شورو

۱۹۶۱ء میں آپ امریکہ و انگلستان اور دیگر مقامات پر لکچر دینے کی غرض سے گئے۔ واپسی میں جدّہ میں ٹھہرے۔ وہاں سے مکہ معظمہ جاکر عمرہ ادا کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوکر واپس آئے محرم میں آپ کی جانب سے ایک وقت لنگر ہوتا ہے۔

۲۔ سید بادشاہ حسین ابن سید راحت حسین: ولادت ۴ ذیقعدہ ۳۵ھ

مطابق ۲۳ اگست ۱۹۱۶ء یوم پنجشنبہ بمقام مونک پور ہوئی۔ بارہ بنکی گورنمنٹ ہائی اسکول سے ۱۹۳۶ء میں ہائی اسکول پاس کیا۔ اسکے بعد گورنمنٹ ٹکنکل انسٹی ٹیوٹ لکھنؤ میں داخل ہوئے وہاں سے ۱۹۳۹ء میں ڈپلوما لیا۔ اس کے بعد دو سال تک سیتا پور الکٹرک سپلائی کمپنی میں ٹریننگ لی۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۲ء تک اسی ادارے میں سپروائزر انسٹرکٹر رہے۔ ۱۹۴۲ء میں ایک حکم سرکاری اس امر کا آیا کہ ہر شخص سے ایک بانڈ بھرایا جائے کہ گورنمنٹ جب مناسب خیال کریگی جہاں مناسب ہوگا وہاں بھیجدیگی چونکہ زمانہ دوسری جنگ عظیم کا تھا لہٰذا آپ کی والدہ اس پر تیار نہ ہوئیں اور آپ کو بحالت مجبوری ملازمت سے کنارہ کش ہونا پڑا۔ اس کے بعد آپ نے ایک کارخانہ موٹر کی مرمت کا اور ساتھ ہی کھراد کا قائم کیا۔ جو دو سال تک چلتا رہا مگر چونکہ جائے وقوع مناسب نہ تھی لہٰذا اس میں کامیابی نہیں ہوئی اور اسکو بند کر دیا اور مونک پور آکر مستقلاً رہنے لگے۔ آپ کو کھیتی کے کاموں سے بیحد دلچسپی ہے اور اس وقت آپ کی کاشت سب سے اچھی خیال کی جاتی ہے۔ آپ اسمیں کافی محنت اور مشقت کرتے ہیں اور کافی وقت اس کی نگرانی میں صرف کرتے ہیں آپ دسمبر ۱۹۵۵ء سے پردہان ہیں۔ ترقیاتی کاموں سے کافی دلچسپی رہتی ہے بلاک سدھور کی کمیٹیوں کے ممبر ہیں۔ ۱۹۶۰ء کے سیلاب میں نہایت جانفشانی سے کام کیا۔ جس کی وجہ سے حکام اور رعیت بیحد خوش ہوئی اور ہردلعزیزی بام معراج تک پہونچ گئی۔ نہایت صاحبِ عقل و فراست۔ معاملہ فہم۔ مزاج سلجھا ہوا۔ ہر کام میں مستعد، پابندِ صوم و صلوٰۃ۔ مذہبیات سے خاص اُنس۔ طبیعت میں ہمدردی کا جذبہ، انتظامی قابلیت، ہر بات میں اعتدال، موقع کی نزاکت کا احساس۔ آنکھ میں مروت دل میں محبت کا ولولہ کارفرما رہتا ہے۔ سب کے آڑے وقت میں کام آنا غرض ہر وہ صفت آپ میں موجود ہے جو ایک بلند و بالا انسان میں ہونا چاہیئے۔

آپ کی پہلی شادی خیر النساء دختر سید حسین مونگپور کے ساتھ مونگ پور میں ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۵۰ء یوم شنبہ کو ہوئی۔ جن کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور ولادت کے فوراً بعد ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۵۱ء یوم شنبہ کو انتقال ہو گیا۔

دوسری شادی جعفری بیگم بنت سید ہدایت حسین ساکن محلہ سید واڑہ، ضلع بہرائچ کے ساتھ ۱۷ شعبان ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۵۹ء یوم پنجشنبہ کو ہوئی۔ اس وقت ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

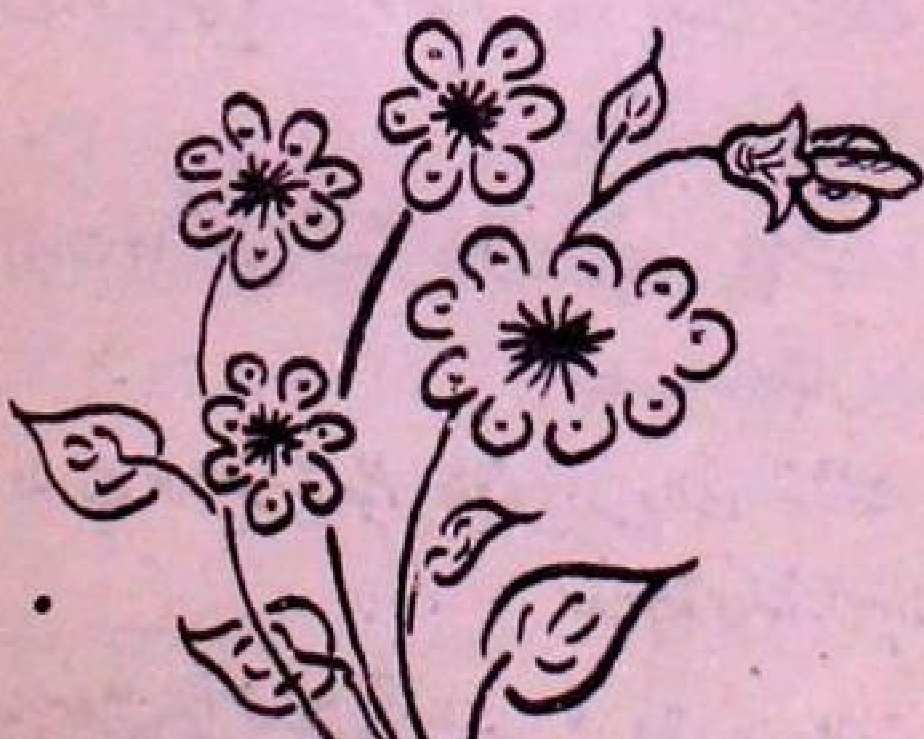
(الف) محمد علی ولادت ۲۱ ذیقعدہ ۷۰ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۵۱ء یوم شنبہ بمقام کوئن میری اسپتال لکھنؤ (از زوجہ اولیٰ)

(ب) شہناز فاطمہ ولادت ۱۶ شعبان ۷۹ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۶۰ء یوم یکشنبہ بمقام زنانہ اسپتال بہرائچ (از زوجہ ثانی)

(ج) اعجاز مہدی ولادت ۱۳ صفر ۸۲ھ مطابق ۱۶ جولائی ۱۹۶۲ء یوم دوشنبہ بمقام لیڈی کنڈر اسپتال لکھنؤ (از زوجہ ثانی)

**عالمہ خاتون بنت راحت حسین:** ولادت ۱۲ جمادی الثانی ۵۵ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۳۶ء یوم شنبہ بمقام مونگ پور ہوئی۔ شادی سید محمد مجتبیٰ پسر ڈاکٹر سید مصطفےٰ حسین ساکن دائرہ شاہ اجمل۔ الہ آباد کے ساتھ بتاریخ ۹ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۵۳ء یوم پنجشنبہ بمقام رُدولی ہوئی۔ ایک لڑکی بر دین سلطانہ ۱۴ شوال ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۵۸ء یوم دوشنبہ بمقام کراچی پیدا ہوئی۔ آپ اپنے شوہر کے

ساتھ جو پاکستان میں ڈاکٹر ہیں رہتی ہیں۔



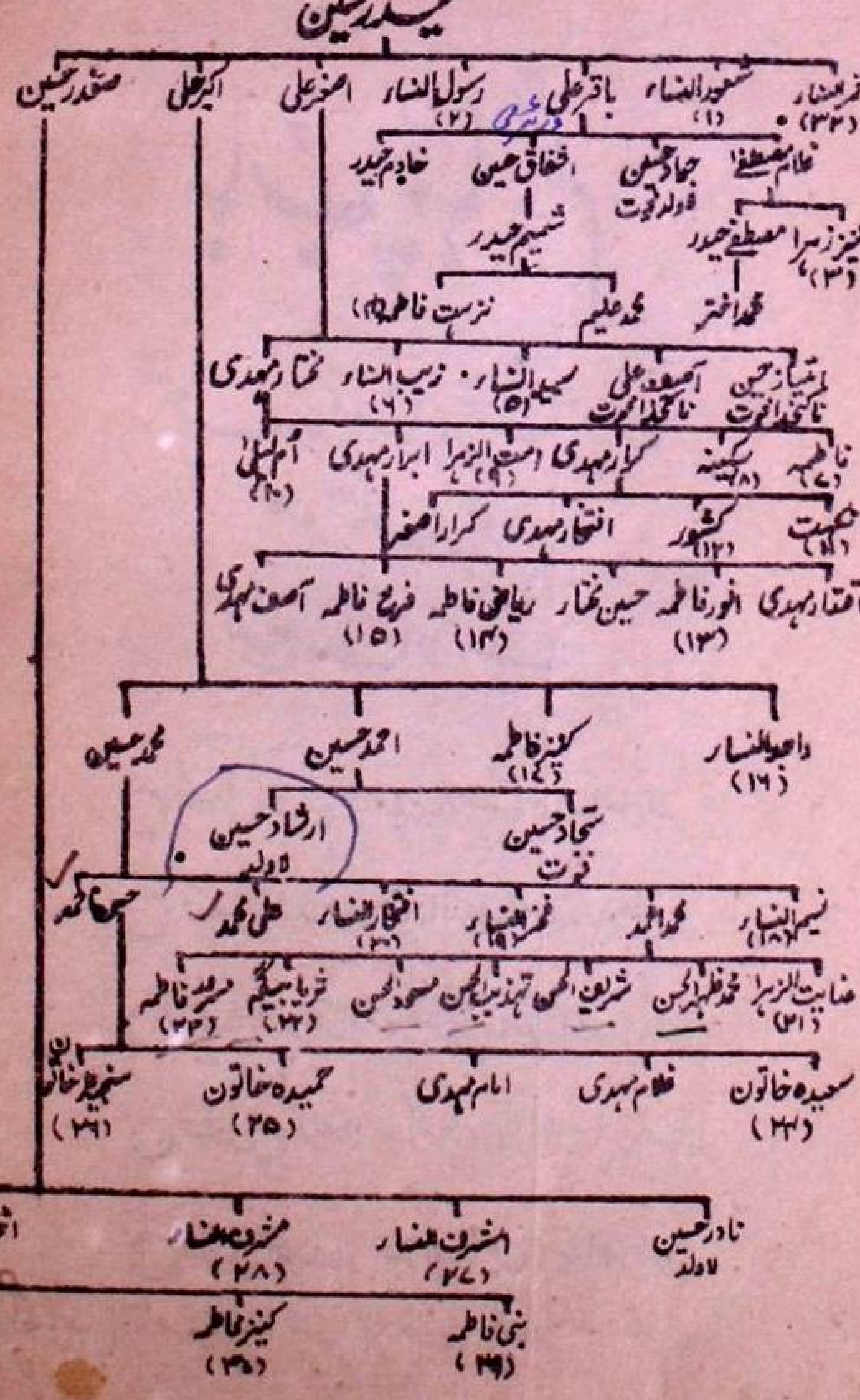
# باب چہارم

## شجرہ نمبر ۳ خاندان موتک پور مع حالات

- فصل اول : سید حیدر حسین ابن سید فضل احمد
- فصل دوم : سید باقر علی ۔ سید وزیر علی
- فصل سوم : سید اصغر علی ۔ سید مختار مہدی (مولف)
- فصل چہارم : سید اکبر علی ۔ سید احمد حسین ۔ سید محمد حسین
- فصل پنجم : سید صفدر حسین ۔ سید اختر حسین

نوٹ : اس باب میں نومبر ۱۹۶۲ء تک کے حالات درج کئے گئے ہیں ۔

# شجرہ نمبر ۳ خاندان موہنپورا اولاد حمید حسین



# یادداشت متعلق دختران :

۱ - زوجہ ضامن علی سنگورہ -

۲ - زوجہ لطف حسین میران پور -

۳ - " محمد رضی - زیدپور ضلع بارہ بنکی -

۴ - عمر ایک سال -

۵ - " محمد حسین موتنک پور -

۶ - زوجہ ارتضیٰ حسین میران پور -

۷ - " جواد حسین موتنک پور -

۸ - زوجہ غلام حیدر بہوا -

۹ - ناکتخدا فوت -

۱۰ - " " " "

۱۱ - ناکتخدا ہیں -

۱۲ - ناکتخدا ہیں -

۱۳ - " "

۱۴ - عمر ۹ سال -

۱۵ - عمر ۷ سال

۱۶ - زوجہ حکیم ہدایت حسین موتنک پور

۱۷ - زوجہ ہادی حسین موتنک پور -

۱۸ - " " راحت حسین - موتنک پور

۱۹ - " شبیہ الحسن سید پور ضلع بارہ بنکی

۲۰ - " ڈاکٹر اشتیاق حسین - مچھلی شہر ضلع جونپور

۲۱ - " آفاق حسین رضوی ، ردولی

۲۲ - ناکتخدا ہیں -

۲۳ - ناکتخدا ہیں

۲۴ - " "

۲۵ - " " "

۲۶ - عمر ۱۲ سال

۲۷ - زوجہ خان بہادر منیاد حسین قادر پور

۲۸ - " رضا حسین ، موتنک پور -

۲۹ - " خادم حیدر ، موتنک پور -

۳۰ - " اشفاق حسین موتنک پور -

۳۱ - " مصطفےٰ حیدر ، موتنک پور -

۳۲ - " نوازش احمد قادر پور -

# فصل اوّل

## سید حیدر حسینؒ ابنِ سید فضل احمدؒ

### سنہ ۱۲۹۳ ف میں علاقہ کی قبولیت سید حیدر حسین کے نام ہونا اور لچھمی پرشاد کی چکلہ داری

جب سید غلام جعفر بمطالبہ ضمانت کنجل کورمی ساکن بی بی پور قید ہو گئے۔ سید حیدر حسین دونوں تعلقوں موتک پور و تادرپور کے قبولیت دار ہوئے۔ سید حاجی حسین تعلقدار تادرپور یہ حال دیکھ کر سخت متوحش ہوئے۔ اپنے اہل و عیال کو بھیا پور بھیج دیا اور خود تعلقہ حاصل کرنے کی فکر کرنے لگے۔ نقیب بخش خاں بھٹی زمیندار موئی کے ذریعہ سے بہت کوشش کی مگر سود مند نہ ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر دریائے گومتی کے اُس پار اتر گئے۔ یہ زمانہ لچھمی پرشاد قائمقام چکلہ دار کا تھا جو بجائے راجہ بختاور سنگھ امور چکلہ داری انجام دیتا تھا۔ مسمی دائم علی اور لچھمی پرشاد میں بہت محبت و ارتباط تھا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر دائم علی نے چاہا کہ علاقہ نور پور کو اپنی قبولیت میں لاوے اور علاقہ مذکور پر قبضہ کرے اور قریب تھا کہ یہ کام سرانجام پاوے اور دائم علی اپنے مقصد میں کامیاب ہو کہ لچھمی پرشاد مذکور قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا اور دائم علی کے منصوبے دل ہی دل میں رہ گئے۔

### سید حیدر حسین کا شیخ زین علی کو راجہ بھجرام بخش کی مدد پر بھیجنا اور شیخ رمضان علی کو شکست دینا

جس وقت شیخ رمضان علی نے سرکاری فوج سے آکر ددنی کا محاصرہ کیا راجہ بھجرام بخش تمام دن توپ و تفنگ سے مقابلہ کرتے رہے۔ جب رات ہوئی گڑھی سے نکل آئے اور نالہ کلیجرا میں بھاگ کر قیام کیا۔ شیخ رمضان علی اس حال سے

مطلع ہو کر فوراً سرکاری لشکر بمیت ان کے تعاقب میں دوڑے اور نالہ کو بیدرا میں ایک دوسرے کے ملاقی ہوئے۔ سخت لڑائی واقع ہوئی سپاہیوں کی کثیر جماعت قتل و زخمی ہوئی۔ صبح سے دوپہر تک ایک حالت میں جنگ جاری رہی آخر فوج شاہی کے غلبہ سے راجہ کے دل میں ہراس پیدا ہوا اور قریب تھا کہ پیر اکھڑ جائیں ابھی بھاگنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ اسی اثناء میں شیخ زین علی تو تکھورے ایک جمعیت کثیر لئے ہوئے مدد کو پہونچ گئے۔ یہاں تک کہ راجہ مذکور کو اطمینان خاطر ہوا۔ شیخ زین علی نے چند حملے متواتر کئے تھے کہ لشکر شاہی کے پیر اٹھ گئے اور نہایت سراسیمگی کی حالت میں حیدرگڈھ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ راجہ مذکور مظفر و منصور گڈھی بونگ پور آئے اور ایک عرصہ تک پناہ گزین رہے۔

## سید حاجی حسین کا دریا اس پار اترنا اور ہزیمت اٹھا کر پھر واپس جانا

اس واقعہ کو چند روز نہ گزرے تھے کہ سید حاجی حسین ایک سپاہ جرار کے ساتھ دریا اس پار اترے اور جلالپور کے تھانہ کے سپاہیوں سے جنگ شروع کر دی۔ جب یہ خبر بونگ پور پہونچی ایک جماعت کثیر معہ سپاہیان راجہ بہرام بخش کے سید اصغر علی لے کر جا پہونچے۔ محاربہ عظیم درمیان میں آیا صبح سے دوپہر تک عرصہ جدال و قتال گرم رہا۔ آخر سید حاجی حسین تاب مقابلہ نہ لائے اور دریا اس پار اتر گئے۔ اور مورچے باندھ لئے۔ سید اصغر علی کی سپاہ نے بھی اس پار مورچے قائم کئے اور آتش پیکار یہاں تک جاری رہی کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آخر فریقین اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس گئے۔ راجہ بہرام بخش کا ایک آدمی زخمی ہوا۔

## میرزا اکبر حسین کی چکلہ داری اور سید حیدر حسین و سید اکبر علی کا قید ہونا

جب مہرِ الطاف ربانی ہوتا ہے طرفۃ العین میں گدائے بےکس اوجِ شاہی پر پہونچ جاتا ہے۔ ایک مورِ ضعیف کو سلطنتِ سلیمان عطا ہو جاتی ہے بستارۂ اقبال کا چمکا آغا علی خاں رُدَولوی کو خلعت نظامت سلطانپور و دریاباد کی نواب علی نقی خاں کے حضور سے حاصل ہوئی۔ سید حسن خاں اپنے داماد کو منصب چکلہ داری پرگنہ دریاآباد پر مقرر کیا۔ سید حسن خاں کی جانب سے آغا حسن خاں ناظم کا بھائی تشخیص مالگزاری دیہات و علاقہ جات میں مصروف ہوا۔ چکلہ داری کا انتظام میرزا ذاکر حسین جائسی کو چودھری مرتضیٰ حسین سبیمہ کی نیابت میں سپرد تھا کیونکہ سید حسن خاں کو سرکاری کاموں میں بالکل مہارت نہ تھی اور ہمیشہ لکھنؤ میں قیام رہتا تھا۔ اُس وقت چودھری سرفراز احمد سبیمہ اور سید حیدر حسین میں دلی رنجش رہتی تھی۔ میرزا ذاکر حسین نے چودھری مرتضیٰ حسین کی تحریک سے قبل اس کے کہ پروانہ گشتی جاری ہوتا ایک پروانہ حاضری بنام سید حیدر حسین اس مضمون کا جاری کیا کہ "آپ اپنے معاملات کا فیصلہ کیجئے اور کسی بات کا خیال دل میں نہ فرمائیے جناب خامس آلِ عبا و جناب عباس علیہ التحیۃ والثناء کا درمیان دیتا ہوں۔ آپ کو کسی قسم کا فریب یا صدمہ نہ پہونچایا جائے گا۔"

سید حیدر حسین اس بات پر نظر کر کے کہ اُن سے اور میر صادق حسین جائسی سے کمال معرفت دیکھتی ہے اور میرزا ذاکر حسین ان کے عزیز ہوتے ہیں۔ فوراً سید اکبر علی کو چکلہ دار کے حضور میں روانہ کیا۔ میرزا ذاکر حسین سے ملاقات ہوئی۔ مگر بجائے اسکے کوئی معاملہ کی گفتگو ہوتی فوراً قید کا حکم دیدیا۔ سید اکبر علی قید کر دیئے گئے اور ایک مدت قید کی حالت میں گزری۔ یہانتک کہ وقت مالگذاری کی تشخیص کا پہونچا۔ دوسرا پروانہ سید حیدر حسین کی حاضری کا اس مضمون کا صادر ہوا کہ

بجرد صدورِ حکم بلا تامل حاضر ہو اور اپنی قبولیت داخل کرد۔ سید حیدر حسین لشکر میں جانے کی تیاری میں مصروف تھے کہ اتفاقاً شیخ زین علی جو سید غلام جعفر کے پاس لکھنؤ گئے تھے واپس آئے اور سید غلام جعفر کی جانب سے چکلہ دار کے پاس جانے کی ممانعت کی۔ بہت اصرار کیا مگر حیدر حسین نے نہ مانا اور دریاباد پہونچے۔ چودہری مرتضیٰ حسین سے ملاقات کی۔ کاغذات ضروری پیش کئے۔ حکم ہوا کہ شب کو کچہری میں حاضر ہو غور کیا جائے گا۔ جب رات ہوئی۔ سید موصوف کچہری میں حاضر ہوئے اور میر ذاکر حسین سے ملاقات کی۔ فی الفور خاصہ برداروں کو اس نے حکم دیا کہ میر صاحب کو قید کر لو۔ اب مالگزاری بقایا و حال موتک پور و قادر پور کی بابت سخت تاکید ہونے لگی لیکن اس کی ادائیگی کی کوئی صورت نہ پیدا ہوئی۔ بعد چند دنوں کے تیسرا پروانہ شیخ زین علی مختار کے نام صادر ہوا۔ چنانچہ شیخ مذکور چکلہ دار کے پاس حاضر ہوئے۔ گفتگوئے معاملات شروع ہوئی۔ شیخ مذکور نے عرض کیا کہ دونوں مالک یہاں سرکار کی قید میں ہیں۔ جب تک دونوں صاحبوں میں سے ایک صاحب وہاں موجود نہ ہوں۔ کس طرح ادائے مالگذاری کی صورت بندھ سکتی ہے۔ چونکہ اکثر اہلِ دفتر نے اس امر سے اتفاق کیا۔ میر ذاکر حسین نے سید حیدر حسین کو تین کمن فوج پیادہ کی حراست میں میر علی حسین تحصیلدار کی نگرانی میں موتک پور روانہ کیا کہ وہاں جا کر مالگذاری کا بندوبست کریں جس وقت سید حیدر حسین موتک پور پہونچے سپاہیان و عملہ موتک پور کو گڑھی خالی کرنا پڑی۔ انھوں نے جا کر دلی نگر میں قیام کیا۔ سید حیدر حسین سرکاری سپاہیوں کی حراست میں معہ تحصیلدار کے موتک پور میں رہے اور بعد درستی کاغذات تحصیل وصول میں مشغول ہوئے۔ یہانتک کہ ڈیڑھ مہینہ اسی طرح آخر ہوگئے۔ اسی اثناء میں میر عبداللہ سوار معہ چند سواروں کے دریاآباد سے آکر دلی نگر میں ٹھہرے۔ ایک روز تحصیلدار کے پاس آکر بیان کیا کہ میں نے قبض الوصول تعدادی چودہ ہزار دونوں تعلقوں یعنی موتکپور و قادرپور کا

داخل کردیا ہے۔ اب تم تحصیل وصول معاف کرو اور اپنی راہ لو لیکن چونکہ برخواستگی کا حکم تحصیلدار کے نام نہیں آیا تھا اس لئے میر علی حسین بدستور مقیم رہے اور ان کی بات پر کچھ اعتبار نہ کیا۔ لیکن تحصیل وصول میں البتہ خلل واقع ہوگیا۔ چند روز کے بعد رستم علی بیگ مبلغ نوسو روپیہ مطالبہ بقایا قبض الوصول کا اور مرزا محمد جان سوار مبلغ سولہ سو روپیہ کا تقاضا لیکر آئے اور ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اپنے مطالبہ کا روپیہ وصول کرلیوے۔ آخر کار ان لوگوں کے آنے سے تحصیل وصول میں اور سخت خلل واقع ہوا اور تحصیل وصول قطعاً بند ہوگئی اتفاقاً اسی زمانہ پُر آشوب میں تحصیلدار ہولی کی تقریب میں دریاباد چلے گئے اور سپاہیوں میں سے بھی ہر شخص رسم ہولی ادا کرنے کے لئے اپنے اپنے مکان کو چلتا بنا۔

## شیخ زین علی کی کوشش سے سید حیدر حسین کا قید سے نکل جانا

اس صورت سے جب بہت تھوڑی جماعت سپاہیوں کی گڈھی میں باقی رہ گئی شیخ زین علی وقت فرصت دیکھ کر سید حیدر حسین کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں سید اصغر علی کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ جناب کو لیکر بھاگ جاؤں اور کسی دوسری جگہ پہونچا دوں۔ سید موصوف اس خیال سے بھاگنے پر راضی نہ ہوئے کہ ایسا نہ ہو میرے بھاگنے سے چکلہ دار سید اکبر علی پر کچھ زیادہ تشدد و سختی کرے۔ لیکن ناچار سمجھانے پر راضی ہو گئے۔ شیخ زین علی نے بنگلہ کی طرف سے کہ اس طرف کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی سید حیدر حسین کو نیچے اتار دیا اور جو سپاہی اسی وقت کے منتظر تھے فوراً سید حیدر حسین کو لیکر راہی ہوئے۔ اور طرفۃ العین میں رنجیت کے پورہ میں پہونچ گئے۔ سرکار کے تعاقب کے خیال سے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ جانا۔ جرگانواں پہونچے اور میرزا ذوالفقار علی کے مکان پر فروکش ہوتے۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ میر علی محمد عامل پرگنہ بھلاوں آپہونچے۔ عامل کے آنے پر سید موصوف سخت متوحش ہوئے کہ غالباً سراغ لینے آئے ہیں

مگر جس وقت عامل موصوف مالگذاری سرکار کی ادائیگی کی تاکید کرکے قلعہ کو واپس گئے اطمینان خاطر ہوا لیکن عامل کے جانے کے بعد سرکاری مخالفت و نیز دشمنوں کے خیال سے وہاں ٹھہرنا خلاف مصلحت دیکھ کر چلدیئے اور سمرا وال رام سہائے سنگھ کی گڑھی پہونچے اور اپنی آنے کی کیفیت سید اصغر علی کو جو گڑھی سمری میں اقامت پذیر تھے لکھ بھیجی۔ سید اصغر علی نے کچھ سپاہی بھیجدیئے جنھوں نے سید موصوف کو لیکر نصرا پور پہونچایا۔ جب ایک مہینہ وہاں گذر گیا سید موصوف بخیال اسکے کہ میرے قیام کا حال ایسا نہ ہو کسی پر ظاہر ہو جائے ابراہیم آباد چلے گئے اور چھ مہینے میر معظم علی کے مکان میں قیام فرمایا۔ پھر سمری گڑھی آئے اور ایک مدت تک مخفی رہے۔

## چکلہ دار کا شیخ زین علی کو گرفتار کرنیکی نیت سے آنا اور بے نیل مرام واپس جانا

القصہ جب سید حیدر حسین قید سے چھوٹ کر نکل گئے اور میر علی حسین تحصیلدار معہ سپاہ سرکار کے دریا آباد چلدیئے۔ رستم علی بیگ وغیرہ واپس گئے اور ہر شخص نے اپنی راہ لی۔ شیخ زین علی نے اپنے سپاہیوں کو لیکر گڑھی موتنگ پور میں آکر قیام کیا۔ چند یوم گذرنے کے بعد میر کرم حسین ایک جماعت کثیر کے ساتھ تعلقہ کے دریافت حال کے لئے آپہونچے اور جردلی کی راہ سے بہادر نگر آکر دیکھ بھال کرتے ہوئے سردنی پہونچے اور اس کے قریب میں اتر پڑے۔ ایک شخص کے ذریعہ سے شیخ زین علی کو بلا بھیجا۔ بخیال جس کے کہ مکر و دغا سے اسیر کر لیا جاوئں جواب دیا کہ چونکہ سرکار سے مجھکو اطمینان نہیں ہے لہذا بغیر امان نامہ پہونچے ہوئے میں حاضری سے معذور ہوں۔ آخر کار چند فوج کے افسروں کو بھیجا۔ ان کی امان میں معہ اپنی سپاہ کے شیخ زین علی حاضر ہوئے۔ ملاقات کے بعد حکم دیا کہ اگر تم

کل آؤ تو شاید معاملہ طے ہو جاوے۔ شیخ مذکور حاضری کا اقرار کر کے رخصت ہوئے۔
لیکن قبل صبح میر کرم حسین کسی وجہ سے دریا آباد کوچ کر گئے۔ چنانچہ ایک مدت اسی طرح گذری۔ ایک روز میر ذاکر حسین چکلہ دار معہ چودہری مرتضیٰ حسین تعلقہ کے معائنہ کے حیلہ سے سید مہدی حسین کو گرفتار کرنے کی غرض سے کٹھیا کے مقام سے کوچ کر کے دلی نگر آئے۔ جس وقت یہ خبر معلوم ہوئی پہلے شیخ زین علی ان کے بعد سید مہدی حسین معہ ایک سو نفر سپاہیوں کے ملاقات کی غرض سے چکلہ دار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چونکہ چکلہ دار کے ساتھ سپاہ کم تھی۔ سید مہدی حسین کے سپاہیوں نے فرصت وقت دیکھ کر چاہا کہ میر ذاکر حسین چکلہ دار کو گرفتار کر لیں لیکن سید مہدی حسین کی ممانعت سے باز رہے اسی اثناء میں سید حاجی حسین معہ ایک سو سپاہیوں کی جمعیت کے چکلہ دار کی ملاقات کو حاضر ہوئے اور فرش بچھا کر بیٹھ گئے۔ میر ذاکر حسین بھی معہ اہلکاران سرکاری کے انھیں کے پاس جا بیٹھے اور حکم دیا کہ سید حاجی حسین پیر بخش کے ساتھ اور مہدی حسین شیخ زین علی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ بیٹھیں۔ پس سید حیدر حسین کے بھاگنے کا تذکرہ چھیڑا اور کہا کہ سید موصوف نے مجھ سے نقض عہد کیا۔ شیخ زین علی نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے۔ سید حیدر حسین نے کوئی حلفیہ معاہدہ نہیں کیا تھا اور اگر ایسا تھا بھی تو اپنی جان کی حفاظت کے لئے مذہب امامیہ میں تقیہ جائز ہے۔ اسی اثناء میں اننت رام قانونگو نے عرض کیا کہ اگر خداوند نعمت مصلحت دیکھیں تو اس وقت فریقین اکٹھا ہیں سید حاجی حسین و سید مہدی حسین میں مصالحت کرا دیں تاکہ فتنہ و فساد دور ہو جائے۔ میر ذاکر حسین نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ قانونگو اٹھے اور دونوں صاحبوں کے ہاتھ پکڑ کے باہم معانقہ کرایا اور پھر پیر بخش کا ہاتھ پکڑ کے شیخ زین علی کے پاس آئے

اور چاہا کہ شیخ کا ہاتھ پکڑیں۔ شیخ نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک متنازعہ معاملات کا کوئی فیصلہ نہ ہوگا ایسی مصالحت اور اتفاقِ ظاہری سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد شیخ زین علی نے رسد کا سامان حاضر کیا۔ چنانچہ میر ذاکر حسین قریب شام کنٹھیا کی طرف کوچ کر گئے۔ اور سید مہدی حسین سو شیخ زین علی کے رخصت ہو کر موتنگ پور آئے۔

## چکلہ دار کا شیخ زین علی کو قید کرنے کی نیت سے طلب کرنا اور شیخ کا اپنی چالاکی سے نکل آنا

اس واقعہ کو تھوڑے روز نہ گزرے تھے کہ پھر پروانہ حاضری شیخ زین علی کے نام صدر چکلہ داری سے جاری ہوا۔ شیخ نے امان نامہ طلب کیا۔ یہانتک کہ پلٹن سیتلا بخش کا امان نامہ آ پہونچا۔ شیخ مذکور اس کے ذریعہ سے کنٹھیا کے معلم پر حاضر ہوئے۔ منشا میر ذاکر حسین کا یہ تھا کہ جس وقت شیخ زین علی آویں فوراً گرفتار کر لئے جائیں اور دوسری طرف بالو رام روپ کو حکم دیا جائے کہ جا کر گڑھی موتنگ پور کو اپنے قبضہ و تصرف میں لاویں۔ الحاصل جس وقت شیخ زین علی صوبہ دار ولوندہ رائے وکیل کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اس وقت میر ذاکر حسین گھوڑے معائنہ کر رہے تھے اور بھوانیدین کا رندہ راجہ سورجبور ان کے ہمراہ تھا۔ جس وقت شیخ زین علی کو دیکھا بھوانیدین مذکور نے چکلہ دار کے کان میں عرض کیا کہ یہ شخص آج جانے نہ پاوے اگر آج ہاتھ سے نکل گیا تو پھر ہاتھ آنا مشکل ہوگا۔ ذاکر حسین نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ اسی وقت قید کرتا ہوں اب میرے ہاتھ سے کہاں جاتے ہیں۔ بالو رام روپ سے کہو کہ فوراً جا کر گڑھی موتنگ پور پر قبضہ کر لیں۔ بھوانیدین نے جا کر بالو رام سے کل کیفیت بیان کی اس نے فوراً کوچ کر دیا۔ القصہ میر ذاکر حسین شیخ زین علی کو

لیکر کچہری آئے اور بغیر اس کے کہ کوئی معاملہ کی بات ہو سخت کلمات زبان پر لائے اور میر عبیداللہ وغیرہ سواروں کو حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر لو۔ میر عبداللہؒ نے عرض کیا کہ جب کہ یہ امان نامہ کے ذریعہ سے حاضر ہوئے ہیں ایسی حالت میں ان کو کس طرح گرفتار کر سکتا ہوں۔ چکلہ دار نے خاصہ برداروں کو حکم دیا کہ شیخ کو گرفتار کر لو۔ چنانچہ شیخ مذکور گرفتار کر لئے گئے۔ اسی اثنا میں چودھری مرتضیٰ حسین اٹھے اور شیخ زین علی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اب تم ایسے گرفتار ہوئے ہو کہ اس قید سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے۔ تکمیل دستاویز رہنامہ محض تمہاری ذات سے نہیں ہوئی۔ حالانکہ مُہر غلام جعفر کی سید حیدر حسین کے پاس موجود تھی۔ رہنامہ کا قصہ یہ ہے کہ جب سید حیدر حسین قید میں ہے۔ چودھری مرتضیٰ حسین ایک رہن نامہ فرضی مبلغ چودہ ہزار روپیہ کا تیار کر کے سید حیدر حسین کے پاس لائے اور سید موصوف پر بجید سختی کرنے لگے کہ اس کاغذ پر دستخط کر دو۔ سید موصوف نے فرمایا کہ محض میرے دستخط سے کیا ہو سکتا ہے جب تک سید غلام جعفر کی مُہر موجود نہ ہو۔ اور ان کی مُہر یہاں موجود نہیں ہے وہ موتک پور میں ہے چنانچہ جب سید حیدر حسین حراست میں موتک پور بھیجے گئے تھے اس وقت وہ دستاویز بھی ساتھ آئی تھی۔ جس کو شیخ زین علی اور حاجی بشارت علی نے بستہ سے نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تھا۔ القصہ شیخ زین علی چودھری مرتضیٰ حسین سے حیلہ حوالہ کرنے لگے کہ میرا اس میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ اس میں آپ ہی کا قصور تھا اگر مجھکو قبل سے آپ اطلاع کر دیتے کہ یہ امر ایسا ہے دستاویز پر دستخط کرا دو تو میں فی الفور دستخط کرا دیتا کیونکہ میں ہمیشہ سے آپ کے خاندان کا نمک پروردہ ہوں۔ یہاں تک گفتگو کرتے کرتے شیخ مذکور خاصہ برداروں سے کسی قدر دور چلے آئے تھے فرصت وقت دیکھ کر اپنے سپاہیوں میں آملے اور سیتلا بخش کی پلٹن کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے سرکاری سپاہیوں نے ہر چند پیچھا کیا مگر شیخ کی گرد تک کو بھی نہ پایا۔ شیخ مذکور نے

ستیلا بخش کی پلٹن میں آکر سارا ماجرا بیان کیا۔ اس اہلکار سرکار نے حاکم وقت کے خوف سے اپنے امان نامہ سے انکار کیا۔ لیکن اس کے سپاہیوں نے اُس کو لعنت ملامت کرنا شروع کیا۔ چپ ہو رہا۔ پندرہ نفر سپاہی اُٹھے اور شیخ زین علی کو اپنی حفاظت میں لیکر جرولی تک پہونچا گئے۔

## گڑھی موتک پور پر رام رُوپ کا قبضہ اور انتزاعِ سلطنتِ اَودھ

القصہ جب شیخ زین علی گڑھی پہونچے۔ دوسری طرف سے بابو رام روپ فوجِ کثیر لئے ہوئے چکلہ دار کے اشارے سے اِس خیال سے کہ شیخ مذکور قید میں پڑے ہوں گے آکر لونر پور میں قیام کیا۔ ایک چوبدار کے ذریعہ سے شیخ زین علی کو طلب کیا۔ شیخ نے پہلے اپنے مورچے درست کیے اُسکے بعد جواب دیا کہ میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ چوب دار جواب لیکر واپس گیا اور اپنے آقا کو خبر کی کہ وہ جنگ و جدال پر آمادہ ہیں اور مورچوں کی درستی میں مشغول ہیں حاضری سے انکار کرتے ہیں۔ جب یہ جواب مخالفت آمیز پہونچا بابو نے دلی نگر آکر ٹھہرنے کا حکم دیا اور دوسرے روز پھر ایک آدمی شیخ کی طلبی میں پہونچا۔ اس حالت میں شیخ نے بغیر حاضری چارہ کار نہ دیکھا۔ جواب دیا جاؤ میں آتا ہوں قاصد واپس گیا۔ بس شیخ زین علی تقریباً ڈیڑھ سو نفر سپاہیوں کو لیکر بابو رام روپ کی ملاقات کو روانہ ہوئے۔ جس وقت دلی نگر و موتک پور کے وسط میں پہونچے بابو کے سپاہی مانع ہوئے اور کمر باندھ کر سلاح بندی میں مصروف ہوئے اِس حال کو دیکھ کر شیخ اسی جگہ ٹھہر گئے۔ اور ایک ملازم بابو رام روپ کے پاس بھیجا کہ میں حسب الحکم حاضر ہوا مگر یہاں ہتھیار بندی ہو رہی ہے اور حضور کے سپاہی مستعد ہو رہے ہیں۔ اب میں واپس جاتا ہوں۔ اس حال کو سن کر

بابو نے حکم دیا کہ میرے حکم سے آئے ہیں آنے دو۔ چنانچہ شیخ دلی نگر پہونچے اور بابو رام روپ سے ملاقات کی۔ بابو نے کہا کہ میں چکلہ دار مذکور کے حکم سے آیا ہوں کہ آپ کے علاقہ کا انتظام کروں۔ پس آپ اپنے اسامیوں کو طلب کیجئے اور حاضر لایئے ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اسی وقت پیر بخش ملازم سید حاجی حسین نے اس عداوت کی وجہ سے جوان کو تھی چند درخت آم کے تلوار سے کاٹ ڈالے۔ اس حال کو دیکھکر شیخ کو تاب ضبط نہ رہی اور بابو سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھکو آپ نے اسامیو نکے انتظام کے لیئے طلب کیا ہے اور پیر بخش ملازم سید حاجی حسین نے اکثر درخت آم کے اپنی عداوت سے کاٹ ڈالے ہیں۔ بابو نے جواب دیا کہ ابھی تک تو کوئی درخت قطع نہیں ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے سپاہیوں نے یہ حرکت کی ہے شیخ نے جواب دیا کہ اگر یہی انصاف ہے تو میرے بلانے کی ضرورت نہ تھی۔ میں جاتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ تمام علاقہ خراب و ویران پڑا ہے اسامیوں کو کہاں سے حاضر کروں جو کچھ تھے بھی وہ اس پریشانی و خرابی کی حالت میں گاؤں چھوڑ کر غیر علاقہ مثل جبرولی وغیرہ میں آباد ہو گئے ہیں۔ جناب خود طلب کرلیں یہ کہکر اُٹھے اور موتک پور چلے آئے۔ دوسرے روز اور تیسرے روز پھر آدمی طلبی میں آیا مگر شیخ مذکور پھر نہیں گئے۔ القصہ بابو مذکور تین روز تک دلی نگر میں پڑا رہا۔ اسی اثناء میں شیخ زین علی نے سید اصغر علی کو سب کیفیت لکھی کہ چکلہ دار کے حکم سے بابو رام روپ اس ارادہ سے آئے ہیں۔ اب جیسا حکم ہو تعمیل کروں سید اصغر علی نے جواب لکھا کہ بحالت موجودہ سرکار سے مخالفت مناسب نہیں ہے۔ اب تم فوراً گڈھی خالی کردو اور مع اپنے سپاہیوں کے یہاں گڈھی بھری چلے آؤ۔ آخرکار شیخ زین علی نے گڈھی خالی کردی اور اپنی سپاہ لیکر گڈھی بھری چلے گئے۔ جس وقت بابو رام روپ نے اس حال کو شناخت الغور گڈھی مونگیہ ہم لیکر

قبضہ کرلیا اور علاقہ کا انتظام کر کے بیش نفر سپاہیوں کو چھوڑ کر سورجپور چلے گیا بعد اُسکے اگرچہ تعلقہ کے انتظام میں بڑی سعی وکوشش کی لیکن بوجہ خرابی انتظام ممکن نہ ہوا القصہ ۱۲۶۳ سنہ فصلی مطابق جولائی ۱۸۵۵ء ماہ اساڑھ میں بابو رام روپ نے گڈھی ہونگور پر قبضہ کیا اور بعد دس مہینہ گذرنے کے ماہ جیٹھ ۱۲۶۳ سنہ فصلی مطابق مارچ ۱۸۵۶ء میں قوم انگریز نے انتزاع سلطنت کیا۔ اور پھر سید حمید حسین اپنے علاقہ پر قابض ومتصرف ہوئے۔ میرزا کر حسین " مسٹر بلاک کے سامنے باجہ لگایا مبلغ چودہ ہزار روپیہ کے دعویدار ہوئے۔ سید اکبر علی نے جواب دیا کہ حسب دہانید تمام مالگذاری سرکاری فوج کو ہم نے دیدیا ہے ہمارے ذمہ کچھ باقی نہیں ہے۔ آخرکار صاحب موصوف نے اِس دعویٰ پر کچھ اعتنا نہیں کی اور مبلغ سو روپیہ کی ضمانت لیکر سید اکبر علی کو رہا کردیا۔

## سید حمید حسین کی عمارات سے دلچسپی اور سید علیم الدین ثانی کی درگاہ کی تعمیر

جب سید علی احمد نے جو سید حمید حسین کے بھائی تھے انتقال کیا اور وصیت کے مطابق درگاہ سید علیم الدین میں دفن ہوئے۔ سید حمید حسین مشایعت جنازہ میں ساتھ گئے۔ دیکھا کہ درگاہ بالکل بوسیدہ حالت میں ہے اور چندے اگر یہی حالت رہی تو نقش تعویز بالکل منہدم ہو جائے گا اور کوئی نشان ایسا باقی نہ رہے گا جو انگلی کے اشارہ سے بتایا جا سکے۔ فوراً اس کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر درگاہ کی تعمیر آسان کام نہ تھا۔ ایک قلعہ کی مرمت تھی۔ اینٹ چونہ جہاں تک فراہم ہوا کیا گیا اور کچھ اسی درگاہ کے قدیم مصالحہ سے مدد لے کر از سر نو درستی ومرمت کیگئی پہلے گنج شہیداں درگاہ کے اندر واقع تھا مگر اس تعمیر میں اس کا اندر لانا غیر ممکن ہوگیا۔ اور وہ جگہ حصار کے باہر چھوڑنا پڑی۔ صرف چند قبریں جو ضروری معلوم ہوئیں

وہ اندر لے لی گئیں اور باقی حصہ چھوڑ دیا گیا مسجد کی محض ایک قناتی دیوار پر اکتفا کیا گیا اور پشت پر کل جگہ بوجہ زیادہ نشیب ہونے کے چھوڑ دی گئی اس صورت سے درگاہ پھر ایک مدت کے لیے کسیقدر مضبوط ہو گئی اور منہدم ہونے سے محفوظ رہی۔ ۷ رمضان جو اصل تاریخ شہادت سید علیم الدین تھی اس روز ایک مجلس کھانے کی بتقریب فاتحہ دلیسہ مقرر کی جو ایک عرصہ تک قائم رہی اور اب بھی صاحبان موتنگ پور اس یادگار کو قائم کئے ہوئے ہیں یہ فعل ان کا احسنت و مرحبا کہنے کے قابل ہے کہ انھوں نے باوجود پانسو برس گزرنے کے بھی اپنے مورث کی تاریخ شہادت کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھا اور ہر سال ایک مجلس دلیسہ کر کے یاد تازہ کرتے رہے۔ جس سے نئی نسلوں نے جو ایسی باتوں کے زیادہ متلاشی رہتے ہیں فائدہ اٹھایا۔ ایک امام باڑہ بھی متعلق درگاہ تعمیر کر کے ایک بہت بڑا فرض ادا کیا۔ جس میں اب بدستور تعزیہ داری ہوتی ہے۔ درگاہ کی تعمیر و مرمت ۱۲۷۲ سنہ ھ مطابق ۱۸۵۵ء میں ختم ہوئی تھی۔

قطعہ تاریخ تعمیر درگاہ

چوں بتوصیت علی احمد — کہ بود جائے اُو بہ خلد بریں
بانی این مزار عالی گشت — میر حیدر حسین با تمکیں
گفت ہاتف بگوش ہوش نعیم — کہ زہے روضۂ علیم الدیں
۱۲۷۲ھ

## سید حیدر حسین کا موتنگپور میں ایک عظیم الشان امام باڑہ تعمیر کرنا اور دوسری عمارتیں بنوانا

جب انگریزوں کی عملداری ہوئی اور ہر طرف امن و امان ہوا۔ موتنگپور میں اُس وقت ایک خام عمارت تھی اور جا بجا چھپر بڑے ہوئے تھے۔ ایک چھپر میں تعزیہ داری بھی ہوتی تھی جو بنگلہ کے نام سے مشہور تھا۔ سید حیدر حسین نے مستقل مکانات کی بنیاد ڈالی اور ایک بڑی چوپال رہنے کے لئے تعمیر کی۔ یہ پہلی عمارت تھی



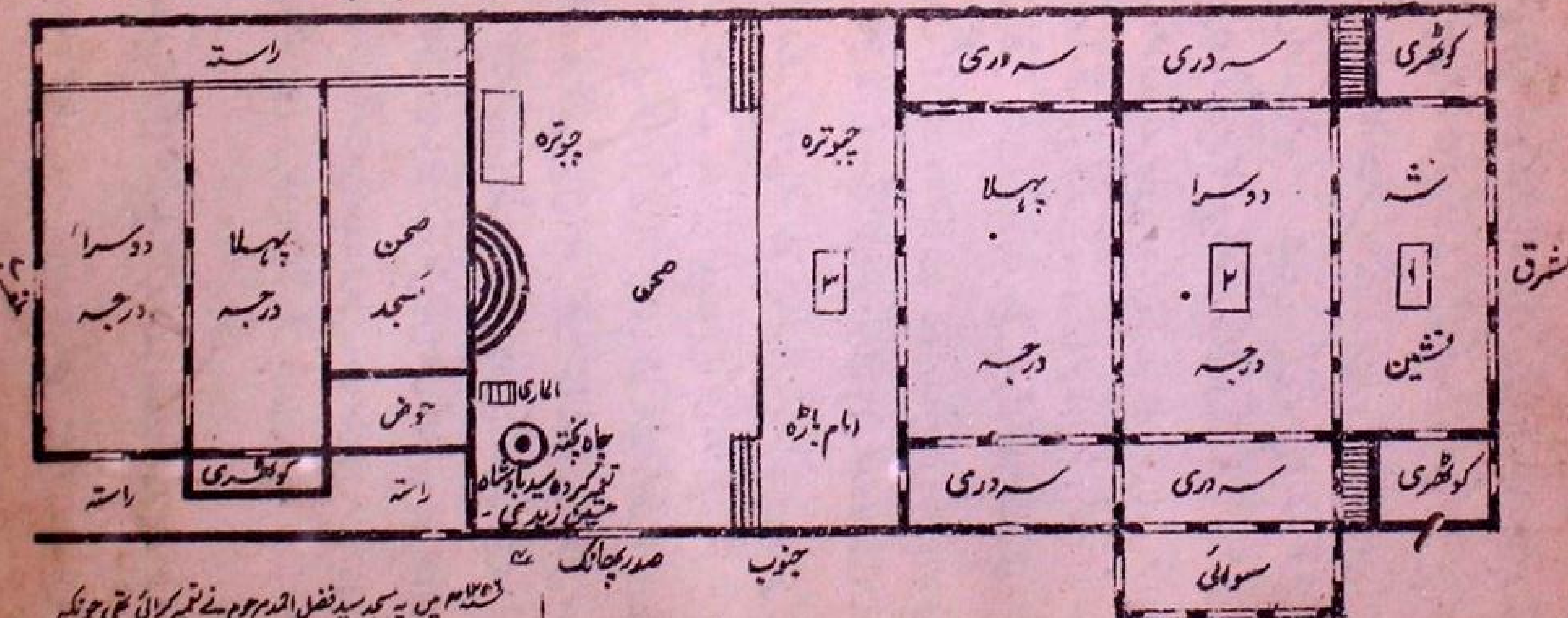
مسجد موتکپور



امام باڑہ موتکپور

# نقشہ نظری مسجد و امام باڑہ موتیچور

امام باڑہ تعمیر کردہ سید حیدر حسین — شمال — جدید مسجد تعمیر کردہ چودہری سید ارشاد حسین




یادداشت قبور { ۱۔ سید فضل احمد۔
۲۔ سید حیدر حسین۔
۳۔ حکیم ہدایت حسین۔

سنہ ۱۲۴۶ھ میں یہ مسجد سید فضل احمد مرحوم نے تعمیر کرائی تھی چونکہ آبادی کے پیشِ نظر ناکافی تھی لہٰذا چودہری صاحب مرحوم نے بعد اجازت علماء کرام اس کو دو سرِ کشادگی کے ساتھ سنہ ۱۳۵۶ھ میں پورے ایک سو سال کے بعد تعمیر کرائی۔

جو موتک پور میں تعمیر ہوئی۔ اس کے بعد امام باڑہ کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک عظیم الشان اور حسین عمارت تعمیر کرا کے کھڑی کر دی۔ اس کی تعمیر میں کافی احتیاط ملحوظ رکھی گئی۔ ایک ایسی عمارت تعمیر کرا گئے کہ قرن ہا قرن تک ان کی یاد تازہ رہیگی اور خود بھی اسی میں آرام کی نیند سو رہے ہیں۔ ایک کوٹھی بھی پختہ تعمیر کرائی جو اب تک موجود ہے۔ ہمیشہ مزدور و کاریگر کام میں مشغول رکھے جاتے تھے۔ آپ بڑے مخیر تھے۔ متعدد خاندان سید موصوف کے یہاں پرورش پاتے تھے۔ غربا کی تنخواہیں مقرر تھیں یتیم بچوں کی پرورش ہوتی تھی۔ پوشاک آپ کی لمبا کرتہ اور بڑی مہری کا سفید پاجامہ تھا داڑھی خشخشی رکھتے تھے۔ رنگ گورا اور قد کسیقدر چھوٹا تھا۔ موتک پور میں تعزیہ داری کا فروغ سید موصوف کی ذات والا صفات سے ہوا۔ پچاسی سال کی عمر میں شب جمعہ ۵ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۸۷۳ء کو وفات پائی۔ بعد وفات اپنے امام باڑہ تعمیر کردہ میں بیچ کے درجہ میں دفن ہوئے۔ چونکہ اس خاندان میں رواج جیٹھ انسی تقسیم حصّہ کا تھا اس لئے آپ نے اپنی حیات میں اُس رواج کو منسوخ کر کے برابر برابر حصّہ کی کھیوٹ اپنے لڑکوں کے نام کر دیا تھا۔ سیّد موصوف بڑے محب اہلبیت تھے۔ بوجہ زُہد و اتّقا کے مولوی میاں مشہور تھے۔ ۱۲۸۰ھ میں اول سال چہلم کا تعزیہ موتکپور میں رکھا گیا۔ سید موصوف کی نسبت مسماۃ بی بی صحت المتوفی ۱۲۹۶ھ ہمشیرہ چودہری ریاست علی تعلقدار بھلول کے ساتھ ہوئی تھی اس منظمہ کے بطن سے سات اولادیں ذکور و اناث پیدا ہوئیں۔ ذکور میں سید باقر علی۔ سید اصغر علی۔ سید اکبر علی۔ سید صفدر حسین اور اناث میں مسماۃ شعور النساء۔ رسول النساء۔ قمر النساء۔

## موتک پور میں تعزیہ داری اور سید موصوف کے زمانہ میں طریقہ انعقاد مجلس

جس زمانہ کا ہمارے اس بیان سے تعلق ہے اس زمانہ میں تعزیہ داری

بڑی چوپال میں ہوتی تھی۔ کیونکہ امام باڑہ زیر تعمیر تھا۔ ضریح چوبی تیار ہو چکی تھی جس وقت امام باڑہ کی تعمیر ۱۲۸۲ھ میں تکمیل کو پہونچی۔ منبر چوبی جو اس وقت موجود ہے وہ بھی تیار ہو گیا اور ضریح مقدس بھی امام باڑہ میں لاکر رکھی گئی علم وغیرہ موجودہ طریقہ کے نہ تھے۔ محض پنجہ لگاکر ایک چادر مثلث قطع کی بطور پٹکے کے باندھی جاتی تھی۔ ٹپکوں کا رواج نواز ش علی خاں رسالدار نے کیا جو لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور بعد غدر ۱۸۵۷ء موتک پور ہی میں قیام پذیر تھے۔ ان کی ایک زوجہ تھیں جو محلات شاہی سے تعلق رکھتی تھیں اور بعد انتزاع سلطنت خانصاحب کے عقد میں آئی تھیں۔ بہت اعلیٰ اور قیمتی پٹکے اپنے ساتھ لائی تھیں۔ ایک ایک علم پانچ پانچ سو روپیہ کا بیگم صاحبہ کے پاس موجود تھا۔ اب جو صورت علموں کی پرگنہ بلاؤں میں رائج ہے وہ انھیں علموں کے نمونہ ہیں۔ جب تک وہ علم موتک پور میں موجود رہے وہی علم گشت میں جاتے تھے۔ اس وقت یہ علم ایک نئی چیز تصور کئے جاتے تھے۔ ذاکری مصائب کا یہ طریقہ تھا کہ یا منبری پڑھی جاتی تھی یعنی منبر پر ایک ذاکر کچھ مصائب بیان کرتا تھا اور دوسرا ذاکر زیر منبر سے اس کو جواب دیتا تھا۔ ذاکری زیادہ تر سید باقر علی و حاجی بشارت علی سے تعلق رکھتی تھی۔ اکثر میر عبد اللہ سوار بھی ذکر مصائب کرتے تھے اکثر سوز[1] و نوحہ بھی بعض حضرات پڑھتے تھے۔ میر عبد اللہ کی ذاکری کی یہ حالت تھی کہ جب منبر پر

---

عہ[1] پہلے سوزخوان مرزا سید علی لکھنوی مقرر ہوئے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد رمضان علی صاحب عرف منے صاحب سوزخوان مقرر ہوئے۔ جو مدت تک اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ آخر ان کا بھی انتقال ہو گیا اور کربلائے موتک پور میں دفن ہوئے۔

ذکر مصائب کرتے ہوئے کچھ بھول جاتے تھے تو منبر پر سے اتر کر دریافت بھی کر لیتے تھے یعنی "میر باقر علی صاحب دیکھئے تو یہ کیا لکھا ہوا ہے" سید باقر علی مرحوم تبلا دیتے تھے۔ میر عبد اللہ سوار پھر منبر پر جا کر ذکر مصائب شروع کرتے تھے۔ اس قسم کی حرکت اس زمانہ میں کچھ معیوب نہیں سمجھی جاتی تھی۔ تحت لفظ خوانی کا خاں صاحب موصوف نے رواج دیا۔ قبل اس کے تحت لفظ خوانی کا پرگنہ بلانوں میں کہیں رواج نہیں تھا۔ علم ہلانے کا رواج نامعلوم زمانہ سے بدستور اسی حالت میں کسی قدر ترمیم و تنسیخ کے ساتھ چلا آتا ہے اور تعزیہ داری بھی اسی طرح سے ہوتی چلی آئی ہے۔ مرثیہ گوئی کا بھی خاں صاحب موصوف نے اکثر حضرات کو شوق دلایا۔ چنانچہ میر وزیر علی صاحب و مولوی سید عطا حسین مرحوم مرثیہ تصنیف کرنے لگے۔ کلام اچھا ہوتا تھا۔ آخر کو مرزا دبیر صاحب مرحوم کے یہ حضرات شاگرد ہو گئے تھے۔ خود خاں صاحب موصوف محض ناخواندہ تھے مگر اعلیٰ درجہ کے صحبت یافتہ ایک نثر مصائب میں تالیف کی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کسی استاد کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔

ماہ محرم کی نویں شب کو حاجی بشارت علی کی مہندی دلی نگر سے موتکپور آتی تھی جسکی بہت شہرت تھی۔ تین یوم حاجی بشارت علی دلی نگر میں لنگر کرتے تھے جو اب تک زبان زد خلائق ہے۔ خصوصاً مسور کی دال کا مزہ اب تک لوگوں کی زبان پر ہے۔ اب جو تعزیہ ۹ تاریخ ماہ محرم کو حاجی بشارت علی کے ورثا کا دلی نگر سے موتکپور آتا ہے یہ اسی مہندی کی یادگار ہے۔

نقل قبولیت تعلقہ گڈھی سید حیدر حسین بابتہ سنہ ۱۲۵۲ فصلی مطابق سنہ ۱۸۴۳ء

| | |
|---|---|
| عـــم ۱۰۱۱ | ۴۵ |
| لہٰذا سزرعہ | تالکار |
| | ۱۰۱ |
| | پٹہ ۱۴ |

## فصل دوئم

# سید باقر علی ابن سید حیدر حسین

سید باقر علی سید حیدر حسین کی اولاد اکبر سے ہیں۔ ابتدائے سن شعور سے کبھی حوصلہ انصرام امورِ ریاست کا نہ رکھتے تھے۔ اس لیے مدت دراز تک باتفاق والدین و برادران کے بسر کرتے رہے۔ شاہی زمانہ میں سید موصوف اپنی چچی مسماۃ بتول زوجہ سید علی احمد کے ساتھ کسی ضرورت سے کشنی گئے تھے اور شیخ امجد علی کے مکان میں قیام پذیر تھے کہ اتفاقاً اسی زمانہ میں ایک شخص مسمی شیخ صدیق احمد نامی شیخ امجد علی کی غیبت میں جو کسی ضرورت سے کہیں گئے تھے بطور ڈاکہ زنی مکان کے اندر گھس آیا۔ ایک سپاہی جو دروازہ پر مقرر تھا اس نے مقابلہ کیا لیکن سخت مجروح ہوا۔ یہاں تک کہ شیخ مذکور کے سپاہی اندر گھس آئے۔ سید موصوف چارہ کار سوائے حفظ جان نہ دیکھکر مکان کی کھڑکی سے نیچے خندق میں کودنا چاہتے تھے کہ سپاہی ان کے پیچھے پہونچ گئے اور اس گروہ میں سے کسی کی تلوار سے سید موصوف کے خفیف زخم آگیا۔ ناچار خندق میں کود پڑنے اور بہت مشکل سے جان بچا سکے۔

## باہمی خصومت

جب زمانہ انگریزی حکومت کا آیا اور وقت بندوبست پختہ سید موصوف کا حصہ سب بھائیوں کے برابر درج کھیوٹ ہوا۔ بعد مدت دراز کے سید وزیر علی نے اپنے پدر بزرگوار کو اس پر آمادہ کیا کہ دعویٰ ترمیم کھیوٹ نسبت اندراج حق جیٹھانسی دائر کر دیا جائے۔ حالانکہ سید موصوف کو نزاع باہمی منظور نہ تھی لیکن سمجھانے سے ناچار

راضی ہو گئے۔ پس سید وزیر علی نے اپنے باپ کی جانب سے دعویٰ ترمیم کھیوٹ کا دائر کردیا اور یہ اول خصومت ہے کہ اعقاب سید فضل احمد میں ظہور میں آئی بہرحال چونکہ دعویٰ ترمیم کھیوٹ کا تھا۔ بربنائے تمادی ایام سماعت کہ از روئے قانون انگریزی میعاد سماعت صرف ایک سال تھی خارج ہوگیا۔ اس کے بعد پھر سید موصوف سید کلب حسین کے ساتھ صیغۂ بٹوارہ میں اپنے حصہ کی تقسیم کے دعویدار ہوئے۔ بعد صدور حکم تصفیہ باہمی جمع اسامی وار تقسیم پاکر قابض و متصرف ہوئے۔ بعد چند روز کے باتفاق سید صفدر حسین برادر خود بمعاوضہ مبلغ ایک ہزار روپیہ سید مہدی حسین سے ایک دستاویز بیعنامہ نسبت ثلث حصہ۔ سید علی احمد کے اس شرط پر کہ بعد حصول ڈگری حصہ مذکور چھتیس بیگہ آراضی بلا لگانی غلام عباس کے گذارہ میں مقرر کریں گے لکھوالی۔ اور دعویٰ حین حیاتی نسبت حصہ سید علی احمد مسماۃ بتول بیوہ علی احمد مرحوم موہوب الیہم یعنی سید اصغر علی و کلب حسین و احمد حسین و محمد حسین دائر کردیا۔ لیکن چونکہ اسی زمانہ میں جناب مرحومہ کا انتقال ہوگیا اس سبب سے دعویٰ سید موصوف کا خارج ہوگیا۔ نسبت سید موصوف کی مسماۃ بچو المتوفی ۱۲۷۵ھ دختر میاں ہنگا سر سینی کے ساتھ ہوئی تھی جن کے بطن سے ایک فرزند مسمی سید وزیر علی اور ایک لڑکی جس کا صغر سنی میں انتقال ہوگیا تھا وجود میں آئیں اس کے بعد اس معظمہ کا ۱۷ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو انتقال ہوگیا تھا۔ اس کے ایک عرصہ دراز کے بعد ۱۳۰۲ھ میں سید موصوف کا انتقال ہوا۔ سید موصوف نہایت نیک نفس آدمی تھے

## سیّد وزیر علی ابن سید باقر علی

سیّد موصوف ۱۲۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم فارسی زبان کی حاصل کی کیونکہ اس زمانہ میں زبان فارسی ہی ملک اودھ میں جاری و مستعمل تھی۔ چونکہ

انتظام تعلقہ سید اصغر علی و سید اکبر علی کے متعلق تھا اس لئے کبھی انتظامی معاملات میں شریک ہونے کا موقع نہیں ملا۔ نہایت ذکی الحس اور طبّاع آدمی تھے شعروسخن سے طبیعت کو زیادہ لگاؤ تھا۔ نوازش علی خاں رسالدار نے لیجاکر مرزا دبیر کا شاگرد کرادیا تھا۔ فنِ شاعری میں اصلاح انھیں سے لیتے تھے۔ بعد مرزا صاحب کے سید غضنفر علی عرف بڑے بھیا صاحب المتخلص بہ حکیمؔ سے اصلاح لیتے رہے۔ مرثیہ خوب نظم کرتے تھے۔ اور چوتھی محرم کی موتنگ پور کے امام باڑہ کی مجلس میں نوتصنیف مرثیہ پڑھا کرتے تھے۔ ٹوٹی پھوٹی ایک بیت مرثیہ کی مجھ مؤلف کو بھی یاد رہی جناب قاسم کے ہاتھ سے میدان جنگ میں فریقِ مخالف کے کشتوں کی کیفیت دکھلائی ہے ع..... طوطیاں جانوں کی اڑی تھیں ٭ سب تیلیاں ٹوٹی قفسِ تن کی پڑی تھیں۔

عدالتی کاموں میں شعور اچھا پایا تھا۔ طبیعت میں استقلال کم تھا۔ نانہالی جائداد موضع سراواں تحصیل مسافرخانہ ضلع سلطانپور میں پائی تھی۔ ایک نہایت شائستہ (درکلاں راس گھوڑی رکھتے تھے مگر سوار ہونے کا حوصلہ کبھی نہیں کیا۔ زیادہ تر پیدل چلنے کے عادی تھے۔ سید موصوف کی شادی مسماۃ قادر النساء بنت نوازش احمد رئیس قادرپور کے ساتھ ہوئی تھی۔ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ کو وفات پائی۔ قطعہ تاریخ وفات حسب ذیل ہے۔

معدنِ خلق و مخزنِ خوبی    زائر و مدح گوئے سبطِ نبی

بست و چہارم ربیع آخر شد    در جوار محمد عربی

از سرِ حزن گفت پیر خرد    رفت سوئے ارم وزیر علی

۱۳۴۰ھ

چار لڑکے سید غلام مصطفےٰ۔ سید جواد حسین۔ سید اشفاق حسین و سید خادم حیدر وجود میں آئے۔ قدیم جدی مکان سے علیحدہ ہوکر داروغہ الٰہ دین کے مکان و باغ کا معاوضہ دیکر اسی جگہ جدید گھر کی تعمیر کی تھی۔ جس میں تاحیات رہے۔ مگر تعمیر کی صورت

ہمیشہ بدلتے رہے ۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے ۔ چونکہ چلنے پھرنے کے زیادہ عادی تھے ۔ جن پابندی کی وجہ سے صحت خراب رہنے لگی ۔ آخر تاریخ مذکورہ میں وفات پائی اور کربلا موتکپور میں دفن ہوئے ۔ زیارات عتبات عالیات سے بھی مشرف ہوتے تھے ۔ چونکہ نستعلیق لکھنے کی مشق زمانہ طالب علمی میں کم کی تھی اس لئے تحریر خوشخطی سے تعلق نہ رکھتی تھی ۔ لکھنے کی عادت کم تھی ۔ مرثیہ تصنیف فرماتے تھے مگر لکھتے نہ تھے اسی وجہ سے کلام زیادہ تر ضائع ہو گیا ۔

**۱ - سید غلام مصطفٰے ابنِ سید وزیر علی :** ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ میں ولادت ہوئی آدمی ذہین تھے ۔ تعلیم مقامی مکتب میں پائی ۔ کچھ تعلیم عربی بھی حکیم سید ہدایت حسین مرحوم سے شروع کی تھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہونچی ابتدائی کتابوں تک ختم ہو گئی ۔ چند روز بیکار رہنے کے بعد انگریزی فوج فرسٹ لانسر میں ملازمت اختیار کر لی ۔ اس وقت رسالہ مذکور لکھنؤ میں تھا ۔ اس کے بعد رسالہ کا تبادلہ جھانسی ہو گیا وہاں ایک سال رہ کر ملازمت ترک کر دی پھر علاقہ بلہرہ میں ملازمت کر لی ۔ بوجہ ناسازئ طبیعت گھر چلے آئے اور عارضہ دق میں مبتلا رہ کر بتاریخ ۸ رشوال ۱۳۴۰ھ مطابق ۶ رجون ۱۹۲۲ء یوم سہ شنبہ کو رحلت کی ۔ مرحوم کی شادی میر طاہر حسین صاحب بکھم بلاؤں کی دختر نیک اختر سے ہوئی ۔ جن سے دو اولادیں ایک لڑکا جس کا نام مصطفٰے حیدر ہے اور ایک لڑکی کنیز زہرا وجود میں آئیں ۔ جن کی تفصیل ذیل میں لکھی جا رہی ہے ۔

**(۱) کنیز زہرا بنت غلام مصطفٰے :** ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹ رفروری ۱۹۱۵ء یوم جمعہ کو بمقام موتکپور پیدا ہوئیں ۔ آپ کی شادی محمد رضی ساکن زید پور کے ساتھ ۱۷ رذی الحجہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۲ رنومبر ۱۹۴۵ء یوم جمعہ کو ہوئی اس وقت تک دو لڑکے اور ایک لڑکی وجود میں آئی ہیں ۔ جن کی تفصیل نیچے ملاحظہ ہو ۔

۱ - محمد ابتسین ۔ ولادت ۴ رجمادی الاول ۱۳۷۱ھ مطابق ۳۰ رجنوری ۱۹۵۲ء یوم چہارشنبہ بمقام زید پور

۲۔ محمد سعیدین۔ ولادت ۷ رمضان ۷۲ھ مطابق ۲۱ مئی ۵۳ء یوم پنجشنبہ بمقام زیدپور۔

۳۔ رفعت فاطمہ۔ " ۱۶ رجب ۷۸ھ " ۲۶ جنوری ۵۹ء " دوشنبہ "

**(ب) سید مصطفیٰ حیدر ابن غلام مصطفیٰ:** آپ کی ولادت ۲۲ رجب ۳۵ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۱۷ء یوم سہ شنبہ کو ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول بارہ بنکی میں تعلیم حاصل کی۔ مگر ہائی اسکول پرائیویٹ پاس کیا اس کے بعد تعلیم چھوڑ دی اور تجارت میں لگ گئے۔ مگر اس میں کچھ کامیابی نہیں ہوئی لہذا اسکو ترک کر دیا اور کچھ دن بیکار رہے۔ اس کے بعد گورنمنٹ روڈ ویز میں ملازم ہو گئے اور اس وقت اسی محکمہ میں ملازم ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی شادی اُم زہرا دختر اختر حسین موتکپور کے ساتھ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۴۵ء یوم پنجشنبہ کو ہوئی۔ ایک صاحبزادے محمد اختر ۱۳ محرم ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو بروز سہ شنبہ بمقام بارہ بنکی پیدا ہوئے اور اس وقت بارہ بنکی میں زیر تعلیم ہیں۔ آپ نہایت نیک، منکسر مزاج واقع ہوئے ہیں۔ طبیعت نہایت سلجھی ہوئی ہے اور بے شر انسان ہیں۔ مذہبیات سے کافی دلچسپی رہتی ہے۔

**۲۔ سید غلام مرتضیٰ عرف جواد حسین ابن وزیر علی:** ۱۳۰۳ھ میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مولوی منور علی صاحب اور اردو اسکول موتکپور میں پائی۔ چوتھا درجہ مدرسہ سے پاس کیا۔ چند روز گھر پر قیام کر کے جب ان کے بھائی غلام مصطفیٰ علاقہ بلہرہ میں ملازم ہو گئے۔ ان کے ساتھ زمینداری کا کام سیکھتے رہے اس کے بعد علاقہ حسن پور میں ملازمت اختیار کر لی۔ چند روز ملازمت کر کے استعفیٰ دے دیا نسبت سید موصوف کی مسماۃ فاطمہ دختر مختار مہدی موتکپوری کے ساتھ ۱۱ ذیقعدہ ۴۶ھ مطابق ۲ مئی ۲۸ء یوم چہارشنبہ کو ہوئی۔ جن سے دو اولادیں ہوئیں اور دونوں زمانہ طفلی میں وفات پا گئیں اور مرحوم نے لاولد ۱۳۵۴ھ میں انتقال کیا۔

مرحوم اپنے سب بھائیوں میں خصوصیت رکھتے تھے۔ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت

دنوں میں ممتاز تھے۔ خدا نے خاندان میں ایک ایسا شخص پیدا کر دیا تھا جو جرأت اور شہزوری میں یگانۂ روزگار تھا۔ صادق القول اور خوش مذاق آدمی تھے۔ احباب موصوف کی باتوں سے لطف حاصل کرتے تھے۔

**۳۔ سید غلام رضا عرف سید اشفاق حسین ابن سید وزیر علی :** ولادت ۱۳۰۶ھ میں ہوئی۔ ابتدائی زمانہ ننھیال میں گذرا۔ بہت معمولی نوشت و خواند کی نوبت آئی۔ طبیعت تجارت کی طرف مائل تھی۔ چند دن یہ شغلہ رکھا پھر بنگال میں ریاست کوچ بہار میں ملازمت کرلی۔ اس کے بعد ملازمت ترک کر کے چلے آئے اور ریاست مہنون ضلع گونڈہ میں منیجر ریاست ہو گئے۔ قبل خاتمہ زمینداری ہی ریٹائرڈ ہو گئے۔ شادی مسماۃ کنیز فاطمہ دختر اختر حسین موتکپوری کے ساتھ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۵ جون ۱۹۲۶ء یوم شنبہ کو ہوئی۔ جن کے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک بچپن میں فوت ہو گیا دوسرے صاحبزادے کے حالات ذیل میں درج ہیں۔

**(۱) شمیم حیدر ابن اشفاق حسین :** آپ کی ولادت ۳ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۰ء یوم یکشنبہ بمقام موتکپور ہوئی۔ ماں کا سایہ بچپن میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ بڑی خالہ نے نہایت محبت سے پرورش کی اور مثل اپنے فرزند کے سمجھا اس ممتا کا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ تعلیم کی طرف توجہ نہ ہوئی اور گھر ہی پر جو تعلیم ہوئی اسی پر اکتفا کیا گیا۔ چونکہ نہایت ذہین ہیں اگر بچپن میں ذرا توجہ کی گئی ہوتی تو آج ایک ہونہار انسان تصور کئے جاتے۔ حافظہ کا یہ حال ہے کہ مجلس کا جو مضمون ایک بار سن لیتے ہیں وہ ذہن میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ تجارت سے کچھ دلچسپی ہے۔ چنانچہ کافی عرصہ تک بارہ بنکی میں یہ شغل رہا مگر اب اس کو چھوڑ کر موتکپور چلے آئے ہیں اور یہیں رہتے ہیں۔ آپ کی شادی ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۵۸ء یوم یکشنبہ کو ام الائمہ دختر شمشاد احمد قادرپور کے ساتھ ہوئی۔ اس وقت تک ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے جن کی تاریخ پیدائش

نیچے درج کی جارہی ہے۔ آپ ایک بار عراق و ایران کی زیارت سے بھی مشرف ہو چکے ہیں۔

۱۔ محمد علیم۔ ولادت ۱۲ر صفر ۷۹ھ مطابق ۲۷ر اگست ۵۹ء یوم پنجشنبہ بمقام بارہ بنکی اسپتال

۲۔ نزہت فاطمہ ، یکم جمادی الاول ۸۱ھ ، ۱۲ر اکتوبر ۶۱ء ، ، ، ، ،

۴۔ **سید خادم حیدر ابن وزیر علی** : ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ نہایت منکسر مزاج اور رقیق القلب آدمی ہیں۔ اپنے والدین کی بیحد خدمت کرنے کی وجہ سے ہر شخص آپ کا معترف ہے۔ شادی مسماۃ نبی فاطمہ دختر سید اختر حسین صاحب موتکپوری کے ساتھ ۸ر شوال ۴۲ھ مطابق ۲ر مئی ۱۹۲۶ء یوم شنبہ کو ہوئی۔ دو بار زیارت سے مشرف ہوئے۔

## فصل سوم

# سید اصغر علی ابن سید حیدر حسین اور اجمالی تاریخ موتکپور

سید اصغر علی کی ولادت ۱۲۳۵ھ مطابق ۱۸۲۰ء میں بمقام بلاؤں ہوئی۔
یہ زمانہ غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کا تھا۔ اوائل عمر میں سکونت بلاؤں کی ترک کر کے اپنے والدین کے ساتھ موتک پور میں رہنا اختیار کیا۔ قبل اس کے موتک پور ایک اہم جنگی مقام تھا۔ یہاں کوئی مکان قابل بود و باش نہ تھا۔ صرف ایک گڑھی کے طور سے کام میں لایا جاتا تھا۔ یہ علاقہ سید نواز علی کو ننہالی ورثہ میں ملا تھا کیونکہ سید میران شاہ زمیندار موتک پور کے بجز سید نواز علی کے کوئی وارث خاندان میں موجود نہ تھا۔
سید فضل احمد نے ۱۲۵۶ھ میں ایک مسجد پختہ موتک پور میں تعمیر کرائی۔ اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ مگر سوائے قلعہ کے کوئی رعایا کا مکان اس وقت موجود نہ تھا اور یہی حالت اسکی غدر ۱۸۵۷ء تک قائم رہی۔ بعد غدر مستقل عمارات سید حیدر حسین نے تعمیر کرنا شروع کیں۔ امام باڑہ بنوایا۔ چند گھر رعایا کے بھی تعمیر ہوئے۔ مگر بخیال حفظانِ صحت اس موضع کو زیادہ آباد کرنے کی کبھی کوشش نہیں کیگئی۔ اس لئے اسوقت بھی

ایک مختصر آبادی پر یہ موضع قائم ہے۔

## سید انعام حسین کا قتل اور معرکہ لاکھو پور

تعلقہ قادر پور میں سید حاجی حسین کا زمانہ بھی قابل یادگار ہے۔ یہ بھی بڑے دلیر اور جنگجو آدمی تھے۔ جب ۱۸۵۲ء میں بہادر سنگھ تعلقدار لاکھو پور نے زمینداران سرائے میر کے دو گاؤں کٹوا اور اسوری اور کچھ آراضی ملحقہ سرائے میر غصب کرلی۔ سید انعام حسین زمیندار سرائے میر نے کچھ لوگوں کو جمع کیا اور اپنے مواضعات واپس لینا چاہے۔ طرفین سے معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ آخر کار میر انعام حسین عین معرکہ میں قتل ہوئے۔ اور سپاہی ہزیمت اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بہادر سنگھ نے سید انعام حسین کی نعش ایک کنویں میں ڈال کر اسکو بند کرادیا اور پاٹ کر زمین کے برابر کرادیا۔ چنانچہ زمینداران سرائے میر سید حاجی حسین تعلقدار قادر پور سے امداد کے خواہاں ہوئے۔ اور بہادر سنگھ سے انتقام لینا چاہا سید حاجی حسین نے بخیال قرابت و عزیز داری ان کی استدعا منظور کی اور خود مع سپاہ جرار کے جاکر لاکھو پور کا محاصرہ کرلیا۔ بہادر سنگھ تابِ مقابلہ نہ لایا اور پھاٹک مکان کا بند کرلیا۔ ایک دن اور ایک رات محاصرہ برابر قائم رہا اور بندوق چلتی رہی۔ پچھلے پہر رات کو سپاہیان سید حاجی حسین بوجہ ماندگی غافل ہوکر سو گئے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر سپاہیان بہادر سنگھ پھاٹک کھول کر باہر نکلے اور سید حاجی حسین کی فوج کو تہِ تیغ کرنا شروع کیا۔ جب سب ہوشیار و بیدار ہوئے جنگ مغلوبہ ہونے لگی اور جو اس غفلت کا نتیجہ ہونا آیا ہے وہ ظہور میں آنا لازمی تھا۔ آخر سپاہیان سید حاجی حسین کے پیر اکھڑ گئے اور محاصرہ چھوڑ کر قادر پور کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے جب اس واقعہ کی اطلاع سید اصغر علی کو ہوئی اس وقت سید موصوف سری گڈھی میں

موجود تھے فوراً ایک ضرب توپ اور پانسو آدمیوں کی جمعیت سے روانہ ہوگئے۔ راستہ میں بقرعیدی سے جو سید حاجی حسین کا ملازم تھا ملاقات ہوئی کیفیت مفصل بیان کی اور کہا کہ اب آپ کا چلنا مناسب نہیں ہے لڑائی بگڑ چکی بہتر ہے کہ آپ واپس جائیں سید موصوف نے جواب دیا کہ اب تو میں چل چکا جو کچھ ہو جاتا ہوں خدا مددگار ہے۔ پہلا دن چڑھا تھا کہ آ کر لاکھوپور کا محاصرہ کر لیا۔ بہادر سنگھ مقابلہ کی تاب نہ لایا۔ اور مکان کا دروازہ بند کر لیا۔ شام تک برابر گولے اور گولیاں برستی رہیں۔ آخر توپ کے گولوں سے پھاٹک اور دیوار میں رخنے پڑ گئے۔ یہ حالت دیکھ کر بہادر سنگھ گھبرایا اور پشت مکان میں کھڑکی توڑ کر معہ سپاہیوں کے دریا میں کود پڑا اور بسلامت بپردۂ شب میں دریائے گومتی کے اس پار اتر گیا جب بہادر سنگھ بھاگ گیا اور لاکھوپور میں امن ہوا نعش انعام حسین کی ہر چند تلاش کی گئی مگر دستیاب نہ ہوئی۔ اتفاق سے ایک ضعیفہ نے اس کنوئیں کا نشان بتلایا۔ وہ مقام کھودا گیا۔ نصف کنوئیں کی گہرائی میں نعش ملی۔ مگر سر نعش کے ساتھ موجود نہ تھا۔ سر کاٹ کر بالکل تہ آب میں ڈال دیا گیا تھا۔ آخر وہ بھی نکالا گیا اور نعش سرائے میر روانہ ہوئی۔ زمینداران سرائے میر بہادر سنگھ کے خوف سے ایسا مرعوب ہو گئے تھے کہ پھر ان مواضعات پر قبضہ نہ کر سکے اور وہ بدستور شامل تعلقہ لاکھوپور رہے۔

## سید اصغر علی کا سید لطف حسین کی امداد میں سپاہی بھیجنا اور شیخ امام بخش کا قتل ہونا

سید لطف حسین زمیندار میرانپور و سید کاظم حسین میں شکر رنجی رہا کرتی تھی سید کاظم حسین کو شیخ امام بخش کا ایسا سپاہی منچلا اور بہادر مل گیا تھا کہ سید لطف حسین کے ناک میں دم رہا کرتا تھا۔ اور کوئی زور سید لطف حسین کا اس ایک کے مقابل میں نہ چلتا تھا۔ آخر مجبور ہو کر سید اصغر علی سے امداد کے خواہاں ہوئے۔ چونکہ سید موصوف نے

اور لطف حسین سے تعلقات عزیز داری تھے اس لئے سید موصوف نے ان کی استدعا قبول کی اور ایک جماعت سپاہیوں کی جو رنجیت خاں و گلزار خاں و لال بہادر امیٹھیا و دیبی دین تیواری وغیرہ پر مشتمل تھی سید لطف حسین کی مدد کو روانہ کی۔ پہر دن چڑھے یہ لوگ پہونچ گئے۔ اور سید لطف حسین کے سپاہیوں کو ساتھ لیکر میر کاظم حسین کے گھر کو گھیر لیا۔ اور صدر دروازہ سے میر کاظم حسین کے احاطہ میں داخل ہو گئے۔ رنجیت خاں اور امام بخش کا مقابلہ ہو گیا۔ گو کہ رنجیت خاں اپنی ذاتی دلیری سے آمادہ جنگ ہو گیا تھا لیکن فنونِ جنگ میں امام بخش کا مقابل نہ تھا۔ کئی وار آپس میں رد ہوئے۔ آخر امام بخش کا تلوار کا ہاتھ رنجیت خاں پر اس صفائی سے پڑا کہ ڈھال تک کٹ گئی اور ایک گہرا زخم بائیں بازو پر آیا۔ رنجیت خاں نے زخم باندھکر پھر لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ متعدد زخم کھائے۔ جب یہ حال گلزار خاں نے دیکھا بندوق امام بخش پر جھونک دی۔ گولی امام بخش پر کاری پڑی اور اس کا کام تمام ہو گیا اور سید لطف حسین کا مطلب حاصل ہو گیا۔

## بسینوں کا جمع ہو کر سرئی گڈھی میں سید اصغر علی کے قتل کی نیت سے آنا اور بے نیل و مرام واپس جانا

۱۸۵۶ء میں جب بسینوں کا جوشِ انتقام زیادہ بڑھا اور پسران شیخ مٹھو کے پروپیگنڈا کا کافی اثر ہو گیا تو ایک روز سب نے جمع ہو کر یہ رائے قائم کی کہ اگر سید اصغر علی کو قتل کر دیا جائے تو علاقہ عثمان پور پر آسانی سے قبضہ ہو سکتا ہے جب تک سید موصوف زندہ و سلامت ہیں ہم لوگ علاقہ پر قابض نہیں ہو سکتے۔ دوپہر کے وقت ایک روز انیس [۱۹] نفر بسین قول و قسم پر مضبوط ہو کر اس ارادے سے گڈھی کے اندر داخل ہو گئے کہ جس طرح بھی ہو سید موصوف کو قتل کر دیا جائے۔ اس وقت جسقدر

ہندو سپاہی تھے وہ سب دریا میں نہانے چلے گئے تھے اور مسلمان بھی ان کے ساتھ ہوئے تھے بعہد ڈھونڈھے خان گوجر جو اس وقت خدمتگاری میں ملازم تھا اور جس کی عمر اس وقت ۱۳ یا ۱۴ سال کی تھی مکان میں موجود تھا۔ سید موصوف پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے یہ سب لبین آکر بلا صاحب سلامت کئے سامنے بیٹھ گئے سید اصغر علی کو ان کی نیتوں کا اندازہ ہوگیا۔ دیر تک ان لوگوں سے بلا کسی گھبراہٹ کے بات چیت کرتے رہے اور ڈھونڈھے خاں کو خفیہ طور سے اشارہ کر دیا کہ سپاہیوں کو جاکر ہوشیار کر دے۔ سب سپاہی گڑھی کے اندر داخل ہونا شروع ہو گئے۔ جب لبینیوں نے دیکھا کہ سپاہی آگئے ہیں تو سب ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپس میں یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ جب آج "یہ میر" یعنی (اصغر علی) مارے نہیں مرا تو اب اسکو کوئی نہیں مار سکتا۔ اس کے ہیبت وخوف سے ہم لوگوں کو سبقت کرنے کی جسارت نہیں ہوتی۔ ؎ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

# غدر عظیم ۱۸۵۷ء

جب غدر ۱۸۵۷ء میں ہوا۔ فوج انگریز معرکہ چنہٹ میں بیشمار ضائع ہوئی اور جو کچھ باقی بچی وہ بھاگ کر بیلی گارد میں قلعہ بند ہوئی۔ اکثر تعلقداران وزمینداران امداد لیکر پہونچے اور شریک فوج باغی ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شاہزادہ مرزا برجیس قدر مسند نشین ہو چکے تھے۔ چنانچہ ایک پروانہ بدیں مضمون عثمانپور بنام سید غلام جعفر دردولت سے موصول ہوا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ **حکمنامہ** "چونکہ ملک آبائی ہمارا خدا نے پھر ہم کو عطا کیا۔ اب لازم ہے کہ باہم شریک ہوکر کفار فرنگ کو دفع کردو اور باقیماندگان بیلی گارد کو قتل کردو اور داد بہادری دو۔ انشاء اللہ بیشتر سے زیادہ پرورش ہوگی انعام وجاگیرات وغیرہ ملے گا۔ بلکہ جو انکو

قتل کریگا نصف جمع اُس کے علاقہ کی معاف کر دیجائے گی "۔ جب یہ حکمنامہ پہونچا سید غلام جعفر اور سید اصغر علی میں مشورہ ہوا اور یہ طے پایا کہ شاہی فوج کی مدد کرنا ہر صورت سے لازم اور فرض ہے اور یہی جواب بھیجدیا گیا۔

جب فروری ۱۸۵۷ء میں انگریزی فوج نظامت سلطانپور سے جنگ کرتی ہوئی کانڈھو کے نالے تک پہونچی۔ یہاں بہت سے تعلقدار و زمیندار فوج لئے ہوئے انگریزی فوج سے مقابلہ کے لئے مورچہ بند تھے۔ جس میں ایک مورچہ پر ٹھاکر بھیکھن جاں تعلقدار بہوہ اپنی سپاہ لئے ہوئے موجود تھے " بیان کرتے تھے کہ جب انگریزی فوج کے پانچ سوار پٹروں کے نظر آئے جو اپنی اصلی فوج سے دریافت حال کے لئے آگے بڑھ آئے تھے ان کو دیکھ کر ہم لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ انگریزی فوج ہمارے قریب پہونچ چکی ہے ہم لوگوں نے اندھا دھند گولے اور گولیاں برسانا شروع کردیں۔ یہ کیفیت دیکھکر وہ پانچوں سوار نظروں سے غائب ہوگئے۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ہمارے تین طرف سے کمان کی صورت میں گورا فوج بڑھتی ہوئی نظر آنے لگی۔ ہماری طرف سے برابر توپ اور بندوق چل رہی تھی اور اُدھر سے سِل کے گولے آآکر ہمارے سامنے پھٹ رہے تھے۔ مگر گورا فوج ایسی خاموشی سے بڑھتی چلی آرہی تھی کہ ہماری گولیوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتی تھی۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں کو یقین ہوگیا کہ ہم لوگ تین طرف سے اس فوج میں گھر جائیں گے اور راہِ چارہ و تدبیر بند ہو جائے گی۔ چونکہ کوئی قاعدہ کا افسر جو لڑائی کے فن سے واقف ہوتا موجود نہ تھا اس لئے ہم لوگوں کو سوائے پیچھے ہٹنے کے اور کوئی صورت نظر نہیں آئی اور باوجود ایک کثیر فوج کے جو ہم تعلقداران اور زمینداران نے مقابلے کے لئے جمع کی تھی۔ جس میں بدقسمتی سے سب مختلف الرائے تھے کوئی کچھ کہتا تھا کسی کی کچھ رائے تھی، کوئی لڑنے والا افسر ایسا نہ تھا جو ایک نقطہ پر سب کو جمع رکھتا۔ اس افراط تفریط میں ہم لوگ ہٹنے پر مجبور ہوئے اور فوج انگریزی

"بلا کسی خونریزی کے ہمارے مورچوں پر قابض ہو گئی "

## معرکۂ حیدر گڈھ، سلیم پور اور گوشائیں گنج

کاندہو کے نالے سے بڑھ کر فوج انگریزی حیدر گڈھ پہونچی۔ یہاں بھی عوام نے جمع ہو کر جم کر مقابلہ کیا۔ مگر اپنی بے سروسامانی سے مجبور ہو کر ہٹنے پر مجبور ہوئے۔ جب یہ خبر سلیم پور پہونچی چودہری صمصام علی تعلقہ دار سلیم پور نے اپنے اعزا اور دوستوں کی کافی جمعیت اکٹھا کر لی تھی۔ جس میں سید اصغر علی موہنگپور سے اور چودہری گودڑ گڈھی بھلول سے و نیز دیگر قرب و جوار کے زمیندار عامل بادشاہی کی مدد کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ حیدر گڈھ سے کوچ کر کے انگریزی فوج نے سلیم پور پر دھاوا بول دیا۔ یہاں سخت معرکہ پیش آیا۔ طرفین سے دست بدست کی نوبت آگئی۔ گو کہ انگریزی فوج کے ساتھ توپ خانہ بھی تھا مگر عوام کا جوشِ مقابلہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ نقصان کی پرواہ کئے بغیر انگریزی فوج پر غلبہ حاصل کرتے جاتے تھے ایک سوار سکندر خاں نامی جو پورب بلاؤں کا رہنے والا تھا اور سید اصغر علی کے ملازمین میں سے تھا وہ نہایت جرأت سے گھوڑا اکڑ کا کر انگریزی توپ پر جا پڑا اور اپنے بلّم سے توپچی کا کام تمام کر دیا۔ وہاں سے انگریزی فوج نے پسپا ہو کر قلعہ گوشائیں گنج میں پناہ لی۔ اس معرکہ میں چودہری صمصام علی تعلقدار سلیم پور اور قمر الدین حسین عاملِ گوشائیں گنج کام آگئے مگر فتح و فیروزی عوام کے ہاتھ لگی۔ جنھوں نے قلعہ گوشائیں گنج کا محاصرہ کر لیا۔ مگر لکھنؤ سے مزید فوج آجانے سے منتشر ہونے پر مجبور ہو گئے اور یہ معرکہ یوں ختم ہوا۔ سید اصغر علی اور چودھری گودڑا اپنے اپنے مقام کو واپس آئے۔

## معرکۂ سدھور

جنگ آزادی کو چند ہی مہینے گذرے تھے اور انگریزی فوج عوام پر غلبہ

حاصل کرتی جارہی تھی کہ سید اصغر علی کو ایک حکمنامہ چکلہ دار سدہور کی طرف سے بدیں مضمون پہونچا کہ انگریزی فوج قلعہ سدہور پر تاخت لانا چاہتی ہے لہذا تم مع اپنی سپاہ اور استعداد حرب کے فوراً حاضر ہو۔ اس سے قبل ایک حکم نامہ گشتی شاہزادہ مرزا برجیس قدر بہادر کا در دولت لکھنؤ سے صادر ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ انگریزوں سے اس وقت ایک عام نفرت عوام کو پیدا ہو گئی تھی۔ اس لیئے کل عوام اپنا ملک بچانے کے لیئے اور انگریزوں کو دفع کرنے پر ہم خیال ہو گئے تھے صرف کمی تھی رہنمائی کرنے کی کوئی افسر ایسا نہ تھا جو اس موقعہ پر عوام کی صحیح رہنمائی کرتا۔ مجبوراً انفرادی حیثیت سے مقابلہ کر کے دل کا بخار نکال رہے تھے۔ چنانچہ حسب الطلب چکلہ دار سدہور آپ تین سو نفر سپاہیوں کی جمعیت سے مونکپور سے سدہور روانہ ہوئے اور ایک باغ میں جس میں چکلہ دار خود اپنا مورچہ قائم کیئے ہوئے تھا۔ سید موصوف نے بھی مورچہ قائم کیا۔ اکتوبر ۱۸۵۷ء کا مہینہ تھا۔ گیہوں کی تخم ریزی ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ افق پر کچھ غبار نظر آیا معلوم ہوا کہ یہ کاتک کا مہینہ ہے کاشتکار کھیت جوت رہے ہیں۔ اسکا غبار ہے۔ مگر اسی غبار سے سنگینوں کی چمک اور توپ چلنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ موصوف بیان کرتے تھے کہ "اب انگریزی فوج قریب ہوتی جاتی تھی ہماری طرف سے چکلہ دار کی فوج نے توپ سے گولے مارنا شروع کیئے۔ ہم لوگوں نے بھی اپنی اپنی بندوقوں سے گولیاں سر کرنا شروع کیں۔ اب جنگ باقاعدہ شروع ہو گئی۔ انگریزی فوج سے شل کے گولے آ آ کر چاندا جھیل کے پانی میں گر رہے تھے اور جھیل کا پانی بالسوں اچھل رہا تھا۔ درختوں میں گولے آ آ کر لگتے تھے جس سے درخت پھٹ پھٹ کر گر رہے تھے۔ مگر خیریت یہ تھی کہ انگریزی فوج کا توپچی غلط نشانہ باندھے ہوئے تھا۔ گولے ہمارے عقب میں گر رہے تھے۔ انگریزی فوج باقاعدہ مارچ کرتی چلی آرہی تھی۔ ہماری جماعت

میں بھی کچھ لوگ زخمی ہوئے اور انگریزی فوج کے کافی لوگ زخمی و قتل ہوئے۔ جب گورا فوج کا دباؤ ہم لوگوں پر زیادہ پڑنے لگا تو چکلہ دار صاحب کی فوج کے پیر اکھڑنے لگے یہ حالت دیکھ کر لعل بہادر سنگھ امیٹھیا جو بلولی کا رہنے والا تھا اور آپ کا ملازم تھا اس نے بڑھ کر سید موصوف سے عرض کیا کہ اگر آپ کو منظور ہو کہ ہم سب کے سب کٹ کر مر جائیں تو حاضر ہیں ورنہ جس کی مدد پر آپ آئے وہ دیکھے جا رہے ہے آپ گھوڑے پر سوار ہوں اور مکان کو واپس چلیں۔ ہم لوگوں کا اجتماعی حیثیت سے چلنا خطرناک ہوگا۔ ہم لوگ بھی شام تک گھر پہونچ جائیں گے۔ چنانچہ سید موصوف کے سب ہی سپاہیوں نے یہی رائے دی۔ سید موصوف نے دیکھا کہ چکلہ دار مورچہ چھوڑ کر بھاگ چکے یہ بھی اپنے گھر واپس آئے مگر پھر انگریزی فوج نے انکی تلاش نہیں کی

## ایک ڈپٹی کلکٹر کی حفاظت

۱۸۵۷ء بھی عجیب منحوس سال تھا کسی کو اطمینان نہ تھا۔ جان و مال کا ہر وقت دھڑکا لگا رہتا تھا۔ شاہان ہند کی حالتیں نازک ہو رہی تھیں اودھ کا الحاق حکومت انگلشیہ اپنی وسیع قلمرو سے کر چکی تھی۔ جھانسی کا الحاق بھی ہو چکا تھا۔ یہی وجوہات تھے کہ رعایائے ہند حکومت انگلشیہ کی دشمن ہوگئی تھی۔ رعایا تو درکنار خود سلطنت کے اعضا جواب دیتے جاتے تھے۔ اس کی فوج خود بغاوت پر آمادہ تھی۔ باغیوں نے کوئی کسر اینٹ سے اینٹ بجا دینے میں نہیں رکھی تھی۔ لوٹ مار ہر طرف جاری تھی ہر شخص کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے ہوا خواہان حکومت انگلشیہ مارے مارے پھرتے تھے۔ امن کے دروازے بند تھے۔ پناہ دینا گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا۔ ایسی حالت میں ایک ڈپٹی کلکٹر جن کا نام عبدالحکیم تھا چند روز سبیحہ میں رہ کر موتکپور پہونچے قریب دو ماہ چھپائے رکھے گئے۔ ایک روز انھوں نے اپنا ارادہ سلیم پور جانے کا ظاہر کیا

کیونکہ اس وقت انگریزی کیمپ سلیم پور میں تھا۔ چنانچہ بحفاظت تمام علاقہ کی سرحد سے باہر تک پہونچا دیئے گئے۔ بعد چند روز کے معلوم ہوا کہ ڈپٹی کلکٹر موصوف ابراہیم آباد پہونچے تھے کہ منتظم حسین چکلہ دار نے راستہ میں آگھیرا۔ بعد خرابی سلیم پور پہونچے اور وہاں سے لکھنؤ روانہ ہوئے۔

## سید اکبر علی کی وفات اور تعلقہ موتکپور کے نمبر کیلئے سید اصغر علی و سید کلب حسین میں کشمکش

جب علاقہ عثمانپور بالکل قبضہ سے نکل گیا (جس کے واقعات غلام جعفر کے بیان میں درج ہو چکے ہیں) تو سید اصغر علی گڈھی سہری سے موتکپور چلے آئے اور انصرام امور تعلقہ موتک پور میں مشغول ہوئے۔ کیونکہ اُس وقت سید حیدر حسین بوجہ کبر سنی کام کرنے سے مجبور ہو گئے تھے اتفاق سے چند روز کے بعد سید اکبر علی کا عین عالم شباب میں انتقال ہو گیا۔ سید احمد حسین اور سید محمد حسین جو سید اکبر علی کے بیٹے تھے اس وقت بہت خورد سال تھے۔ گو کہ سید حیدر حسین اس وقت بقید حیات تھے مگر تعلقہ موتکپور کا نمبر سید اکبر علی کے نام تھا۔ اب فکر ہوئی کہ بعد سید اکبر علی کے علاقہ کا نمبر کس کے نام ہونا چاہیئے۔ اس معاملہ میں سید اصغر علی اور سید کلب حسین میں اختلاف رائے ہو گیا۔ سید کلب حسین کی یہ رائے تھی کہ یا تو نمبر میرے نام ہو یا سید حیدر حسین اپنے نام نمبر کرائیں۔ اور سید اصغر علی کا منشاء تھا کہ سید احمد حسین جو سید اکبر علی مرحوم کے بڑے بیٹے ہیں ان کے نام نمبر ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس بحث کو بہت طول ہوا۔ بالآخر سید اصغر علی کے دباؤ سے تعلقہ موتکپور کا نمبر سید احمد حسین کے نام ہو گیا۔

## واقعہ کتخدائی سید احمد حسین

جب چودھری سید رضا حسین تعلقدار نرولی نے یہ چاہا کہ اپنی بڑی لڑکی فرخندہ بیگم کا عقد کہیں ایسی جگہ کریں جو حسب نسب میں اچھا اور باعزت بھی ہو۔ قرب وجوار بدولی میں

ہر چند نظر دوڑائی مگر کوئی شخص ان صفات کا نظر نہ آیا۔ آخر سید حسین ساکن بڑاگاؤں کے ذریعہ سے زیدپور میں حکیم مرتضیٰ محمد کے بھانجہ کے ساتھ نسبت ٹھہرائی۔ جب رسم امام ضامن کے لئے ردولی سے آدمی روانہ کئے گئے تو ان میں اکثر تعلقداران مثل احسان رسول تعلقدار امیرپور اور میر سید حسین تھے جب یہ لوگ زیدپور پہونچے تو وہاں ان کی کچھ خاطر و مدارات ان لوگوں سے نہ ہو سکی۔ یہ لوگ بددل ہوکر زیدپور سے ردولی واپس آئے اور مفصل کیفیت چودھری رضا حسین سے بیان کی۔ جس سے چودھری صاحب سخت ناخوش ہوئے۔ اور وہ نسبت نہ ٹھہری

جب اس واقعہ کی اطلاع سید اصغر علی کو ہوئی فوراً سید احمد حسین کے لیئے پیغام دیدیا۔ چودھری صاحب موصوف نے کچھ معتبر آدمی سید احمد حسین کے دیکھنے کے لئے روانہ کئے آپ نے کوئی کسر ان کی خاطرداری میں اٹھا نہیں رکھی وہ لوگ بہت خوش ہوکر ردولی واپس گئے اور بیحد تعریف کی۔

## نسبت میں رخنہ اندازیاں اور ان کا ردِّعمل

جب افرادِ خاندان کو اس کا علم ہوا کہ احمد حسین کی شادی دختر چودھری رضا حسین کے ساتھ ہو رہی ہے۔ اس وقت ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اپنی قسمت آزمائی کرے لہٰذا بعض لوگوں نے شیخ دلدار علی کے ذریعہ سے کوشش کی کیونکہ اُس وقت تک سید احمد حسین کی نسبت پورے طور سے قرار نہیں پائی تھی۔ صرف نامہ و پیام جاری تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا سخت تشویش و فکر ہوئی۔ آخر بعد غور دریافت کیا کہ ٹھاکر فتح بہادر خاں تعلقدار بہوہ اور چودھری رضا حسین سے قدیم مراسم ہیں۔ اور کچھ سلسلہ عزیزداری بھی ہے۔ اس لئے ان کی کوشش میرے حق میں ضرور بارآور ہوگی۔ فوراً سید حاجی حسین زمیندار قادرپور کو ساتھ لیکر بہوہ روانہ ہوگئے اور ٹھاکر صاحب سے مفصل کیفیت بیان کی۔ ٹھاکر صاحب سے جواب قابل اطمینان پاکر آپ موتکبور واپس آئے

چنانچہ ٹھاکر صاحب موصوف نے رُدولی جاکر چودہری رضا حسین سے احمد حسین کی نسبت ٹھہرائی اقرار و مدار پورے طور سے مکمل ہو گیا۔

## سید امتیاز حسین کا لکھنؤ میں انتقال

سید امتیاز حسین ۱۰ رماہ شعبان ۱۲۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ کسی ضرورت سے لکھنؤ گئے تھے۔ مگر قضائے الٰہی سے بعارضہ تخمہ علیل ہو کر لکھنؤ ہی میں پندرہ سال کی عمر میں بتاریخ ۹ رماہ ذیقعدہ روز جمعہ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۶ راکتوبر ۱۸۸۰ء کو انتقال کیا۔ نعش لکھنؤ سے موتکپور لائی گئی۔ اس سانحہ سے سید اصغر علی کو جو کچھ ملال ہوا اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا کیونکہ صرف یہی ایک اولاد نرینہ میں سید موصوف کے باقی رہ گئے تھے اس وقت سوائے ایک لڑکی کے اور کوئی اولاد صلبی باقی نہیں تھی۔ کئی اولادیں قبل سانحہ سید امتیاز حسین صغر سنی میں انتقال کر چکی تھیں۔ مگر سید موصوف کو سید احمد حسین وغیرہ سے کچھ ایسی محبت والفت تھی کہ اس غم کے پہاڑ کو نہایت صبر و استقلال سے ٹال لیگئے اور سید احمد حسین کی شادی کے انتظامات میں بدستور مصروف و منہمک رہے۔

## علاقہ موتکپور کا خاندان غلام جعفر و حیدر حسین میں تقسیم ہونا

جب احمد حسین کی شادی کا مسئلہ پختہ ہو گیا اس وقت سید کلب حسین کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اب جو شادی سید احمد حسین کی ردولی میں قرار پائی ہے۔ اس میں زر کثیر صرف ہو گا اور اس وقت کل خاندان یکجائی ہے جس کے صرف کا بار میرے حصہ پر بھی پڑے گا۔ جس کا بلا وجہ میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ فوراً تحریک بٹوارہ سید اصغر علی سے شروع کر دی۔ سید موصوف نے اس تحریک پر کچھ التفات نہیں کیا۔ اور کہا کہ جس طرح ہمیشہ ہوتا آیا ہے اسی طرح انتظام علاقہ کا چلتا رہے اور بٹوارہ نہ کیا جائے

مگر سید کلب حسین کو یہ بات منظور نہیں ہوئی۔ سید اصغر علی نے جواب دیا کہ یہ شادی ہوجانے دو پھر تقسیم کر لینا مگر سید کلب حسین نے یہ بھی منظور نہیں کیا۔ اور عدالت میں دعویٰ بٹوارہ دائر کر دیا۔ سید کلب حسین کا ڈیڑھ حصہ کا دعویٰ تھا اور سید اصغر علی برابر حصہ دینا چاہتے تھے۔ آخر عدالت سے بحق سید کلب حسین فیصلہ ہوا اور ایک ڈیڑھ کا فیصلہ ہوگیا۔

## شادی کتخدائی سید احمد حسین اور سید اصغر علی کا قرض لینا

بعد نامہ و پیام جب مستقل طور سے شادی ٹھہر گئی۔ سید اصغر علی کو کچھ قرض لینے کی فکر دامنگیر ہوئی کہ مصارف شادی کے لئے کافی ہو سکے مبلغ سات ہزار روپیہ نہایت سخت شرح سود پر لینا پڑا۔ بڑی عجلت یہ تھی کہ ایسا نہ ہو پھر کوئی روڑا اٹکے اور وہی زحمت اٹھانا پڑے۔ اس لئے سخت خرچ کا خیال نہیں کیا گیا۔ اور قرض لے لیا۔ شادی بہت اچھی طرح سے ہوئی۔ اور کل امور بخیر و خوبی انجام پا گئے۔ موصوف کی وفات کے کافی عرصے کے بعد یہ قرض ادا کر دیا گیا۔

## ۱۹۰۸ء میں قحط شدید

جب کنوار کی فصل ۱۳۱۵ فصلی میں بوجہ امساک باراں بالکل ضائع ہوگئی اور کسی قسم کی پیداوار از قسم نباتات نہ ہوئی۔ بڑی فریاد و واویلا بنی نوع انسان نے درگاہِ باری عزاسمہٗ میں کی مگر کوئی درجہ اجابت کو نہ پہونچی اور باران رحمت نہ نازل ہونا تھا نہ ہوا۔ جانوران صحرائی بے آب و گیاہ بھوکے پیاسے مرنے لگے۔ کنوئیں خشک ہو گئے۔ اور ایسا قحط آپڑا کہ اللہ کی پناہ۔ بڑی

کوششیں کنویں کھودنے میں کیگئیں مگر سب بے سود ہوئیں ۔ خصوصاً اس صوبہ آگرہ و اودھ میں قحط کا اثر بہت شدید ہوا ۔ انسان و حیوان بے غذا مرنے لگے ۔ جو دیہات دریا کے کنارے واقع تھے وہ البتہ اس قحط شدید سے کسیقدر محفوظ رہے ۔ دریا پایاب ہو گئے ۔ کنوؤں کا پانی خشک ہو گیا ۔ مگر اس قحط میں جو امر قابلِ ذکر ہے وہ یہ کہ قحط اکثر پڑا کئے مگر جیسا اس مرتبہ انسان نے اس کے شدائد کا مقابلہ کیا کبھی اس کی نظیر نہیں ملتی ۔ چنانچہ ایسی کوشش کہ جیت کی فصل گندم وغیرہ کسی قدر محنت کر کے پیدا کر لی مگر بوجہ بارانِ رحمت نہ نازل ہونے کے بے اطمینانی وہی رہی ۔ غریب بھوکوں مر رہے تھے ۔ جو امیر تھے وہ زیادہ اس کے اثر سے متاثر ہوئے ۔ جب یہ حالت ہو گئی گورنمنٹ ہند امداد پر آمادہ ہو گئی اور روپیہ پانی کی طرح بہانے لگی بہت سے امدادی کام شروع ہوئے ، تالاب کھدنے لگے ۔ پختہ کنویں تعمیر ہونے لگے جس میں ہزارہا قحط زدہ کام کرتے تھے ۔ تقاویات تقسیم ہونے لگیں ۔ غلہ روپیہ کا پانچ سیر کچھری تک بک گیا ۔ مگر اس امدادی کام کے شروع ہونے سے کسیقدر شدائد قحط میں خفت ضرور ہو گئی ۔ اسوقت سوائے ان زمینداران کے جنکے گھر میں روپیہ موجود تھا اور بڑے بڑے زمیندار تھے باقی چھوٹے زمینداروں کی حالت نہایت ابتر ہو گئی تھی ۔ کاشتکار تو مزدوری کر کے کما کھا لیتے تھے مگر ان سے نہ مزدوری ہو سکتی تھی اور نہ کسی قسم کی محنت کے عادی تھے ایسوں کو فاقہ کشی تک کی نوبت آ گئی تھی ایسی حالت میں سید اصغر علی نے کئی مفلس خاندانوں کی پرورش اپنے ذمہ لی اور آخر زمانہ قحط تک نہایت کشادہ پیشانی سے اس مرحلہ کو طے کیا ۔ یہ سال کسی طرح ختم ہوا اور دوسرے سال کا دور ہوا فصل کنوار بھی کسیقدر قابل اطمینان ہو گئی ۔ لہذا امدادی کام رفتہ رفتہ ختم ہونے لگے ۔ اور اتنی پریشانیوں کے بعد عام اطمینان ہو گیا ۔

# سید اصغر علی کی وفات

محرم ۱۳۲۷ھ کی آمد تھی ہر جگہ انتظامات تعزیہ داری درست ہو رہے تھے تیسری تاریخ محرم کو میں بھی رُدولی سے موتک پور آیا۔ ساتویں محرم کو موتک پور میں مہندی اٹھتی ہے۔ چونکہ اسی تاریخ قادر پور سے بھی مہندی موتک پور آتی ہے۔ اسلئے دونوں مہندیوں کے ساتھ کافی مرثیہ خوانی اور ماتم ہوتا ہے۔ اس لئے موتک پور میں یہ تاریخ عزاداری کے لحاظ سے نہایت مشہور تاریخ ہے۔ ساتویں تاریخ تک سید اصغر علی برابر امام باڑہ میں مجلسوں میں شریک ہوتے رہے کوئی شکایت نہ تھی۔ آٹھویں تاریخ صبح کو یکبارگی سردی معلوم ہوئی۔ رضائی اڑھا دی گئی۔ میں جاکر حکیم ہدایت حسین کو لایا۔ حکیم صاحب موصوف نے نسخہ تجویز فرمایا نقاہت وضعف بڑھتا جاتا تھا اور کوئی شکایت ظاہرا معلوم نہیں ہوتی تھی۔ شب کو بارہ بجے تک طبیعت بدستور رہی بعد بارہ بجے کے ایک قے ہوئی جس میں محض خون جما ہوا خارج ہوا۔ بس اس وقت سے حالت ابتر ہوگئی اور ضعف بہت بڑھ گیا۔ مگر باتیں برابر کرتے رہے۔ چند امور متعلق محرم بھی دریافت کئے اور جواب قابل اطمینان پاکر بہت محظوظ ہوئے۔ یہ وقت چار بجے صبح کا تھا۔ نویں تاریخ ۵ بجے کے قریب حالت بہت ابتر ہوگئی اور ضعف ترقی کرتا گیا۔ الٰہی بخش اپنی گود میں لیکر بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد کچھ غنودگی سی پیدا ہوئی اور گردن ایک طرف ڈھل گئی۔ الٰہی بخش نے آواز دی فوراً سید موصوف نے آنکھ کھول دی اور جواب دیا کہ اچھا ہوں۔ اب لٹا دو۔ تھوڑی دیر کے بعد گلے میں خرخراہٹ معلوم ہوئی۔ الٰہی بخش نے پھر آواز دی مگر کچھ جواب نہ پایا۔ چنانچہ بتاریخ ۹ محرم الحرام روز دوشنبہ ۱۳۲۷ھ مطابق یکم فروری ۱۹۰۹ء بوقت ۷ بجے دن چورانوے سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ خداوند کریم غریق رحمت فرمائے

المختصر بعد غسل وکفن نعش امام باڑہ لائی گئی اور بعد طواف ضریح اقدس اور علم جناب عباس علیہ السّلام اسی امام باڑہ کے صحن میں نماز میت باجماعت ادا ہوئی اور شب دہم کو بعد سات بجے شب کے قبرستان موسوم بہ کربلا میں دفن ہوئے۔ موصوف بڑے مخیّر اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ قوائے جسمانی ایسے تندرست تھے کہ باوجود چورانوے سال کی عمر ہونے کے نہ بینائی میں فرق آیا تھا نہ کوئی دانت گرا تھا بلکہ دانت اسقدر مضبوط تھے کہ کسی شے کے کھانے میں تامل نہ تھا۔ سات محرم تک کا حساب لکھا ہوا پایا گیا سید موصوف نہایت نڈر اور جری شخص تھے۔ ہر کام کو نہایت استقلال سے انجام دیتے تھے۔ خوف وہراس کبھی پاس نہیں آیا۔ چونکہ مزاج سپاہیانہ تھا اس لئے خوشامد کرنا عیب جانتے تھے۔ اپنے زمانۂ حکومت میں علاقہ کی توسیع بھی کی۔ مواضعات دیوری، سنگورہ طیب، دیورہ جھلیا میں حصے بھی خرید کئے۔ جو شامل تعلقہ ہوئے ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں بائیں باغ جنگل کی بنا ڈالی۔ جو آبادی موتکپور سے پورب جانب واقع ہے۔ چونکہ باغات سے خاص دلچسپی رکھتے تھے متعدد باغات نصب کیں۔ پہلی نسبت موصوف کی مسماۃ عظیماً المتوفی ۱۲۹۶ھ دختر سید علی احمد موتکپوری سے ہوئی تھی۔ جن محترمہ کے بطن سے چار اولادیں ذکور واناث پیدا ہوئیں۔ سید امتیاز حسین المتوفی ۹ ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ وسید آصف علی المتوفی ذی الحجہ ۱۲۷۰ھ و مسماۃ زینب النساء المتوفی ۱۲۹۵ھ وسیدالنساء المتوفی ۳ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

دوسری نسبت سید موصوف کی مسماۃ محمود النساء المتوفی ۲۸ جنوری ۱۹۵۰ء مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ دختر سید حاجی حسین تعلقدار قادرپور کے ساتھ ہوئی جن محترمہ کے بطن سے میں مختار مہدی مؤلف کتاب ہذا پیدا ہوا۔

# سیّد مختار مہدی زیدی

ابنِ

## سیّد اصغر علی

(مولف تاریخ ہذا)

- شجرہ نسبی
- سرگذشت
- اولاد کے حالات
- احوال عہدِ زندگی

# شجرہ نسبی مؤلف

زید شہیدؒ - حسین ذوالدمعہ - یحییٰ محدث - ابو علی عمر - احمد محدث - ابو عبد الحسین نسابہ
زید الشہید ثانی - عبداللہ - ابو طاہر علی - محمد طاہر الزماں - عبداللہ ثانی - شرف الدین عثمان -
کمال الدین محمد - علیم الدین محمد اول - تاج الدین محمد - سراج الدین - شرف الدین - ابوالقاسم
علیم الدین محمد ثانی - سید قبول - منہاج الدین - سید احمد - نور محمد - محمد حاتم - نواز علی - عاشق محمد
خادم علی ——— فضل احمد

- فضل احمد
  - غلام امام
  - غلام جعفر
  - حیدر حسین
    - باقر علی
    - اصغر علی
      - زیب النساء (زوجہ ارتضیٰ حسین)
      - سید النساء (زوجہ محمد حسین)
      - سید امتیاز حسین (ناکتخدا فوت)
      - سید آصف علی (ناکتخدا فوت)
      - سید مختار مہدی
        - فاطمہ لاولد
        - سکینہ صغیر حیدر
        - کرار مہدی
          - نکہت فاطمہ
          - کشور فاطمہ
          - افتخار مہدی
          - کرار اصغر
        - امۃ الزہرا ناکتخدا فوت
        - ابرار مہدی
          - اقتدار مہدی
          - انور فاطمہ
          - حسین مختار
          - ریاض فاطمہ
          - فرخ فاطمہ
          - آصف مہدی
        - ام لیلیٰ
          - جمال فاطمہ
          - شبیہ فاطمہ
          - ریحانہ
          - توقیر حیدر
    - اکبر علی
    - صفدر حسین
  - علی احمد
  - مہدی حسین

# سرگذشتِ مولّف

میں احقر العباد سید اصغر علی کی اس اولادِ نرینہ سے ہوں جو سید موصوف کے بعد بھی باقی رہا۔ میری ماں سید حاجی حسین سے مشہور و معروف شخص کی بیٹی تھیں جو تعلقدار قادر پور تھے۔ یہ دوسرا عقد ہے جو سید اصغر علی میرے والد نے کیا تھا۔ پہلی زوجہ سے جو سید علی احمد موتکپوری کی بیٹی تھیں کوئی اولادِ نرینہ یا دختری باقی نہ تھی۔ سب مرحوم کی حیات میں انتقال کر چکی تھیں۔ میری پیدائش ۱۹ رمضان المبارک یوم چہارشنبہ ۱۳۰۰ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۸۸۳ء کو بمقام موتکپور ہوئی۔ پانچویں سال مری رسم بسم اللہ ادا کیگئی جو حکیم سید ہدایت حسین مرحوم نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے کرائی۔ اول اُستاد میرے حکیم صاحب مرحوم و مغفور تھے اس کے بعد جناب مولوی منور علی ابراہیم آبادی نے علوم اردو و فارسی کی تعلیم دی۔ تیرہ چودہ سال کی عمر تک میں تعلیم فارسی حاصل کرتا رہا۔ اس کے بعد میرے والد مرحوم نے انگریزی تعلیم دلانے کی طرف توجہ کی گو کہ زمانہ تعلیم انگریزی کا گذر چکا تھا۔ مڈل کلاس تک میں نے تعلیم انگریزی حاصل کی اس کے بعد انگریزی تعلیم ترک کر کے کورٹ آف وارڈس میں ملازم ہوگیا۔ جب علاقہ نرولی ۱۹۰۷ء میں کورٹ آف وارڈس سے واگذار ہو کر چودھری سید ارشاد حسین تعلقدار نرولی کے سپرد ہونے والا تھا۔ اس وقت میں بلہرہ حلقہ پینتے پور ضلع سیتاپور میں بعہدہ ضلعداری از جانب کورٹ آف وارڈس مامور تھا۔ دو سال کے قریب میرا قیام پینتے پور میں رہا تھا کہ سید محمد حسین کے ایما سے منیجر کورٹ نے میرا تبادلہ علاقہ نرولی کو کر دیا اس کے بعد علاقہ چھوٹنے پر میرا تقرر از جانب ریاست حلقہ جکھوئی میں ہوگیا اور مجھ کو کورٹ آف وارڈس سے استعفیٰ دینا پڑا۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء سے ستمبر ۱۹۳۳ء تک میں جکھوئی میں رہا۔ بعد وفات

سید محمد حسین مرحوم منیجر ریاست کے بعد تقرر بحیثیت منیجر ریاست ردولی چودھری صاحب موصوف نے منظور فرما لیا۔ جسکی وجہ سے مجھکو جکھولی جو قریب قریب وطن ثانی کے ہو گیا تھا چھوڑنا پڑا اور ردولی میں رہنے لگا۔ دوران قیام ردولی میں موضع جڑیل کلاں میں لب سڑک پختہ بازار کی بنا ڈالی جو فضلِ خدا سے بحسن وخوبی چل رہا ہے۔ کئی قلمی آم کے باغات لگائے اور امور ترقیات کے اسٹیٹ اور قصبہ ردولی میں کئے سنہ ۱۹۲۱ء میں ریٹائر ہو کر موتکیپور چلا آیا۔ چودھری صاحب موصوف نے ایک کافی رقم بروقت رخصت ہونے کے عطا فرمائی اس کے علاوہ تاخاتمہ زمینداری پنشن ملتی رہی

سنہ ۱۹۰۷ء میں مری شادی مسماۃ رفیعہ دختر سید حبیب حیدر صاحب رئیس قادرپور کے ساتھ جن کا قیام بہوہ ضلع رائے بریلی میں رہتا تھا ہوئی۔ جن سے چھ اولادیں ذکور واناث پیدا ہوئیں۔ جن کی تفصیل معہ مختصر حالات کے ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔

## اولاد کے حالات

اپنی اولاد کے حالات زندگی تحریر کرنے کے خیال ہی سے ہاتھ میں رعشہ ہے۔ نوکِ قلم سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ کیونکہ اپنے جگر پاروں کو میں نے اپنے ہاتھ سے مٹی میں چھپایا۔ وہ تمام منازل آنکھوں کے سامنے آگئے رنج والم کے پہاڑ مجھ ناتوان پر ٹوٹ چکے ہیں۔ خدا دشمن کو بھی ایسے بارگران کے نیچے نہ لائے۔

سب سے پہلے میری منجھلی لڑکی سکینہ کا تقریباً پچیس ۲۵ سال کی عمر میں ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۳۸ء کو انتقال ہوا۔ ابھی اس سانحہ کو پانچ سال بھی نہ ہوئے تھے کہ کرار مہدی ۶ جولائی سنہ ۱۹۴۳ء کو عین عالم شباب میں ہمکنار لحد ہو کر ضعیف باپ کی

دنیا سیاہ کر گئے۔ ابھی دل کے زخم مندمل نہ ہوئے تھے۔ آنکھوں سے آنسو چھلک ہی رہے تھے کہ امت الزہرا چند ہی دنوں کے بعد ۱۸ اگست ۱۹۴۳ء کو ستائیس (۲۷) سال کی عمر میں داغِ مفارقت دے گئیں۔ یہ ضعیف و ناتوان۔ اک مشت خاک سب کچھ صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتا رہا۔ ہائے مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ ابھی آزمائش کی منزلیں باقی ہیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد میری سب سے چھوٹی لڑکی ام لیلیٰ کو انتیس (۲۹) سال کی عمر میں پیام اجل نے بتاریخ ۶ اپریل ۱۹۴۶ء آغوش لحد میں سلا دیا۔

میری زندگی میں غم و اندوہ کے جو بادل چھائے تھے وہ مسلسل اب تک دل سے نہیں چھٹے۔ چنانچہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۵۰ء یوم شنبہ کو میری شفیق والدہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور بتاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء مطابق ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ یوم پنجشنبہ کو میری شریک حیات نے لحد میں پہونچ کر ہمیشہ کے لئے منھ موڑا۔

**۱۔ فاطمہ بنت مختار مہدی:** ولادت ۱۴ محرم ۱۳۳۰ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۱۲ء یوم جمعہ بمقام موتنگ پور ہوئی۔ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۲۸ء یوم چہارشنبہ سید جواد حسین موتنگ پور کے ساتھ شادی ہوئی۔ دو اولادیں وجود میں آئیں مگر دونوں صغر سنی میں فوت ہو گئیں۔ شوہر کا انتقال رمضان ۱۳۵۴ھ میں ہو گیا۔ اس کے بعد سے مستقلاً میرے ساتھ رہتی ہیں۔

**۲۔ سکینہ بنت مختار مہدی:** ولادت ۱۹ محرم ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۱۲ء یوم یکشنبہ کو بمقام موتنگ پور ہوئی۔ اردو و مذہبی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ ۷ شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۳۳ء یوم جمعہ کو ٹھاکر غلام حیدر تعلقدار بہوہ کے ساتھ شادی ہوئی ۲۲ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء یوم شنبہ کو ایک لڑکا صغیر حیدر وجود میں آیا۔ بعارضہ دق ۲۰ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ یوم چہارشنبہ کو بہوہ میں

انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئیں۔

**۳۔ کرار مہدی ابن مختار مہدی:** ۷ رجادی الثانی ۱۳۳۲ھ مطابق ۳ رمئی ۱۹۱۴ء یوم یکشنبہ بمقام موتک پور ولادت ہوئی۔ پانچویں سال رسم بسم اللہ ادا کیگئی۔ چونکہ میرا قیام زیادہ تر جکھولی تعلقہ نرولی میں رہتا تھا۔ اس لئے مدرسہ پورۂ شاہ لال میں تعلیم ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول میں نام لکھوا دیا گیا۔ ۱۹۳۲ء میں ہائی اسکول پاس کیا۔ اس کے بعد شیعہ کالج لکھنؤ میں انٹرمیجیٹ میں داخل ہوئے۔ دو سال تعلیم حاصل کی اس کے بعد ۱۹۳۵ء میں تعلیم ترک کر کے مکان چلے آئے ۱۹۳۶ء میں شارٹ ہینڈ اور ٹائپ کا کام سیکھا تاکہ ملازمت میں کام آئے۔ اس کے فوراً بعد خیالات کچھ تبدیل ہوئے اور اس خیال کو ترک کر دیا اور کانگریس میں شامل ہو گئے ۱۹۴۲ء میں جب "کوئٹ انڈیا" تحریک شروع ہوئی اس وقت جیل جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور ہر لمحہ اس کے منتظر رہے مگر اسی درمیان آپ کی چھوٹی بہن امت الزہرا عارضۂ دق میں علیل ہو گئیں۔ آپ کی توجہ ان کی تیمارداری کی طرف ہو گئی۔ حکم الٰہی صادر ہو چکا تھا۔ قضائے کار خود بخار میں مبتلا ہوئے اور ۲۸ سال کی عمر ۳ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۶ جولائی ۱۹۴۳ء یوم سہ شنبہ کو داغ مفارقت دیکر راہی ملک بقا ہوئے۔ کلیجہ منھ کو آتا تھا یقین نہ ہوتا تھا کہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے ہیں ایک طرح کا دھوکا معلوم ہوا کاش یہ دھوکا ہی ہوتا۔ ماں کا جدائی سے سینہ شق ہو رہا تھا غم نصیب زوجہ اشکوں کے سیلاب میں بہہ رہی تھی۔ یتیم بچے ماں کے دامن سے لپٹے ہوئے ڈھاریں مار رہے تھے۔ بھائی بہن کی عجب حالت تھی۔ اعزا سکوت کے عالم میں کھڑے ہوئے مرحوم کے چہرے کو دیکھ کر آنسو بہا رہے تھے۔ بجلی کی طرح یہ خبر آناً فاناً قرب و جوار میں دوڑ گئی۔ جو جہاں تھا وہیں سے موتک پور کا رخ کیا۔ یہ سب کیوں ہوا صرف اس لئے کہ مرحوم نے اپنی نیک طینتی اور حمیدہ صفاتی کی بناء پر غیر معمولی ہردلعزیزی حاصل کر لی تھی جس کا مشاہدہ اس وقت ہوا جب آپ کا جنازہ گھر سے نکلا ہزاروں

آدمی اس میں شرکت کے لئے آئے تھے اور ہر شخص کے چہرے سے اثراتِ غم ظاہر تھے اور یہی سب سے بڑا ثبوت مرحوم کی مقبولیت اور شہرت کا تھا۔ آپ کی شادی نسیم فاطمہ دختر ناظم علی پولیس انسپکٹر قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ جو گردوری خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۸ شعبان ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۳۴ء یوم جمعہ کو بمقام امیٹھی ہوئی۔ دو لڑکے اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

**(الف) نگہت فاطمہ بنتِ کرار مہدی:** ولادت ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۳۶ء یوم شنبہ کو بمقام لکھنؤ ہوئی۔ اردو تعلیم عبدالعلی ساکن دیوا نے دی۔ کچھ انگریزی گھر پر پڑھی۔ ۱۹۶۰ء میں اپنے ماموں کے پاس کراچی ملنے کی غرض سے گئیں۔ وہاں ہائی اسکول کا امتحان دیا۔ فرسٹ ڈویزن پاس ہوئیں۔ اور علم حساب میں ممتاز ہوئیں

**(ب) کشور فاطمہ بنتِ کرار مہدی:** ولادت ۸ محرم ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۳۹ء یوم سہ شنبہ کو بمقام موتکپور ہوئی۔ تعلیم عبدالعلی ساکن دیوا نے دی۔

**(ج) افتخار مہدی ابنِ کرار مہدی:** ولادت ۱۰ رمضان ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۱ء یوم شنبہ بمقام موتکپور ہوئی۔ ایک مقامی اسکول میں تعلیم انگریزی شروع کی اور ہائی اسکول ۱۹۵۸ء میں پرائیوٹ پاس کیا انٹرمیجیٹ ردولی سے ۶۰ء میں اور بی۔ اے شیعہ کالج لکھنؤ سے ۶۳ء میں پاس کیا۔ اس وقت قانون کے پہلے سال میں لکھنؤ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں۔

**(د) کرار اصغر ابنِ کرار مہدی:** باپ کی وفات کے پانچ ماہ کے بعد ۱۸ محرم ۶۳ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۴۴ء یوم شنبہ کو بمقام موتکپور پیدا ہوئے۔ مقامی اسکول میں آٹھویں تک تعلیم حاصل کی اس کے بعد شیعہ کالج لکھنؤ سے ہائی اسکول پاس کیا۔ اس وقت اسی کالج میں انٹرمیجیٹ کے دوسرے سال میں ہیں۔

**۴۔ امت الزہرا بنت مختار مہدی:** ۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۱۶ء

یوم یکشنبہ بمقام موتک پور پیدا ہوئیں۔ ۱۸/ اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۱۶/ شعبان ۱۳۶۲ھ
یوم چہارشنبہ کو انتقال کیا۔ کربلا موتک پور میں دفن ہوئیں۔

**۵۔ ابرار مہدی ابنِ مختار مہدی :** ولادت ۲۷/ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۵/ اپریل ۱۹۱۷ء یوم جمعہ کو بمقام موتک پور ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اردو مدرسہ موتکپور میں حاصل کی۔ اس کے بعد قصبہ ردولی کے انگریزی اسکول میں نام لکھوایا۔ آٹھواں درجہ پاس کر کے لکھنؤ گئے اور گورنمنٹ ٹیکنکل انسٹیٹیوٹ میں داخل ہو گئے۔ تین سال لایٹ مشنری کی تعلیم حاصل کر کے ڈپلومالیا۔ گھر آ کر اپنے کام میں مصروف ہوئے۔ کچھ روز گھر پر کام کرنے کے بعد سیتاپور میں "پلائی ووڈ" فیکٹری میں بحیثیت سپروائزر ملازم ہو گئے چونکہ آدمی ذہین ہیں اور مشنری کے کام میں دماغ اچھا پایا ہے ایک ہی سال کام کیا تھا کہ بحیثیت اسٹنٹ انجنیر ترقی پا گئے۔ مگر آب وہوا سیتاپور کی موافق نہ آنے کی وجہ سے ملازمت سے استعفیٰ دیدیا اور گھر چلے آئے اور اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ موصوف کی شادی سید نجیب حیدر ساکن بہوہ کی دختر مسماۃ کنیز عاتکہ کے ساتھ ۵/ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۲/ مئی ۱۹۴۲ء یوم جمعہ کو ہوئی جن سے بفضلہ تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں جنکی تاریخ پیدائش اور مقام ولادت درج ذیل ہے۔

الف۔ اقتدار مہدی۔ ولادت ۷/ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۷/ مارچ ۱۹۴۳ء یوم دوشنبہ مقام موتکپور

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ب۔ النور فاطمہ۔ | ۱۱/ شوال ۱۳۶۳ھ | ۳۰/ ستمبر ۱۹۴۴ء | سہ شنبہ | " |
| ج۔ حسین مختار۔ | ۶/ محرم ۱۳۶۹ھ | ۲۸/ اکتوبر ۱۹۴۹ء | شنبہ | " |
| د۔ ریاض فاطمہ۔ | ۴/ شعبان ۱۳۷۳ھ | ۱۹/ اپریل ۱۹۵۳ء | یکشنبہ | " |
| ہ۔ فرخ فاطمہ۔ | ۳۰/ " ۱۳۷۴ھ | ۲۴/ " ۱۹۵۵ء | سہ شنبہ | " |
| و۔ آصف مہدی۔ | ۶/ رمضان ۱۳۷۵ھ | ۱۷/ مارچ ۱۹۵۶ء | " | " |

**۶۔ اُمِ لیلیٰ بنتِ مختار مہدی :** ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۴/ اگست ۱۹۲۱ء یوم چہارشنبہ

بمقام موتنگ پور پیدا ہوئیں۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۴۰ء یوم پنجشنبہ کو ٹھاکر غلام حیدر ساکن بھوا کو منسوب ہوئیں۔ تین لڑکیاں اور ایک لڑکا وجود میں آیا۔ ۳ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ مطابق ۶ اپریل ۱۹۴۶ء یوم شنبہ کو بسلسلہ ولادت فرزند بھوہ میں انتقال کیا تفصیل اطفال ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| الف۔ جمال فاطمہ۔ | ولادت | ۷ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ | مطابق | ۵ اپریل ۱۹۴۱ء | یوم شنبہ | مقام | بھوہ |
| ب۔ شبیہہ فاطمہ۔ | " | ۹ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ | " | ۱۸ دسمبر ۱۹۴۲ء | " جمعہ | " | " |
| ج۔ ریحانہ۔ | " | ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ | " | ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۴ء | " یکشنبہ | " | " |
| د۔ توقیر حیدر۔ | " | ۳ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ | " | ۶ اپریل ۱۹۴۶ء | " شنبہ | " | " |

# احوال عہدِ زندگی

**جنگ آزادی:** ۱۸۵۷ء میں آزادی کی پہلی جنگ لڑی گئی اور اس وقت عوام نے صدولہ غیر ملکی اقتدار کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی مگر نظم وضبط کی کمی۔ قیادت سے محرومی اور اکثر غداران وطن کی بے وفائیوں نے ہمارے پرچم آزادی کو سرنگوں کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نوّے سال مزید ملک کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا رہنا پڑا۔ افسوس صد افسوس مصنفین ومولفین نے حکمرانوں کے اثر میں آکر محبان وطن کو غدار کا خطاب دیا اور یہی القاب عرصے تک زبان زد خاص وعام رہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی تو کامیاب نہ ہوئی مگر انگریزوں نے اپنی جگہ پر یہ اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا کہ ایک نہ ایک دن یہ شعلہ پھر بھڑکے گا۔ لہذا اسی وقت سے یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ ان کو ایسی راہ پر لگا دیا جائے کہ یہ غلامی کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو جائیں۔ لہذا انگریزوں نے ہمارے ذہنوں کو تبدیل کرنے کی پوری کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوئے۔ مغربی تعلیم، مغربی تہذیب

ہم رفتہ رفتہ دلدادہ ہو گئے ۔ اور اپنی چیزوں سے بالکل نفرت ہو گئی ۔ ہندوستان انگلستان کا ایک حصہ معلوم ہونے لگا ۔ اور انگریز یہی چاہتا ہی تھا ۔ کچھ عرصے کے بعد لارڈ ڈفرن وائسرائے نے مسٹر ہیوم ریٹائرڈ آئی ۔ سی ۔ ایس کے ذریعہ سے ۱۸۸۵ء میں کانگریس کی بنیاد ڈالی ۔ جس کے پہلے صدر بنرجی ہوئے ۔ اس انجمن کے قائم کرنے کا مطلب دراصل یہ تھا کہ اپنے آدمی اس کے ممبر ہوں اور ان کے ذریعہ سے دکھانے کے لیے معمولی معمولی مطالبات حکومت سے کئے جایا کریں تاکہ عوام میں بے اطمینانی پیدا نہ ہو سکے ۔ اس وقت کانگریس کے جلسوں میں سرکاری ملازم بھی شریک ہوتے تھے اور دو انگریز بھی اس کے صدر ہوئے ۔ ۱۸۹۰ء میں کانگریس نے رخ بدلا ۔ اس وقت حکومت نے اپنے ملازمین کو شرکت سے روکا ۔ ہر سال جلسے ہوتے رہے ۔ ۱۹۰۸ء کے اجلاس مدراس میں خود مختار نو آبادی کا مطالبہ کانگریس پلیٹ فارم سے کیا گیا ۔ پہلی جنگ عظیم ہوئی اس میں ہندوستان نے حکومت کا ساتھ دیا ۔ اور خیال تھا کہ بعد خاتمہ جنگ اس کا اچھا صلہ ملے گا ۔ مگر یہ خیال پورا نہ ہو سکا ۔ اب کانگریس نے خود مختاری کا مطالبہ پیش کیا ۔ ایسے سخت وقت میں ملک کو ایک ایسے رہنما کی ضرورت پیش ہوئی جو ہماری قیادت کر سکے ۔ گاندھی جی نے ہندوستان کی سیاست میں قدم رکھا اور برٹش حکومت کے ساتھ عدم تعاون کی تحریک شروع کی ۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ عدالتوں ، کالجوں ، ولایتی کپڑوں اور کونسلوں کا فوراً بائیکاٹ کیا جائے اور اسی کے ساتھ یہ تحریک بھی شروع کی کہ کھدر کا استعمال ہو ۔ قومی اسکول قائم ہوں چھوت چھات ختم ہو ۔ شراب پینا ترک کی جائے ۔ ان تمام باتوں کی طرف ملک کی فوراً توجہ ہو گئی ۔ عوام میں ذاتی وقار کا جذبہ بیدار ہو گیا ۔ اس تحریک کا یہ اثر ہوا کہ جب پرنس آف ویلز ہندوستان آئے تو ان کی آمد کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا ۔ آدمی قید ہوئے ۔ ملک بھر میں کمٹیاں قائم ہو گئیں ۔ اور ایک طرح کی بیداری بہ سمت پیدا ہو گئی ۔ اس کے بعد مختلف وقتوں میں سول نافرمانیاں ہوتی رہیں ۔ لاکھوں انسان جیل گئے ۔ ۱۹۳۵ء میں

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ پاس ہوا۔ اور اسی کے بموجب ۱۹۳۶ء میں الکشن ہوئے۔ کانگریس کی اکثریت آٹھ صوبوں میں ہوئی۔ وہاں وزارت قائم ہوئی۔ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی۔ جنگی امور میں عدم تعاون کی بناء پر وزارتوں نے استعفیٰ دیدیا۔ اور پھر تحریک سول نافرمانی شروع ہوئی۔ لاکھوں آدمی جیل میں بھر دیئے گئے۔ جب ہندوستان پر جاپان کے حملے کا خطرہ درپیش تھا اسوقت لندن سے سر اسٹیفرڈ کرپس تعاون حاصل کرنے کے لئے ہندوستان آئے۔ قیدی چھوڑے گئے۔ بات چیت شروع ہوئی مگر کرپس مشن ناکامیاب واپس گیا۔ ۸ اگست ۱۹۴۲ء کو ہندوستان چھوڑو کا نعرہ بلند ہوا اور اس نعرے نے برطانیہ کی چولیں ہلادیں۔ کل ملک میں بغاوت کی آگ شعلہ زن ہوئی۔ جبر و تشدد سے حکومت نے اس کو روکا۔ قید خانے پر ہوئے ۱۹۴۵ء میں جنگِ عظیم ختم ہوئی، ۱۹۴۶ء کے شروع میں کیبنیٹ مشن ہندوستان آیا۔ جس نے گفت و شنید کے بعد ایک دستور ساز اسمبلی اور ایک ایسی عبوری حکومت مرکز پر بنادی جس پر عوام کو اعتماد تھا۔ انگلستان میں الکشن ہوا۔ جس میں کنزرویٹیو پارٹی کو شکست ہوئی۔ لیبر پارٹی کی حکومت بنی۔ اس پارٹی نے پہلے ہی وعدہ کیا تھا کہ اگر ہماری حکومت قائم ہوگی تو ہندوستان آزاد کر دیا جائے گا لہذا بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ جولائی ۱۹۴۶ء میں پارلیمنٹ نے ہندوستان کی آزادی کا بل پاس کر دیا۔ ہندوستان تقسیم ہوا۔ پاکستان کی نئی سلطنت ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قائم ہوئی۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کا دن بھی کس قدر مبارک دن تھا جس دن انگریزوں کا دور حکومت کانگریس کی سعی سے ختم ہوا۔ ہندوستان کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ ہندوستان میں آزاد خود مختار ریاست قائم ہوئی۔ مکمل آزادی حاصل کرانے میں بہت بڑا حصہ موجودہ لیڈروں کے علاوہ ہمارے گذرے ہوئے رہنماؤں کا بھی تھا۔ جنکو ہم کبھی بھول نہیں سکتے ہیں۔ جس دن جشنِ آزادی منایا گیا اس دن یہ گذرے ہوئے لیڈر خاص طور سے یاد آئے۔ ہندوستان کی عزت و وقار بڑھانے میں عدم تشدد اور سچائی کا پرچار کرنے والے گاندھی جی ہی سب سے بلند و بالا اس وقت نظر آئے۔ تمام ملک نے گاندھی جی کی خدمت میں نذر عقیدت پیش کی اور طول عمری کے لئے دعا کی

کیونکہ آزادی حاصل کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر تھا۔ ہماری خوش قسمتی سے اس وقت گاندھی جی ہم میں موجود تھے اور موصوف نے اپنی آنکھ سے ہندوستان کو آزاد دیکھ لیا

اگست ۱۹۴۷ء سے قبل ہی ملک کے بعض حصوں میں فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے تھے۔ آزادی کے بعد اس میں کچھ اضافہ ہو گیا۔ گاندھی جی نے فساد زدہ علاقوں کا دورہ کیا۔ آپ کی کوششوں سے امن ہوا۔ آپ دہلی تشریف لائے ۱۲ر جنوری ۱۹۴۸ء کو ہندو مسلم تعلقات خوشگوار بنانے کے لئے آپ نے بھوک ہڑتال شروع کی۔ یہ ہڑتال بڑے بڑے لیڈروں کے اطمینان دلانے پر ۱۸ر جنوری ۱۹۴۸ء کو ختم ہو گئی۔ مگر آپ کا یہ ایثار رنگ نظر لوگوں کو پسند نہ آیا۔ یہ اس سے ظاہر ہوا کہ آپ پر ۲۰ر جنوری ۱۹۴۸ء کو بم مارا گیا جس میں آپ بال بال بچ گئے۔

چھ ماہ بھی نہ ہوئے تھے جب کل ملک نے بروز جشنِ آزادی آپ کی سلامتی اور طول عمری کے لئے دعا مانگی تھی کہ گاندھی جی سلامت رہیں اور ملک کے تعمیری کام جو ہمارے سامنے ہیں اس میں ہماری رہنمائی اور قیادت کر کے ہمیں صحیح راستے پر چلنے کی ہدایت کریں۔ افسوس صد افسوس اسی ہستی کو ایک بدترین فرقہ وارانہ ذہنیت رکھنے والے انسان نما حیوان نے ۳۰ر جنوری ۱۹۴۸ء کو پستول کی گولیوں کا نشانہ بنایا اور ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

## پہلی عالمگیر جنگ (۱۹۱۴ - ۱۸ء)

بیسویں صدی کے شروع میں یورپ کی ہر سلطنت اپنی ملکیت بڑھانے کی دھن میں لگی ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے ہر ملک اپنی فوجی طاقت میں کافی اضافہ کر رہا تھا۔ یورپ کے زیادہ تر ملکوں نے اپنے یہاں نہ صرف ضروری فوجی تعلیم کا انتظام کیا بلکہ ہر شخص کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ فوج میں بھرتی ہو کر کچھ

عرصہ تک ملک کی خدمت کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ملک کے کافی لوگوں نے فوجی ٹریننگ حاصل کرلی۔ بڑے بڑے جنگی جہاز بنائے اور لڑائی کے لیئے اپنے کو بالکل تیار کرلیا۔ جرمنی اس دوڑ میں سب سے آگے تھا۔ لڑائی کی تیاریاں تو یورپ میں کافی عرصے سے ہو رہی تھیں۔ مگر ظاہری سبب یہ ہوا کہ آسٹریا کا ولی عہد ۲۸ جون ۱۹۱۴ء کو بوسینیا کے دارالسلطنت میں قتل کر دیا گیا جہاں وہ ایک سرکاری دورہ کے سلسلہ میں گیا ہوا تھا۔ آسٹریا نے کل الزام سرویا کے سر عائد کیا اور اپنے مطالبات توپوں کے دہانوں پر رکھکر سرویا کے سامنے رکھے۔ جنھیں اس نے اپنی بے عزتی خیال کی اور اپنے کو بے قصور ظاہر کرنے کیلیئے بین الاقوامی عدالت کے سامنے معاملہ کو پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ آسٹریا نے اس کو منظور نہ کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ آسٹریا نے سرویا پر حملہ کر دیا۔ روس نے سرویا کا ساتھ دیا اور جرمنی نے آسٹریا کی مدد کی اور دونوں لڑائی کے اکھاڑے میں کود پڑے۔ فرانس اور روس کے درمیان یہ معاہدہ تھا کہ اگر دونوں ملکوں میں سے کوئی لڑائی میں شریک ہوگا تو دوسرا اس کی مدد کرے گا۔ روس کے خلاف اعلانِ جنگ کے ساتھ ہی جرمنیوں نے فرانس سے نپٹنا چاہا اور اپنی فوجیں زبردستی بلجیم میں داخل کر دیں۔ بلجیم سے برطانیہ و فرانس دونوں کا معاہدہ تھا۔ لہٰذا برطانیہ نے جرمنی کو الٹی میٹم دیا کہ اپنی فوجیں فوراً بلجیم سے واپس کرو ورنہ میں جنگ میں شامل ہو جاؤں گا۔ جرمن نے اس الٹی میٹم کا کوئی خیال نہ کیا۔ بحالت مجبوری برطانیہ کو جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کرنا پڑا۔ جنگ نے زور پکڑا۔ ٹرکی اور بلغاریہ جرمنی کے ساتھی ہوئے دوسری طرف بھی اضافہ ہوتا رہا۔ یونان و اٹلی تو شروع ہی سے ساتھ تھے۔ امریکہ سب سے آخر میں شامل ہوا۔ امریکہ کے آتے ہی لڑائی کا رنگ بدلا۔ نومبر ۱۹۱۸ء کے پہلے ہفتہ میں جرمنی نے ہتھیار ڈالدیئے۔ اور ۱۱ر نومبر ۱۹۱۸ء کو صلح ہوگئی۔ جرمنی کو اس لڑائی سے کافی نقصان ہوا کل نوآبادیات ہاتھ سے نکل گئے۔ لاکھوں آدمی لڑائی میں کام آئے۔ ورسائی صلح کانفرنس میں شرائط طے ہوئے۔ جس نے جرمنی کو فوجی طاقت گھٹانے اور ایک حد کے اندر رہنے

کی بہت سی تجاویز منظور کیں۔ اور نو آبادیات کو اتحادیوں نے آپس میں بانٹ لیا۔

## دوسری عالمگیر جنگ (۴۵-۱۹۳۹ء)

دوسری عالمگیر جنگ دو گروہوں کے درمیان میں ہوئی۔ ایک طرف اتحادیوں کا گروہ تھا۔ جس میں برطانیہ، فرانس اور امریکہ وغیرہ شامل تھے دوسری جانب محوریوں کی جماعت تھی۔ جس میں جرمنی، اٹلی، جاپان وغیرہ شامل تھے۔ روس پہلے محوریوں کے ساتھ تھا بعد کو اتحادیوں میں شامل ہو گیا۔ یہ جنگ جرمنوں نے شروع کی۔ پہلی جنگِ عظیم کا بدلہ لینے کا مصمم ارادہ ہٹلر نے کر لیا تھا اور اس کی خواہش یہ تھی کہ سابقہ شکست کی شرمندگی اور اس کا بدنما داغ قوم کے دامن سے دور کیا جائے۔ اُس نے برسرِاقتدار ہوتے ہی ملک کی طاقت بڑھانی شروع کی اور اپنے ملک کو فوجی لحاظ سے کافی طاقتور بنا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کے تمام ممالک اس سے خوف کھانے لگے۔ ۱۹۳۸ء میں اُس نے پہلے آسٹریا پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد سوڈیٹن اور زیکوسلواکیا کو بھی اس نے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ یورپ کی کسی سلطنت کو ہٹلر کے خلاف آواز بلند کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ۱۹۳۹ء میں اس نے ڈانزک پر پہنچنے کے لئے پولینڈ جانے والے کاریڈار کا مطالبہ کیا۔ پولینڈ نے اُس کے اس دعویٰ کو مسترد کر دیا۔ کیونکہ اسے خود اپنی طاقت پر بھروسہ تھا۔ اس کے علاوہ فرانس و برطانیہ اس کے ساتھ تھے۔ امریکہ کے صدر روزویلٹ اور روم کے پوپ نے ہٹلر سے اپیل کی کہ آپس میں سمجھوتہ ہو جانا چاہیئے مگر ہٹلر نے ان کی بات کو رد کر دیا۔ اور یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو پولینڈ پر حملہ کر دیا۔ ۲ ستمبر ۱۹۳۹ء کو برطانیہ اور فرانس نے بھی جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ جرمنی نے روس کو اپنی طرف ملا لیا۔ اور دونوں نے مل کر فنلینڈ پر فتح حاصل کی اور آپس میں تقسیم کر لیا۔ اس کے بعد ناروے، ڈنمارک وغیرہ پر رفتہ رفتہ قبضہ کر لیا۔ اور فرانس پر حملہ کر دیا۔ جون ۱۹۴۰ء میں

جرمنی فوجیں فرانس میں داخل ہو گئیں۔ اس وقت برطانیہ کی فوجی حالت بہت خراب تھی۔ یورپ کے پچھمی ساحلوں پر ہٹلر کا قبضہ ہو گیا اور جرمنی توپیں آسانی سے برطانیہ پر گولہ باری کر سکتی تھیں۔ اگست ۱۹۴۰ء میں جرمن ہوائی دستہ نے برطانیہ پر بہت زوروں سے حملہ کیا۔ اور اس کا کافی نقصان ہوا مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور آخر وقت تک جرمنی برطانیہ کو ہرا نہ سکا۔ جب برطانیہ پر بمباری شروع ہوئی اسوقت امریکہ اتحادیوں کے ساتھ شامل ہوا۔ جون ۱۹۴۱ء میں ہٹلر نے روس پر بھی حملہ کیا اور اسی حالت میں روس بھی اتحادیوں کے ساتھ میدان جنگ میں آگیا۔ یورپ کی فتوحات کے بعد جرمنی کا رُخ افریقہ کی طرف ہوا۔ اور اتری افریقہ پر قبضہ کرنے کے بعد جرمن کا جنرل رومل مصر کی سرحد پار کر کے پوربی ممالک کی طرف بڑھنے کا خواہشمند ہوا۔ دسمبر ۱۹۴۱ء میں جاپان بھی محوری ملکوں میں شامل ہوا اور پہلے اس نے پرل ہاربر پر امریکی جہازوں کو نقصان پہونچایا اس کے بعد تیزی کے ساتھ بڑھا اور تھائی لینڈ، ملایا، ہانگ کانگ اور فلپائن وغیرہ پر قبضہ کیا۔ جنوری ۱۹۴۲ء میں سنگاپور کو لیا۔ جاوا کو فتح کرتا ہوا برما پر حملہ آور ہوا اور جاپانی فوجیں ہندوستان کی پوربی سرحد تک پہونچ گئیں۔ اس وقت ہندوستان انگریزوں کے قبضہ میں تھا مگر کانگریس پارٹی ان کا تعاون نہیں کر رہی تھی اور ملک کے اندر کافی شورش تھی۔ اسی درمیان میں سوباش چندر بوس یکایک ملک سے غائب ہو گئے اور افغانستان و روس کے راستہ سے جرمنی پہونچے وہاں سے جاپان آکر آزاد ہند نامی فوج بنائی اور جاپانیوں کے ساتھ برما میں داخل ہوئے۔

اس جنگ عظیم کا بھی وہی نتیجہ ہوا جو پہلی کا ہوا تھا۔ جرمنی اور اُس کے ساتھی ملکوں کی شکست ہوئی۔ روس امریکہ دو بڑے طاقتور ملک بن گئے۔ جاپان پر ایٹم بم مارا گیا جس کی وجہ سے وہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا اور اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

## خاتمہ زمینداری

۸ راگست ۱۹۴۶ء کو حکومت کی جانب سے ایک رزولیوشن صوبہ کی اسمبلی میں پیش ہوا کہ زمینداریوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ جو منظور ہو گیا اور ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کو ہدایت کی گئی کہ وہ تمام ضروری معلومات فراہم کر کے حکومت کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرے۔ کمیٹی نے اپنا کام شروع کیا اور اوائل ۱۹۴۹ء میں اپنی رپورٹ گورنمنٹ کے سامنے پیش کر دی جولائی ۱۹۴۹ء میں خاتمہ زمینداری ایکٹ کے نام سے یہ بل اسمبلی میں پیش ہوا اُس وقت جو زمیندار ممبر اسمبلی میں تھے انھوں نے اس کی کافی مخالفت کی مگر چونکہ اکثریت ممبروں کی اس کے موافق تھی لہٰذا قانون پاس ہو گیا۔ اس قانون کی رُو سے زمینداری کا خاتمہ ہو گیا زمینداروں کو صرف سیر و خود کاشت جو ان کے قبضہ میں تھی، باغات، درختان آبادی اور میلہ و بازار میں جو ان کے باغات یا آراضی سیر سے ملحق ہوں ان کو دیئے گئے اور یہ طے کیا گیا کہ ہر وقت نفاذ قانون جس قدر لگانسی خام ہر زمیندار کی ہو اس میں سے مالگذاری، زرعی ٹیکس اور خرچہ تحصیل وصول بحساب ۱۵ فیصدی منہا کرنے کے بعد جو بچت ہو اس کا آٹھ گنا ان کو بطور معاوضہ کے دیا جائے نیز جو زمیندار دس ہزار سے کم کے مالگذار ہوں اُن کو عطیہ بحالی مختلف شرحوں سے دیئے جانے کا فیصلہ ہوا۔ اسمبلی میں یہ قانون پاس ہو کر کونسل گیا وہاں بھی پاس ہو کر صدر جمہوریہ ہند کے پاس بغرض منظوری گیا وہاں ۲۴ر جون ۱۹۵۱ء کو منظوری کے دستخط ہو گئے۔ قبل نفاذ قانون بعض زمینداروں کی طرف سے ہائیکورٹ میں مقدمہ دائر ہوا۔ جس کا فیصلہ زمینداروں کے خلاف ہوا اور یکم جولائی ۱۹۵۲ء کو تمام زمینداریوں پر گورنمنٹ نے قبضہ کر لیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد کچھ رقم بطور درمیانی معاوضہ زمینداروں کو دی گئی اور درمیانی معاوضہ اس وقت تک ملتا رہا جب تک ہر زمیندار کے معاوضہ کا تعین آخری طور پر نہیں ہو گیا۔ خاتمہ زمینداری کے معاوضہ کا تعین ہو جانے کے بعد درمیانی معاوضہ جو دیا گیا تھا مجرا کر کے بقیہ رقم معاوضہ کے چالیس سالہ بانڈ دیئے گئے جس پر ڈھائی فیصدی سود بھی دلایا گیا۔ اس کے علاوہ چھوٹے زمینداروں کو عطیہ بحالی کے

پائنڈ بھی ملے۔

## ہندوستان پر چین کا حملہ

۲۰؍ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو چین نے ہندوستان کی سرزمین پر دو جگہ حملہ کر دیا پانچ سال قبل ہی سے نیفا اور لداخ کے علاقوں پر جارحانہ اقدام کر رہا تھا۔ جس کے لئے حکومت ہند برابر احتجاج کرتی رہی مگر اس کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔ چین نے کوئی اثر نہیں لیا اور رفع الوقتی کرتا رہا۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ چین نے حملہ کر دیا۔ ہندوستان اس کے مقابلہ کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ امن کا علمبردار رہا۔ اور ہمیشہ یہ نظریہ رہا کہ نہ ہم اپنے ملک کی ایک انچ زمین کسی کو دینا چاہتے ہیں اور نہ کسی کی ایک انچ زمین لینا چاہتے ہیں۔ چینی اپنے حملہ کے نتیجہ میں ابتداءً آگے بڑھ آئے یہ رنگ دیکھ کر ملک کے ہردلعزیز رہنما شہنشاہِ حریت وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے قوم سے اپیل کی اور اپنے دوست ممالک سے امداد کی خواہش کی۔ اس اپیل کا اثر یہ ہوا کہ ایک برقی لہر تمام ملک میں دوڑ گئی اور جنتا جاگ اٹھی۔ تمام سیاسی پارٹیوں کے اختلافات، لسانی جھگڑے، فرقہ پرستی کی وبا، جدید صوبوں کا مطالبہ، غرض تمام وہ نزاعی قضیے جو ملک کے اندر تھے آناً فاناً ختم ہو گئے۔ ہر شخص کے دل میں ملک کی حفاظت کا جذبہ موجزن ہو گیا۔ اور پوری قوم نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیا۔ ۴۴ کروڑ انسانوں کے دلوں میں ایک ہی طرح کا ولولہ پیدا ہوا۔ ہر عبادت گاہ میں دعا گیتی۔ ہر شخص کا دل اس جذبہ سے لبریز ہے کہ جب تک ہم چینیوں سے اپنی ایک ایک انچ زمین واپس نہ لیں گے اس وقت تک چین نہیں آئے گا۔ قوم کا ہر جوان فوج میں بھرتی ہونے کے لئے تیار نظر آنے لگا مزدور دن رات کارخانوں میں کام کرنے پر مستعد ہو گئے۔ کسان پیداوار بڑھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ لڑکیاں رائفل کی ٹریننگ لینے پر آمادہ ہو گئیں۔ اور رائفل لے کر

اس طرح چلتی ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے یہ چیز اُن کی جزو آرائش ہے۔ ضعیف مائیں اپنے چہیتے بیٹوں کو جنگ پر جانے کی تلقین کرنے لگیں۔ نحیف باپ اپنی جوانی کے کارناموں کا ذکر کر کے بیٹے کا حوصلہ بڑھانے لگا۔ سرمایہ داروں، مالکان مل نے جی کھول کر چندہ دینا شروع کیا مستورات نے زیب و زینت کا خیال دل سے کافور کر دیا اور طلائی زیورات ملک کی بقا کے لیئے پیش کر دیئے۔ شعراء نے حسن و عشق۔ گل و بلبل اور بہار و خزاں کے خیالات کو بھلا دیا اور چینی جارحیت کے خلاف ملک کو بیدار کرنے لگے۔ ادبار نے بھارت ماتا کے ان سپوتوں کی یاد دلائی جنھوں نے آزادی کے گراں بہا تحفہ کو اپنا خون دے کر حاصل کیا تھا۔ طلاب نے ایسے انوکھے طریقے روپیہ وصول کرنے کیلئے اختیار کیئے کہ سبھوں نے نہایت خندہ پیشانی سے چندہ دیا۔

جن ممالک سے امداد کی خواہش کیگئی تھی انھوں نے بہت فراخ حوصلگی کے ساتھ اس خواہش کو منظور کیا۔ اور پوری طرح امداد ملنے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چینیوں کی پیش قدمی بند ہوئی۔ اور مجبور ہو کر ۲۱ نومبر کی شب میں جنگ بندی کا اعلان خود چین کو کرنا پڑا۔ جب حکومت ہند کو چینیوں کی طرف سے جنگ بندی کی اطلاع ملی اس وقت حکومت ہند نے یہ جواب دیا کہ تا وقتیکہ چینی فوجیں ۸ ستمبر ۱۹۶۲ء کی لائن پر واپس نہ ہو جائیں گی کسی طرح کی کوئی گفتگو مصالحت کی نہ ہوگی۔ فی الحال جنگ بند ہے۔ چینیوں نے ہندوستان کو اس غیر متوقع حملہ کی کبھی امید نہیں تھی کیونکہ چینی گندم نما جو فروش چینی ہندی بھائی بھائی کا نعرہ لگا کر ہم سے بغلگیر ہوئے اور خوش اعتمادی پیدا کر کے ہمیں دھوکا دیا مگر چین کی یہ بربریت "عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد" کا مصداق بنگئی۔ جس کے لیئے ہم کو چین کا شکر گزار ہونا چاہیئے کیونکہ اس کے حملہ کے بعد جو اتحاد ملک میں پیدا ہو گیا اُس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ گزشتہ کے اوراق قاصر ہیں۔ ایسا اتحاد و اتفاق ایسے ملک میں جس میں بہت سی قومیں اور بہت سی زبانیں ہوں محال ہے یہ چینیوں کے حملہ ہی کا نتیجہ تھا کہ ملک کے ہر متنفس کے

دل میں مادرِ وطن کی حفاظت کا جذبہ کارفرما ہوگیا اور اس کی حفاظت کے لئے اپنے خون کے آخری قطرہ تک کی قربانی کا مصمم ارادہ کرلیا۔

## فصل چہارم

# سید اکبر علی ابن سید حیدر حسین

### ۱۲۶۴ف؁ میں سرکار انگریزی کی طرف سے تعلقہ موتکپور کا نمبر سید اکبر علی کے نام ہونا

جب سال ۱۲۶۳؁ فصلی ختم ہوا اور وقت بندوبست آیا۔ سید حاجی حسین و سید اکبر علی مسٹر بلاک کے پاس گئے۔ آخر بعد روبکاری تعلق جدی یعنی قادرپور، اکبرپور و بھوگلا جین پور و اشرف نگر مسلّم و موضع منہواں و لپورب بلاؤں بقدر حصہ جدی موضع محمدپور و چکتارہ بقدر حصہ رہنی کے سید حاجی حسین کے نام قبولیت ہوئی و قبولیت سہ ربع حصہ سید بشارت علی یعنی موضع منارہ، ولی نگر و سرون پور و بہادر نگر مسلّم موضع منہواں و لپورب بلاؤں بقدر حصہ جدی و موضع چکتارہ و میرابپور و محمدپور و سنگورہ و دلپوری بقدر حصہ رہنی سید اکبر علی کے نام۔ موضع دیدہ و لپورہ چندرمن کی قبولیت ہمت علی کے نام۔ جلالپور و قصبہ و دولونی کی میر سعادت علی کے نام اور عالم پور کی قبولیت سرفراز علی کے نام سے ہوئی۔ ایک ربع میر بشارت علی کے حصے رستم علی نے پایا۔ الحاصل مسٹر بلاک کے فیصلہ کی سید حاجی حسین نے اپیل دائر کی لیکن ابھی نوبت فیصلہ کی نہیں آئی تھی کہ ۱۸۵۷ء؁ میں غدر ہوگیا اور تمام ملک اودھ بلکہ تمام ہندوستان میں ایک آشوب عظیم برپا ہوگیا۔

### بعد تسلط غدر کل تعلقہ موتکپور کا نمبر سید اکبر علی کے نام ہونا اور ممدوح کی وفات

جب بعد غدر تسلط ہوا اور بندوبست کا زمانہ آیا بمشورہ خاندان چونکہ سید اکبر علی

کو معاملات زمینداری میں خاصہ ملکہ حاصل تھا۔ علاقہ موتک پور کا نمبر سید موصوف کے نام کرایا گیا۔ کیونکہ سید غلام جعفر و سید حیدر حسین بوجہ کبر سنی اُمور زمینداری کی دواد دوش سے بالکل مجبور تھے اور سید موصوف کا معاملات زمینداری میں دماغ نہایت مناسب واقع ہوا تھا مگر چند روز نہ گذرے تھے کہ عین عالمِ شباب میں ۲۵ رجب روز سہ شنبہ ۱۲۸۳ھ میں انتقال فرمایا چونکہ سید اکبر علی کے واقعات حالات غلام جعفر و حیدر حسین میں بیان ہو چکے ہیں اس لئے دوبارہ اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نسبت سید موصوف کی سماۃ علیما دختر سید علی احمد موتک پور کے ساتھ ہوئی جن کے بطن سے دو دختر اور دو پسر متولد ہوئے مسماۃ ماجد النساء و کنیز فاطمہ اور سید احمد حسین و محمد حسین جو بستم ماہِ صفر یوم پنجشنبہ ۱۲۸۰ھ کو توام پیدا ہوئے۔ اسی سال بسلسلہ چہلم شہدائے کربلا موتک پور میں پہلا تعزیہ رکھا گیا۔

# سید احمد حسین ابن اکبر علی

سید احمد حسین ۲۰ صفر ۱۲۸۰ھ کو توام پیدا ہوئے۔ تین سال کی عمر تھی کہ شفقت پدری سے محروم ہو گئے اور اپنے چچا سید اصغر علی کے سایہ عاطفت میں رہ کر پرورش پائی۔ سید موصوف نے طریقہ پرورش کرنے کا یہ قرار دیا کہ لڑکیاں مرحوم بھائی کی اپنی ماں کے پاس رہتی تھیں اور لڑکوں کو اپنے پاس سُلاتے تھے۔ گویا مادری خدمت بھی انجام دیتے تھے آپ کی نانی سماۃ جمول جو شوہری جائداد پر حسب رواج خاندان قابض تھیں انھوں نے اپنی جائداد کا ہبہ نامہ اپنے نواسوں کے نام کر دیا تھا باپ کے انتقال کے بعد پدری حصہ جائداد کا بھی پایا چونکہ سید اکبر علی علاقہ موتک پور کے نمبردار بھی قرار پائے۔ سید کلب حسین نے اس موقع پر عذر کیا کہ ان کو بھی نابالغ کی جائداد کی نگرانی میں شریک کیا جائے لہذا سید کلب حسین سربراہ کار قرار دیئے گئے

جب پانچ سال کی عمر کو پہونچے رسم بسم اللہ ادا کیگئی مگر پڑھنے کی طرف کوئی رغبت نہ تھی۔ چچا کی بے پناہ شفقت بھی ان کی تعلیم میں حارج رہتی تھی۔ سوائے معمولی نوشت و خواند کے زیادہ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ گو کہ موتک پور میں اُس وقت علم کا چرچا بہت تھا۔ مذہبی و دنیاوی تعلیم دونوں اعلیٰ پیمانہ پر دی جاتی تھیں۔ چونکہ ابتدائی انگریزی حکومت تھی جدید طریقۂ تعلیم کا رواج نہیں ہوا تھا۔ اس لئے تعلیم پر کچھ زیادہ توجہ نہیں کی جاتی تھی۔ اسی خیال کے تحت آپ کو بھی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا زمانۂ تعلیم گذرنے کے بعد موصوف پندرہ سال کی عمر کو پہونچے تو چچا کے دل میں شادی کا خیال چٹکیاں لینے لگا۔ اسی زمانہ میں ردولی سے چودہری رضا حسین تعلقدار ردولی کی طرف سے پیغام آگیا۔ جو فوراً منظور کر لیا گیا۔ اور شادی نہایت شان سے سرفراز بیگم دختر چودہری رضا حسین کے ساتھ ہوئی جو آج تک زباں زد خلائق ہے۔ جس کا ذکر سید اصغر علی کے سوانح حیات میں آچکا ہے۔ اس قدر ہاتھی بارات میں تھے کہ ایک ایک ہاتھی پر ایک ایک آدمی سوار تھا۔ عقد ہونے کے بعد چودہری صاحب موصوف کی خواہش پر سید احمد حسین کا قیام زیادہ تر ردولی میں رہنے لگا۔ بعد انتقال چودہری رضا حسین آپ مستقلاً موتک پور میں رہنے لگے۔ آپ کے لئے موتکپور میں سامان دلچسپی اپنے بھانجوں کی پرورش، چودہری صاحب موصوف کی نگرانی۔ اعزہ سے سلوک، غریبوں کے کام آنا نماز روزہ وغیرہ۔ زمانہ کورٹ آف وارڈس تک یہی مشغلہ رہا۔ اس قدر ہر دلعزیزی علاقہ اور جوار میں پیدا کر لی تھی کہ سید موصوف کا نام بہت احترام سے لیا جانے لگا اس قدر نیک مزاج واقع ہوئے تھے کہ کبھی اپنے یا غیر یا ملازم کسی کو سوائے کلمہ خیر کے یاد کرنے کے کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ ایسا بے نفس انسان۔ اخلاقی خوبیوں سے آراستہ خاندان میں ہوا کہ آج تک ان کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔

صاحب کے لقب سے ملقب تھے۔ ایک چاہ پختہ قبرستان موتکپور کربلا میں بنوایا

جس کا قطعہ تاریخ حسب ذیل ہے۔ جو حکیم سید ہدایت حسین مرحوم کا نتیجۂ فکر ہے۔

پانی کی چاہ میں جو بنا چاہِ کربلا — یاد آئی پیاس بادشہِ مشرقین کی۔
بھر آیا دِل جو غم سے یہ تاریخ کی رقم — پیاسو پیو سبیل ہے نذرِ حسین کی

جب ۱۹۰۶ء میں علاقہ ردولی کورٹ آف وارڈس سے واگزار ہوا تو آپ نے یہ طریقہ رکھا کہ چند ماہ موتکپور میں قیام رکھتے تھے اور چند ماہ ردولی میں۔ آخر عمر میں تو ردولی ہی میں زیادہ رہنے لگے تھے۔ مارچ ۱۹۲۴ء میں زیارات عتبات عالیات بھی بجا لائے۔ طب سے کافی دلچسپی تھی چند مخصوص دوائیں تھیں جن کو آپ تقسیم کرتے تھے اور ان سے لوگوں کو شفا ہوتی تھی جس کی وجہ سے آپ کی کافی شہرت تھی۔ جس زمانہ میں آپ کا قیام موتکپور میں رہتا تھا موتکپور علم و عمل میں انتہائی ترقی کر چکا تھا۔ سوائے ان مشاغل کے اور کوئی مشغلہ نہ تھا۔ ایک روز اس بات کا احساس کر کے کہ ماہِ مبارک رمضان میں اگر کوئی روزہ دار مسافر ہو یا مہمان افطار صوم کے وقت اچانک آ گیا تو اس کے لئے خاص طور سے انتظام کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے ایک کمیٹی کا انعقاد ہوا جس کے آپ و محمد حسین خاص محرک تھے اور سید حسین و منشی منصب علی میرانپوری و منشی انور علی ساکن سسوائی جو بحیثیت مختار عام ریاست موتکپور میں کام کرتے تھے و منشی رام پرشاد ساکن لنسی پور جو دیوانِ ریاست تھے ان سب نے صورت حال پر غور کر کے تجویز کیا کہ افطار صوم کے وقت ایک مختصر مجلس مصائب مظلوم کربلا کے بیان کی کر دیا کرے جس میں تبرک کی جگہ سامانِ افطاری تقسیم ہو۔ سامان میں شربت، دال نخود کچی خام گھی میں بھنی ہوئی۔ پھلکی بیسن کی معمولاً ہوا کرے۔ چونکہ اس وقت گھی بھی سستا تھا روپیہ کا ڈیڑھ سیر پونے دو سیر تک ملتا تھا۔ شکر اسقدر ارزاں تھی کہ روپیہ[1] کی چھ سیر تک ملتی تھی

---

[1] اس وقت سکہ چاندی کا تھا۔

اسی لئے کسی کو گراں بھی نہیں گذرتا تھا اور ایک صورت ایسی قائم ہو گئی تھی جس سے سب روزہ دار یک جگہ بیٹھ کر روزہ افطار کرتے تھے اور نماز بھی با جماعت ادا کرتے تھے اور جس منشا سے ان مجالس کی بنیاد ڈالی گئی تھی وہ غایت بھی پوری ہو جاتی تھی۔ ۱۳۱۱ھ میں ان مجالس کی بنیاد پڑی جو ابتک قائم ہے۔ خدا کرے اسی طرح آئندہ بھی قائم رہے۔

مجالس کا یہ طریقہ رکھا گیا تھا کہ ایک ایک تاریخ ہر شخص نے لے لی تھی۔ دو مجلسیں قابل ذکر تھیں۔ ایک منشی رام پرشاد دیوان کی ہوتی تھی جس میں پکوان بھی ہوتا تھا اور دوسری الہی بخش کی جس میں نہایت پر تکلف سامان ہوا کرتا تھا۔ ایک امر اور قابل ذکر ہے کہ منشی رام پرشاد پورے ماہ صیام کے روزے رکھتے تھے اور تعزیہ دار بھی تھے۔ محرم میں لنگر کی تقسیم کا انتظام انھیں کے سپرد تھا۔ جو چھ و سات محرم کو ہوتا تھا جس میں خمیری روٹی اور گوشت کی تقسیم ہوتی تھی۔ انھیں تاریخوں میں سید واڑے کے علم بھی آتے تھے۔ اُن لوگوں کو بھی کھانا کھلایا جاتا تھا اور شربت بھی پلایا جاتا تھا اور ہنود کو شکر و گڑ تقسیم ہوتا تھا۔ تقسیم لنگر و شربت اب بھی جاری ہے۔

آپ کو معمولی زکام وغیرہ کی شکایت تھی کوئی خاص مہلک علالت بھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ۷ مئی ۱۹۳۳ء کو چودھری ارشاد حسین حج سے واپس آئے اُس دن تک آپ کی طبیعت اچھی تھی دوسرے روز سید محمد حسین موصوف کے چھوٹے بھائی کا فاتحہ جہلم موتیکپور میں تھا۔ اُسی روز موصوف رفع حاجت کے لئے پاخانے تشریف لیگئے۔ واپسی میں قلب کی حالت بگڑ گئی تنفس شروع ہو گیا پلنگ پر لٹا دیئے گئے۔ چودھری صاحب کو اطلاع دیگئی۔ فوراً ڈاکٹر کو بلایا گیا معلوم ہوا کہ ڈبل نمونیہ کا سخت حملہ ہوا ہے۔ بس چند ہی منٹ میں چھوٹے بھائی کے عین فاتحہ جہلم کے دن ۹ مئی ۱۹۳۳ء مطابق ۱۴ محرم ۱۳۵۲ھ کو راہی ملک بقا ہوئے نعش محفوظ کردیگئی۔ بعد پورے دو سال کے ۵ فروری ۱۹۳۵ء کو چودھری صاحب موصوف اپنے پدر عالی مقدار کی نعش کو اپنے ساتھ بڑی شان و شوکت کے ساتھ کربلائے معلی لیگئے

اور جناب عباس علیہ السّلام کے روضہ میں حرم کے ایک حجرہ میں دفن کیا۔ جس حجرہ کا مستقل انتظام اب منجانب وقف حسینیہ ارشادیہ ہوتا ہے۔ قران خوان ومجالس و روشنی و فرش وغیرہ کا معقول انتظام رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے کافی رونق رہتی ہے اور ہندی زائر کیلئے مجالس وغیرہ کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ جگہ ہے

آپ کے دو صاحبزادے سجاد حسین وارشاد حسین ہوئے۔ آپ کی اہلیہ کا انتقال ۵ اپریل ۱۸۸۶ء کو ہوگیا۔ اسوقت آپ کی عمر ۳۲ بتیس سال کی تھی مگر آپ نے صرف ارشاد حسین کے خیال سے دوسری شادی کے متعلق کبھی سوچا ہی نہیں۔

**سید سجاد حسین ابن سید احمد حسین :** ۱۵ جمادی الاول ۱۲۹۶ھ مطابق ۵ اپریل ۱۸۸۱ء بروز جمعہ اپنے نانا چودھری رضا حسین کے یہاں پیدا ہوئے۔ چونکہ چودھری رضا حسین کے کوئی لڑکا نہ تھا لہذا آپ کی پیدائش پر بڑی خوشی کا اظہار کیا گیا اور چھٹی وغیرہ کی رسومات بڑی دھوم دھام سے ہوئیں اور چودھری رضا حسین نے مثل اپنے لڑکے کے پرورش کی اور ہر موقع پر اس کا اظہار کیا اور انھیں خیالات کے پیش نظر بعد انتقال چودھری رضا حسین تعلقہ کا داخلی اندراج آپ کے نام ہوا۔ اگرچہ اس میں کافی مخالفت کیگئی۔ بعد اندراج آپ کی سوتیلی نانی احمدی بیگم نے حقیت کا دعویٰ عدالت میں دائر کر دیا۔ جس کا فیصلہ آپ کے حق میں ہوا۔ اسکی اپیل جوڈیشل کمشنر اودھ کے یہاں دائر کی قبل فیصلہ اپیل ۳ نومبر ۱۸۸۷ء مطابق ۲۰ صفر ۱۳۰۵ھ یوم پنجشنبہ آپ کا انتقال ردولی میں ہوگیا۔ اور چودھری رضا حسین کے مقبرہ میں دفن ہوئے

**چودھری سید ارشاد حسین ابن احمد حسین :** آپ ردولی میں اپنے نانا چودھری رضا حسین تعلقدار ریاست ردولی کے یہاں ان کی وفات کے تین ماہ کے بعد ۱۷ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۸۸۶ء یوم دوشنبہ کو پیدا ہوئے۔ اپنے بڑے بھائی سجاد حسین کے انتقال کے بعد آپ ان کے وارث بحیثیت بھائی کے

قرار پائے۔ اور جو اپیل جوڈیشل کمشنر اودھ۔ لکھنؤ کے سامنے حقیت کی تھی اس میں آپ کا نام قائمقام کی حیثیت سے لایا گیا۔ اس کے بعد آپ کے والد آپ کو لے کر موتک پور چلے آئے اور تا واگذاری علاقہ موتک پور میں رہے۔ پانچ سال کی عمر میں بسم اللہ ہوئی اس کے بعد مولوی منور علی صاحب ابراہیم آبادی نے اردو و فارسی کی تعلیم دی۔ اور ایک ماسٹر انگریزی پڑھانے کیلئے مقرر کیا گیا۔ جولائی ۱۸۹۶ء میں کالون تعلقدار اسکول۔ لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ ۱۵ ر ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۱ ر فروری ۱۹۰۵ء یوم سہ شنبہ کو آپ کی شادی بڑی شان کے ساتھ انیس النساء صاحبہ، دختر ہادی حسین موتک پور کے ساتھ ہوئی۔ ۱۹۰۵ء میں ہائی اسکول پاس کیا۔ اس کے بعد کیننگ کالج لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ ایف۔ اے کا پہلا سال پاس کیا۔ دوسرے سال میں تھے کہ اسی درمیان میں علاقہ کی واگذاری کا سلسلہ شروع ہو گیا لہٰذا آپ نے تعلیم ترک کر دی انگریزی نہایت عمدہ لکھتے تھے جس سے قابلیت کا اظہار ہوتا تھا۔ اردو زبان پر آپ کو کافی عبور حاصل تھا۔ خطوط کی عبارت نہایت دلکش اور سجی ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے پڑھنے والے کو کافی لطف آتا تھا۔ فارسی میں بھی کافی ملکہ تھا۔ سفر ایران میں برابر فارسی میں وہاں کے لوگوں سے بات چیت کرتے تھے مذہبی تعلیم ابتدا ہی سے ہوتی رہی اور اس کا سلسلہ آخر زمانہ تعلیم تک جاری رہا۔

**واقعات مقدمہ تعلقہ نرولی بعد انتقال چودھری رضا حسین مرحوم** چودھری رضا حسین مرحوم کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ صرف دو لڑکیاں سرفراز بیگم و امراؤ بیگم تھیں۔ بڑی صاحبزادی کی شادی سید احمد حسین موتک پور کے ساتھ ہوئی اور دوسری لڑکی کی شادی مصطفےٰ علی خان پسر راجہ اعظم علی خاں دیوگاؤں کے ساتھ ہوئی۔

زوجہ اولیٰ کی حیات میں قبل ولادت سجاد حسین چودھری رضا حسین نے دوسری شادی احمدی بیگم دختر میر محمد عابد تعلقدار ربورائے سے کی جن کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو چند دنوں کے بعد

فوت ہو گئی اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔ زوجہ ثانی مجبوس الحواس تھیں اس وجہ سے مستقلاً اپنے والد کے ساتھ رہتی تھیں۔ چودھری رضا حسین کا ۲۲ رنومبر ۱۸۸۵ء کو انتقال ہوا۔ انتقال کے فوراً بعد قبل تدفین وراثت کا جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ میر محمد عابد نے بارہ دری میں جہاں سب لوگ جمع تھے یہ اظہار کیا کہ میری لڑکی بحیثیت بیوہ تعلقدار کے کل جائداد کی وارث ہوتی ہے لہذا داخلخارج ان کے نام ہونا چاہیئے اور چودھری رضا حسین کی نعش بڑے امام باڑہ میں دفن کی جائے۔ یہ گفتگو سن کر سب لوگ خاموش ہو رہے۔ احمد حسین بارہ دری سے اٹھکر پھاٹک پر گئے جہاں علاقہ کے تمام لوگ اور ملازمین چودھری صاحب مرحوم جمع تھے۔ انھوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا ہو رہا ہے آپ نے کل گفتگو میر محمد عابد کی نقل کردی اور یہ فرمایا کہ چودھری صاحب چوراسی موضعوں کے مالک تھے مگر دفن ہونے کی جگہ اُنکے پاس نہیں ہے اسی وجہ سے غیر کی زمین میں دفن کئے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر سب لوگ بگڑ گئے اور احمد حسین کو ساتھ لیکر آئے۔ جنازہ اٹھا لیا اور منڈھے پر لیگئے، وہاں غسل ہوا اور اپنے قدیم قبرستان موسومہ مقبرہ میں دفن ہوئے۔ میر محمد عابد یہ رنگ دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

سجاد حسین کے نام داخلخارج کا مسئلہ پیش ہوا۔ اس میں میر محمد عابد نے اپنی لڑکی احمدی بیگم کی جانب سے عذر کیا۔ ان کے علاوہ اور بھی چند لوگوں نے درخواستیں دیں مگر داخلخارج سجاد حسین کے نام ہو گیا۔ کیونکہ حکامانِ ضلع وکمشنر اور لفٹیننٹ گورنر اودہ نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ سجاد حسین کی پرورش چودھری رضا حسین نے مثل اپنے لڑکے کے کی لہذا یہی صحیح وارث تعلق کے ہوتے ہیں اور انھیں کے نام داخلخارج کیا جائے۔

داخلخارج میں ناکامی ہونے کے بعد احمدی بیگم کی جانب سے میر محمد عابد نے حقیت کا دعویٰ کل جائداد کا عدالت ڈسٹرکٹ جج لکھنؤ کے یہاں دائر کر دیا۔ جس میں انھوں نے سجاد حسین، سرفراز بیگم، امراؤ بیگم کو مدعا علیہم قرار دیا اور عرضی دعویٰ میں اس امر کی وضاحت کی کہ چودھری رضا حسین نے انتقال کے وقت صرف چار وارث

چھوڑے یعنی احمدی بیگم ۔ سجاد حسین ۔ سرفراز بیگم اور امراؤ بیگم ۔ مقدمہ شروع ہوا اور اسی درمیان میں سرفراز بیگم کا انتقال ہو گیا ۔ اور ارشاد حسین بھی ماں کے قائمقام کی حیثیت سے فریق مقدمہ بنائے گئے ۔ مقدمہ شروع ہوا ۔ لوگوں نے خوب جی کھول کر مخالفت شروع کی ۔ خانہ شہادت میں آئے مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس مقدمہ میں سجاد حسین کامیاب ہوئے اور جج نے اپنی تجویز میں یہ لکھا کہ سجاد حسین ہی چودہری رضا حسین کے وارث ہیں کیونکہ ان کو چودہری رضا حسین نے مثل اپنے لڑکے کے پرورش کیا اور ہر موقع پر اس کا اظہار بھی کیا ۔ اس فیصلہ کے خلاف احمدی بیگم نے عدالت جوڈیشل کمشنر اودہ لکھنؤ کے یہاں اپیل دائر کی ابھی اپیل سماعت کے لئے پیش نہ ہوئی تھی کہ سجاد حسین کا انتقال ہو گیا ۔ احمدی بیگم نے درخواست دیکر سجاد حسین کا قائمقام ارشاد حسین کو بنایا جس دن اپیل پیش ہوئی اس وقت اپیلانٹ کے وکیل مسٹر جی ۔ راس جو ایک مشہور بیرسٹر تھے ۔ بحث کے لئے آئے ۔ اور عدالت سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ سجاد حسین کی رضا حسین نے مثل اپنے لڑکے کے پرورش کی اور اپنے بعد انکو جائداد کا مالک قرار دیا اور عدالت ماتحت کا فیصلہ بالکل درست ہے مگر چونکہ سجاد حسین لاولد فوت ہو گئے اور ان کا کوئی وارث نہیں ہے اور نہ ارشاد حسین ان کے قائمقام ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ بعد وفات چودہری رضا حسین پیدا ہوئے لہذا ارشاد حسین کا کوئی حق جائداد چودہری رضا حسین میں نہیں ہو سکتا ہے ۔ جوڈیشل کمشنر نے اپیل خارج کر دی اور سجاد حسین کا جائز وارث ارشاد حسین کو تسلیم کیا ۔ اور علاقہ و کل جائداد کا مالک انھیں قرار دیا ۔ اس فیصلہ کے خلاف بھی احمدی بیگم کی جانب سے پریوی کونسل لندن میں اپیل داخل ہوئی مگر قبل سماعت اپیل احمدی بیگم کا انتقال ہو گیا ۔ اب امراؤ بیگم نے درخواست دی کہ چونکہ ورثار چودہری رضا حسین میں سوائے میرے سب فوت ہو چکے ہیں لہذا کل جائداد کی تنہا اب میں مالک ہوتی ہوں اسلئے میرے

حق میں فیصلہ ہونا چاہیئے کیونکہ ارشاد حسین نہ کبھی رضا حسین کے وارث ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ پریوی کونسل نے اس درخواست کو خارج کر دیا اور ارشاد حسین کو سجاد حسین کا جائز وارث قرار دیکر کل جائداد کا فیصلہ ان کے حق میں کیا۔ اس کے بعد تمام جھگڑے ختم ہو گئے۔

اس مقدمہ کی کامیابی کا سہرا سید محمد حسین و سید کلب حسین موہنپور کے سر ہے جن کی بیدار مغزی نے نہایت پیچیدہ پیچیدہ مسائل پر فتح حاصل کی اور یہ فتح سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے کیونکہ جن لوگوں سے مقابلہ تھا وہ دولت و ثروت میں بہت بڑھے چڑھے تھے۔ اس کے علاوہ مقامی ہمدردیاں سب انھیں کے ساتھ تھیں۔ یہ چیز سب سے زیادہ پریشان کن تھی۔ صرف چودھری خلیل الرحمٰن تعلقدار بری دل و جان سے ہمدرد تھے اور انھیں کی ہمدردیوں پر سب کو اطمینان تھا۔ اس کے علاوہ چند خاص ملازمین چودھری صاحب پر بھروسہ کیا جاتا تھا۔

چودھری رضا حسین کے انتقال کے فوراً بعد علاقہ کورٹ آف وارڈس کی نگرانی میں پہنچ گیا اور قریب ایک سال تک احمد حسین کی نگرانی میں رہا۔ ۷ر نومبر ۱۸۸۶ء کو پہلے قرق تحصیل ہوا اس کے بعد ۸ر مئی ۱۸۸۶ء کو کورٹ کی نگرانی میں گیا۔ اور ۷ر مارچ ۱۹۰۷ء کو واگذار ہوا۔ دوران کورٹ علاوہ بارہ دری کے کل عمارت منہدم ہو گئی قبل ۱۹۰۷ء بارہ دری کے پورب جانب کورٹ نے ایک ہال چودھری صاحب کے رہنے کے لیئے بنوا دیا۔

**واقعات بعد واگذاری علاقہ:** آپ ۱۸ر جولائی ۱۹۰۷ء کو موتک پور سے بغرض گدی نشینی ردولی کے لیئے روانہ ہوئے۔ آپ کی روانگی کا منظر نہایت شاندار تھا اور ردولی کا استقبال بھی اپنی مثال آپ ہی تھا۔ جس کے چرچے عرصے تک لوگوں کی زبان پر رہے۔ اس کے بعد آپ کا قیام مستقلاً ردولی میں رہنے لگا۔

سب سے پہلے آپ کی توجہ عمارت کی طرف ہوئی۔ پہلے کوٹھی بنی اس کے بعد

زنانہ مکان و دیگر عمارت ملحقہ ستمبر ۱۹۱۹ء میں امام باڑہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اور اگست ۱۹۲۲ء میں پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ جنوری ۱۹۲۵ء میں مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا جو مئی ۱۹۳۰ء میں مکمل ہوئی اِن دونوں عمارتوں کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے۔

امام باڑہ میں صناعی کا کام اس قدر بہترین ہے کہ اس کا مقابلہ ہندوستان بھر میں سوا شاہی خاص امام باڑوں کے کسی عمارت سے نہیں کیا جا سکتا۔ کام دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اقلیدس کے اصولوں پر بندش کیگئی ہے۔ در و دیوار۔ محرابیں اور چھتیں آیات قرآنی سے مزین ہیں۔ یہ سب چودھری صاحب مرحوم کے خلوص اور جناب سید الشہداؑ سے والہانہ عشق کا نتیجہ ہے کہ ایسے فنکار آپ کو گھر بیٹھے مل گئے۔ امام باڑہ کی بقا اور عزاداری کی شان دوبالا رکھنے کے لیے ۲۸۰۰/- روپیے کا سالانہ وقف بھی کیا جو "وقف حسینیہ ارشادیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

چودھری صاحب مرحوم ایک ایسی عالیشان مسجد بنوا گئے ہیں جسکی مکمل تعریف کی جائے تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔ مختصراً یہ کہ اس خوبصورت عمارت کا ہر خوشنما پھول، ہر بیل، ہر بوٹا مرحوم کی خدا سے سچی محبت کی شہادت دیتا ہے۔ اس کے لئے بھی چھ ہزار روپیہ سالانہ کا ایک وقف "مسجد ارشاد حسین" کے نام سے کر گئے ہیں۔ بعد خاتمہ زمینداری دونوں اوقاف کو گورنمنٹ سے اینوٹی ملتی ہے۔

ان عمارتوں کے علاوہ موتک پور کی مسجد جو سید فضل احمد نے بنوائی تھی اس کو از سر نو بنوایا اور کافی وسیع کرایا۔ ایک امام باڑہ کربلا موتک پور میں تعمیر کرایا کربلا موتکپور کی چہار دیواری پختہ بنوا دی ایک نہایت خوبصورت پھاٹک مع دو کوٹھریوں کے بنوا دیا۔ اس کے علاوہ قدیم امامباڑہ موتک پور جو آپ کے جد اعلیٰ سید حیدر حسین کا بنوایا ہوا تھا جس کی چھتیں خراب ہو گئی تھیں۔ ان چھتوں کو آپ نے زرِ کثیر صرف کر کے مارچ ۱۹۴۷ء میں بنوا دیا جس کی وجہ سے عمارت پھر مستحکم ہو گئی۔ اور جو

پریشانی افرادِ خاندان کو بھی وہ دور ہو گئی۔ اپنے علاقہ میں جکھوبی دلوسٹی دہنرولی اور امام باغ واقع محامد پور میں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ مقبرہ چودہری رضا حسین کو بنوایا حضرت عباس علیہ السّلام کی درگاہ جو آپ کے مکان کے متصل تھی اس کو نہایت خوبصورت بنوا دیا۔ آپ کا فیض صرف ردولی اور موتک پور تک محدود نہ تھا۔ آپ نے درگاہ شہید ثالث رح آگرہ کے مزار پر پھاٹک سے متصل دو بڑے ہال بنوائے۔ جس میں اس وقت سرکار ناصر الملت اعلی اللہ مقامہ دفن ہیں۔ مسافر خانہ ندوابد مسافر خانہ کوئٹہ میں کافی روپیہ دیا۔ ڈاکٹر عاشق حسین و خان بہادر محبوب حسین خاں وغیرہ فیض آباد نے کربلائے معلیٰ میں ہندی مسافر خانہ کی تحریک شروع کی اس میں آپ نے ایک بہت بڑی رقم دی سنگ بنیاد رکھا گیا کچھ عمارت بنی اور منتظمین نے اس کا نام "حسینیہ ارشادیہ" رکھا۔ آپکے نام کا کتبہ آویزاں کر دیا گیا۔ اسی درمیان میں ڈاکٹر عاشق حسین کا انتقال کربلا میں ہو گیا اور مصطفے الخبیر جو پنجاب کے رہنے والے تھے اور کربلا میں ملازم تھے یہ کام ان کے سپرد ہوا۔ انھوں نے روپیہ خرد برد کر دیا لہذا کو جو روپیہ یہاں جمع تھا جس میں چودہری صاحب کا روپیہ تقریباً سات ہزار کے تھا اس کے لئے مقدمہ چلا اور عدالت نے روپیہ شیعہ وقف بورڈ کے سپرد کر دیا کہ جب کسی مسافر خانہ کی بنا، کربلا میں ہو اس میں دیدیا جائے۔ جون پور فیض آباد۔ بنارس۔ لکھنؤ کے جس قدر مذہبی درسگاہیں تھیں ان کو سالانہ رقم طلاب کے لئے دیتے تھے ان مذہبی امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ دنیوی امور میں بھی کافی حصہ لیتے تھے۔ جب لکھنؤ میں یونیورسٹی قائم ہوئی اس میں کافی روپیہ دیا۔ چنانچہ آپ کا نام ڈونرس کی فہرست میں تھا۔ جب شیعہ کالج کی تحریک ہوئی اس میں ہزاروں روپیہ دیا۔ ایک عرصے کے بعد جب نواب صاحب رام پور نے شیعہ کالج سے دلچسپی لی اور شیعہ ٹکنیکل اسکول قائم کرنا چاہا اس میں بھی آپ نے دل کھول کر روپیہ دیا۔

جس کے دل میں خدا کا ڈر ہوتا ہے اور خدا سے سچی محبت ہوتی ہے وہ سب سے

زیادہ اپنا وقت یادِ الٰہی میں گذارتا ہے چودہری صاحب مرحوم میں یہ دونوں باتیں موجود تھیں۔ نماز۔ وظیفہ اور ہر وقت تسبیح خدا میں مشغول رہنا۔ کلام مجید کی روزانہ تلاوت کرنا یہ ایسی خوبیاں تھیں جنکی وجہ سے بڑے بڑے علماء آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

مجالس کا شوق آپ کو بچپن سے تھا۔ بعد واگذاری تعلق اس میں کافی اضافہ ہوگیا۔ دوران سال بہترین ذاکرین تشریف لاتے اور اپنے بیان سے سامعین کو محظوظ فرماتے خود مجلسیں کرتے اور دوسروں کو شوق دلاتے۔ کافی رقمیں مجالس کے لئے لوگوں کو عنایت کرتے محرم جس خلوص سے کرتے وہ اپنی آپ مثال ہے۔ ۲ محرم کی ضریح مبارک کا جلوس اور شبِ عاشور کی روشنی جس شان و شوکت سے ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کم از کم پندرہ بیس ہزار کا مجمع اِن دونوں موقعوں پر ہوتا ہے۔ قرب و جوار کے لوگوں کے علاوہ بیرونی اضلاع کے کافی لوگ آتے ہیں۔ خدا کے فضل سے اِس وقت بھی تمام اُمور اسی طرح سے انجام پا رہے ہیں۔ اب اس میں یہ اضافہ ہوگیا ہے کہ شبِ عاشور کو بجلی کی روشنی ہوتی ہے۔ جس میں ہزاروں بلب مختلف عنوان سے لگائے جاتے ہیں۔ جسکی وجہ سے خوشنمائی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

چودہری صاحب مرحوم ہر سال تین سو چھبیس (۳۲۶) مجالس و محافل کی بنا کرتے تھے۔ جنکی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے۔ اس وقت بھی یہ کل مجالس و محافل وقف حسینیہ ارشادیہ کی جانب سے ہوتی ہیں۔

| استقبالیہ عشرہ محرم | عشرہ محرم | دورانِ سال | محافل | عزاخانہ اندر | مقبرہ | امام باغ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۵ | ۷ | ۵۲ | ۱۹ | ۹۰ | ۲۱ | ۳ |

| درگاہ حضرت عباسؑ | ماہِ صیام | .. .. .. .. .. [illegible] |
|---|---|---|
| ۱۱ | ۲۸ | |

مجالس بیرونجات ردولی :

کربلا موتیکپور ... امام باڑہ موتیکپور ... روضہ حضرت عباسؑ کربلا عراق ... ... ... ۸۶

۵۹ ... ۵ ... ۲۲

دنیا میں تین چیزوں کا آپ کو خاص طور سے ذوق تھا۔ پہلا "عبادت" دوسرا "مجالس" تیسرا "عمارت"۔ عمارت کے باب میں "امام باڑہ" اور "مسجد" کھلے ہوئے گواہ ہیں۔ ان عمارتوں میں کسی انجنیر کا مشورہ شامل نہیں ہے۔ بلکہ چودہری صاحب اپنے دماغ میں نقشہ تیار کرتے تھے اسی کے بموجب عمارت بنتی رہتی تھی آج دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی انجنیر کی مدد کے بغیر یہ عمارتیں بنی ہیں۔ خاص خوبی یہ ہے کہ ان میں علاوہ پتھر کے کام کے کل کام مقامی معماران اور نجاران نے کیا ہے

۱۹۳۲ء میں فریضۂ حج ادا کرنے کی غرض سے تشریف لیگئے۔ اس سلسلہ میں ایران، عراق، حجاز و شام، بیت المقدس اور مصر کی سیاحت بھی فرمائی اور زیارت سے مشرف ہوئے۔ تین بار کربلائے معلیٰ اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت سے فیضیاب ہوئے یہی نہیں بلکہ اپنے ہمراہ اپنے مصارف سے بہت سے حضرات کو زیارت کرادی

غربا پر رحم کرنے والے اور شرفا نواز تھے۔ دولت کا جائز مصرف آپکو معلوم تھا۔ یتیموں، بیواؤں، طالب علموں اور دینی اداروں کا بڑا سہارا تھے۔ مصیبت میں کام آتے تھے۔ لڑکیوں کی شادی میں دل کھول کر مدد فرماتے تھے مسافر نوازی بھی شعار تھا۔ اقربا پروری بھی پیش نظر رہتی تھی۔ لہو لعب سے ہمیشہ اجتناب رہا۔ علم دوست اور علم نواز تھے۔ آپ کی فیاضیوں کے پیش نظر اگر آپ کو "ایک کریم و جواد شخصیت" سے موسوم کیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ جس کی امداد کرتے صیغۂ راز میں رکھتے۔ اپنی شہرت کبھی پسند نہ فرمائی۔

عرصے سے قلبی دورے ہوا کرتے تھے۔ بہت کچھ علاج معالجہ ہوا مگر

معالجین مرض پر قابو نہ پا سکے۔ رفتہ رفتہ کمزور ہوتے گئے۔ ایسے مریض کو کسی اونچے مقام پر چڑھنے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ آپ کو بھی روک دیا گیا تھا مگر ذوقِ عبادت مسجد لیجایا کرتا تھا زینہ کافی بلند ہے، جس کی وجہ سے اکثر بے چین ہو جاتے۔ چنانچہ ماہِ صفر ۱۳۷۶ھ کی چوبیسویں شب میں نماز مغربین کے لئے تشریف لیگئے۔ بعد ادائیگی نماز یکایک درد شروع ہوا اور دورے نے شدت اختیار کر لی۔ آرام کرسی میں بٹھا کر کوٹھی لائے گئے۔ مرض بڑھتا گیا تدبیریں فیل ہوئی گئیں۔ آخر کار ۲۱/۲ بجے شب میں انتقال فرما گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ دوسرے دِن شام کو بعد نماز جنازہ میت ایک کمرہ میں سپرد کر دیگئی۔

۲۶ نومبر ۱۹۵۶ء بروز جمعہ آپ کا چالیسواں ہو گیا۔ تقریباً ۶ ہزار متعلقین ردولی و مہمانان بیرونجات نے طعام نوش فرمایا۔ افسرانِ ضلع، ممبرانِ اسمبلی اور وزیر عدل نے بھی شرکت فرمائی۔

ملکی خدمات کا بھی آپ کو ذوق تھا۔ چنانچہ گورنمنٹ برطانیہ نے اظہار پسندیدگی کے طور پر مرحوم کو "خان بہادر" کا خطاب دیا اور ۱۹۳۵ء تک فرسٹ کلاس لائف مجسٹریٹ اور منصف رہے بعد میں خود مستعفی ہو گئے۔ تین بار ردولی نوٹیفائڈ ایریا کے چیرمین ہوئے یہ زمانہ بھی یادگار ہے کیونکہ انتظامی نقطہ نظر سے بہترین دور تھا۔

۱۱ر فروری ۱۹۵۶ء کو آپ کی نعش بغرض تدفین عراق کے لئے روانہ ہوئی چار پانچ ہزار اشخاص بلاتفریق مذہب و ملت مدعو تھے۔ جن کو کھانا کھلایا گیا اور جس شان و شوکت کا مظاہرہ اس موقع پر ہوا اس کو دیکھ کر وہ لوگ جنھوں نے گدی نشینی کے سلسلہ میں آمد کا منظر دیکھا تھا وہ یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ چودھری صاحب جس شان سے ردولی آئے تھے اسی شان کے ساتھ اپنی آخری آرام گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ ردولی سے نعش ایک مخصوص ڈبہ میں بہمراہی علی محمد زیدی مع مولوی ابن حسن نونہروی، سردار حسین، بادشاہ حسین، ابرار مہدی، فصیح الحسن، محمد جعفر، عبدالصمد

حاجی راحت علی - میر شبیر حسین اور جمن کے روانہ ہوئی۔ نعش بمبئی پہونچی وہاں بھی شاندار استقبال ہوا اور احترام کے ساتھ لیجائی گئی اس کے بعد بحری جہاز کے ذریعہ سے بصرہ روانہ ہوئی اور ۹ مارچ ۱۹۵۶ء کو روضہ حضرت عباس علیہ السّلام میں مقبرہ موسومہ چودہری صاحب میں اپنے پدر کے متصل دفن ہوئے

**چودہری ارشاد حسین کا انتقال اور جائداد و تولیت کا آپس میں تصفیہ:** بعد انتقال چودہری صاحب مرحوم ہر شخص اس کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا کہ جائداد وغیرہ کس کو ملتی ہے اور اس کا تصفیہ کیونکر ہوتا ہے۔ جتنے منہ تھے اتنے قسم کی باتیں تھیں۔ ہر شخص اپنے خیال کے بموجب رائے زنی کرتا تھا۔ مگر کسی کی کھلکر کہنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ بعد سیوم جب سب مہمان رخصت ہو گئے اس وقت ایک دن علی محمد زیدی نے اپنے چھوٹے بھائی حسن احمد اور اپنی تینوں بہنوں یعنی نسیم النساء، فخر النساء، افتخار النساء اور اپنے بھتیجے محمد ظہیر الحسن عرف ہلال اور ان کی والدہ شبری بی بی اور بادشاہ حسین جو اس وقت رودولی میں تھے سب کو جمع کیا اور ان کے خیالات معلوم کئے تاکہ انہی کے بموجب عمل کیا جائے۔ سب نے متفقہ رائے سے علی محمد زیدی سے یہ کہا کہ چونکہ چودہری صاحب مرحوم آپ کو اپنے بعد متولی مقرر کر گئے ہیں لہذا آپ اس ذمہ داری کو قبول کریں اور جو دیگر جائداد غیر موقوفہ ہے وہ چودہری صاحب مرحوم کی خواہش کے مطابق حسب ذیل طریقہ سے بموجب شرع محمدی تقسیم کرادیجائے اور احتیاطاً قانونی مشورہ بھی حاصل کر لیا جائے۔

| ۱ نسیم النساء | ۲ پسران و دختران محمد احمد مرحوم | ۳ فخر النساء | ۴ افتخار النساء | ۵ علی محمد زیدی | ۶ حسن احمد زیدی |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱/۹ | ۲/۹ | ۱/۹ | ۱/۹ | ۲/۹ | ۲/۹ |

ایڈووکیٹ جنرل یوپی پنڈت کنہیا لال مصرا اور چودہری اختر حسین ایڈووکیٹ کی تحریری رائے حاصل کیگئی جس میں ان لوگوں نے لکھا کہ کل جائداد اب بموجب شیعہ محمڈن لا تقسیم ہونا چاہیئے لہذا جائداد مذکورہ بالا طریقہ سے تقسیم ہوگئی اور ایک اہم مسئلہ نہایت

خوبصورتی کے ساتھ جینٹلمنٹ کی نشست میں طے ہوگیا۔ اور سکسشن سرٹیفکٹ کے مقدمہ میں نورتن کمار ڈسٹرکٹ جج بارہ بنکی نے جو حکم دیا اس سے متذکرہ بالا وکلاء صاحبان کی رائے کی تائید ہوتی ہے۔ عبارت متعلقہ تجویز جج صاحب درج ذیل ہے۔

" خاتمہ زمینداری کے بعد ملکیت حکومت کی ہوگئی۔ کوئی جائداد غیر منقولہ نہیں رہی جو تعلقہ بنائے یا کوئی تعلقہ بغرض اودھ اسٹیٹ ایکٹ بنائے۔ اسلئے قاعدہ اولاد اکبر یا وارث تنہا جو کہ بموجب رواج اور بموجب اودھ اسٹیٹ ایکٹ تھا کالعدم ہوگیا۔ کمپنسیشن بانڈس و عطیہ بحالی جو چودھری ارشاد حسین کو ملے وہ اُن کی ذاتی جائداد ہوگئی اور وراثت اسکی اور تمام دوسرے سیونگز (بچت نکی) انوسٹمنٹس بموجب شیعہ محمڈن لا ہوگی نہ کہ بموجب اودھ اسٹیٹ ایکٹ "

ڈسٹرکٹ جج کے فیصلہ کی تائید مزید اپیل میں عدالت عالیہ ہائی کورٹ نے بھی کی۔ خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جو حالات چودھری صاحب کے حیات میں تھے وہ اب بھی باقی ہیں اور ہر شخص اس کا متمنی ہے اور اپنی ذمہ داری خیال کرتا ہے کہ انتظام میں تاامکان کوئی فرق نہ آنے پائے اور لوگوں کو انگشت نمائی کا موقع نہ مل سکے اسوقت تک کل انتظام ایک ہے اور علی محمد زیدی اس کے نگراں ہیں۔ خدا کرے یہ صورت ہمیشہ قائم رہے تاکہ چودھری صاحب مرحوم کی روح کو کسی طرح کی اذیت نہ ہو۔

چودھری صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا ان لوگوں کو کرنا پڑا مگر ہر موقع پر سب نے نہایت صبر و استقلال سے کام لیا اور اپنی پریشانیوں کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا تاکہ دشمن اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے سب سے زیادہ خوشی کی یہ بات ہے کہ اہل قصبہ کی ساری ہمدردیاں اس خاندان کے ساتھ رہتی ہیں نہ صرف ابھی لیکن اس سے قبل جو مقدمہ حقیت کا بعد وفات چودھری رضا حسین لڑنا پڑا تھا اس وقت کے حالات موجودہ زمانے کے حالات سے بالکل برعکس تھے

یہ انقلاب صرف سید علی محمد زیدی کے اخلاق اور برتاؤ کا نتیجہ ہے۔ میری یہی دعا ہے کہ یہ خاندان ہمیشہ یونہی احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

**مقدمات بعد وفات چودھری ارشاد حسین مرحوم:** بعد وفات چودھری رضا حسین مرحوم جن زحمتوں کا سامنا ہوا تھا بالکل وہی حالات بعد وفات ارشاد حسین بھی رونما ہوئے اور علی محمد وغیرہ کو ان کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ایک شخص آغا اشرف عرف لسن جو گھڑی سازی کا پیشہ کرتا ہے لوگوں نے اسے اس پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے کو چودھری رضا حسین کا وارث کہکر چودھری ارشاد حسین کے بعد اپنے کو جائز وارث انکی جائداد کا ثابت کرے۔ اور کل جائداد جو چودھری ارشاد حسین نے چھوڑی ہے اس کا دعویدار ہو وہ اسپر آمادہ ہوگیا اور عذرداریوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

آغا اشرف نے ہر عدالت میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سجاد حسین اور ارشاد حسین دونوں اپنے نانا چودھری رضا حسین کی حیات میں پیدا ہوئے اور رضا حسین نے ان دونوں نواسوں کو مثل اپنے فرزند کے خیال کیا اور دونوں کو متبنیٰ کیا۔ چودھری رضا حسین کے انتقال پر پہلے سجاد حسین مالک علاقہ ہوئے اور اُن کی وفات پر چودھری ارشاد حسین بحیثیت بھائی سجاد حسین مالک تعلقہ نہیں ہوئے بلکہ چودھری رضا حسین کے دوسرے متبنیٰ فرزند ہونے کی وجہ سے کل جائداد کے مالک ہوئے۔ چونکہ چودھری ارشاد حسین لاولد فوت ہوگئے ہیں لہذا اب کل جائداد پھر خاندان چودھری رضا حسین کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔ چودھری ارشاد حسین کا کوئی تعلق خاندان موتک پور سے متبنیٰ ہونے کے بعد باقی نہیں رہا۔ اور وہ ایک فرد خاندان رضا حسین کے ہوگئے۔ چونکہ میں رضا حسین کے خاندان کی بڑی شاخ کی سب سے بڑی فرد ہوں لہذا کل جائداد جو چودھری ارشاد حسین نے چھوڑی ہے اس کا تنہا مالک بموجب قانون تعلقداری میں ہوتا ہوں۔

علی محمد زیدی وغیرہ کی جانب سے یہ کہا جاتا تھا کہ چودھری ارشاد حسین بعد

وفات چودھری رضا حسین پیدا ہوئے اور جب سجاد حسین کا انتقال ہوگیا اس وقت چودھری ارشاد حسین کو سجاد حسین کی کل جائداد سگے بھائی اور جائز وارث ہونیکی وجہ سے ملی اور اس امر کے ثبوت میں کاغذات کورٹ آف وارڈس جن میں چودھری ارشاد حسین کی تاریخ پیدائش ۲۲ فروری سنہ ۱۸۹۶ء درج تھی پیش کئے ونیز کاغذات مقدمہ احمدی بیگم بنام سجاد حسین بھی داخل کئے جس سے یہ بالکل واضح تھا کہ چودھری رضا حسین کی وفات کے وقت چودھری ارشاد حسین پیدا نہیں ہوئے تھے اور چودھری ارشاد حسین کو کل جائداد سجاد حسین کے مرنے کے بعد بھائی و جائز وارث ہونے کی حیثیت سے ملی ۔ جس پر ان کا ستر سال تک قبضہ رہا ۔ لہذا یہ جائداد کسی صورت سے سوائے ہم لوگوں کے کسی اور کو نہیں مل سکتی ہے اور ہم سب لوگ چودھری ارشاد حسین کی جائداد کے جائز وارث ہیں ۔ اس نظریہ کو ہر عدالت نے تسلیم کیا اور ہر جگہ آغا اشرف ناکامیاب رہا ۔ چونکہ کئی مقدمات ایک ساتھ چل رہے تھے لہذا چھ سال اسکے فیصلہ میں لگ گئے اور ہر مقدمہ عدالت ہائی کورٹ گیا اور وہاں آخری فیصلہ ہوا ۔ اس سلسلہ میں سابق ملازمین چودھری ارشاد حسین قابل مبارکباد ہیں جنہوں نے ایسے نازک موقعہ پر بڑے انہماک اور ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا ۔ جبکہ ان پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے اور ان حملوں کا نشانہ منشی تیغ علی پنڈت رام سیوک اور شفیع اللہ خاں تھے ۔ مگر ان لوگوں نے ثابت کر دیا کہ ایک ایماندار ملازم کے کیا فرائض ہیں اور ان کو کیوں کر پورا کیا جاتا ہے ۔

## سید محمد حسین ابن سید اکبر علی

۳۰ صفر سنہ ۱۲۸۰ھ کو آپ توام پیدا ہوئے یعنی آپ اور احمد حسین ۔ صغرسنی کا زمانہ اسی طرح گذرا جس طرح موصوف کے بڑے بھائی سید احمد حسین کا

باپ کے صفات کے صحیح حامل تھے۔ ذہانت و عقل و دانش میں ممتاز۔ اصابت رائے میں بے مثل۔ چند روز بارہ بنکی کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں انگریزی تعلیم بھی حاصل کی تھی تعلیم انگریزی کا زمانہ تو اسقدر نہ تھا جتنی استعداد علم انگریزی میں موصوف نے پیدا کرلی تھی ابتدائی زمانہ اودھ میں انگریزی تعلیم کا تھا۔ پبلک کو اتنی دلچسپی اس علم سے نہ تھی جتنی کہ بدگمانی تھی۔ خاندانی ضرورت سے مجبور ہو کر تعلیم انگریزی ترک کرا کے چچا نے گھر بلا لیا۔ اور علاقہ داری کے کام میں مصروف کر دیا۔ انتظامی امور میں ایسا سلیقہ خدا نے بخشا تھا کہ جو کام سید موصوف کے سپرد کیا جاتا تھا اس کو نہایت حسن و خوبی سے انجام دیتے تھے عدالتی امور میں کافی تجربہ و مہارت پیدا کرلی تھی۔ قانون سمجھتے اور اس کی نزاکتوں پر نہایت سمجھداری سے رائے قائم فرماتے تھے۔ زمانہ شاہی میں زمینداران و تعلقداران کے لئے ملازمت کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا اس لئے خاندانِ موتکپور نے اس میدان میں کوئی ترقی نہیں کی۔ علاقہ نرولی زیر اہتمام کورٹ آف وارڈس تھا۔ مسٹر ای۔ ڈبلیو۔ رِٹس اسپشل منیجر تھے اور بہ سلسلہ دورہ سورج پور تشریف لائے تھے۔ سید احمد حسینؒ ان سے ملنے تشریف لیگئے۔ منیجر صاحب موصوف نے کہا کہ آپ کے خاندان میں کوئی صاحب کہیں ملازم نہیں ہیں۔ جواب نفی میں سنکر تعجب کیا۔ کہنے لگے کہ آپ اپنے بھائی محمد حسین کو مجھکو دیدیجئے۔ ہم ان کو کورٹ میں فوراً جگہ دیں گے۔ اس وقت گورنمنٹ کا یہ نظریہ قائم تھا کہ کورٹ آف وارڈس میں زیادہ تر زمینداران کے لڑکے ملازم رکھے جائیں۔ کیونکہ ان کو زمینداری کا خاصہ تجربہ ہوتا ہے اور مالی کام کے لئے زیادہ مناسب ہیں چنانچہ سید احمد حسین جب گھر واپس تشریف لائے منیجر صاحب کا منشاء خاندانی افراد پر ظاہر کیا۔ بادلِ ناخواستہ منظور کرلیا گیا۔ چنانچہ آپ علاقہ رام نگر میں حلقہ سعادتگنج میں مقرر ہو گئے۔ زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ ایک جگہ سربراہ کاری کی خالی ہوئی فوراً سید موصوف ترقی پا کر سربراہ کار علاقہ رام نگر میں مقرر ہو گئے۔ جب زمانہ

نرولی اسٹیٹ کی واگذاری کا قریب آیا تو آپ علاقہ نرولی و امیر پور دونوں کے سربراہ کار ہو کر ردولی آ گئے۔ منشاء گورنمنٹ یہ تھا کہ علاقہ چھوٹنے سے قبل آپ علاقہ سے پوری واقفیت بہم پہونچالیں تاکہ علاقہ کا انتظام اسی طرح سے انجام پاتا رہے جیسا گورنمنٹ کا منشاء ہے۔

جب علاقہ نرولی ۷ مارچ ۱۹۰۸ء کو کورٹ آف وارڈ سے واگزار ہو گیا اس وقت آپ نیجر علاقہ قرار پائے مگر چونکہ اس علاقہ میں زمانۂ کورٹ میں سربراہکار تھے چنانچہ اُسی لقب سے یاد کئے جاتے رہے

علاقہ واگزار ہونے پر تعلقہ کا انتظام یوں کیا کہ علاقہ میں چار حلقے پہلے ہی سے تھے یعنی نرولی، جکھوری، لوہٹی اور خاص ردولی۔ آپ نے نرولی حلقہ کو حضور تحصیل اپنی نگرانی میں رکھا۔ جکھوری میں مجھ مولف تاریخ ہذا کو مقرر کیا گیا۔ لوہٹی حلقہ میں میر سید حسین کا تقرر ہوا۔ اور ردولی خاص میں مولوی منوّر علی صاحب کو ضلعدار و خزانچی مقرر کیا اس کے علاوہ اور بہت سا عملہ ملازم رکھا گیا۔ اور اسی صورت سے علاقہ نرولی کا کام شروع ہوا۔

ایک خصوصیت اس علاقہ میں یہ تھی کہ جسقدر عہدہ دار تھے سب اعزّہ تھے بہتر قواعد پر انتظام قائم تھا کہ جس پر رشک کی نگاہیں پڑنے لگی تھیں۔ سب کا یہ دستور تھا کہ جب تک قلم ہاتھ میں رہتا تھا اور اپنی ذمہ داری کے کام میں مصروف رہتے تھے اپنے کو ریاست کا ایک ادنیٰ ملازم تصور کرتے تھے اور جب کام سے فراغت پاتے تھے تو سب ایک دوسرے کے عزیز تھے اور عزیزدارانہ آپس میں برتاؤ ہوتا تھا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست میں کافی ترقی ہوئی۔ بہت سا علاقہ خرید کر شامل تعلقہ ہوا اور ریاست بھی مطمئن اور فارغ البال رہی۔ سید موصوف کو گورنمنٹ کی طرف سے اختیارات آنریری مجسٹریٹی بھی حاصل تھے۔ دو تھانے موئی و جلسر کے مقدمات فیصل کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ ۱۹۲۹ء میں آپ نے یہ کام چھوڑ دیا۔ مارچ ۱۹۲۶ء میں زیارات عتبات عالیات

سے بھی مشرف ہوئے۔ پہلی شادی سید موصوف کی سید النساء بنت اصغر علی موتکپوری سے ہوئی۔ جس معظمہ کے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ نسیم النساء پیدا ہوئی۔ ولادت دختر کے چند مہینوں کے بعد اس معظمہ نے عارضہ دق میں مبتلا رہ کر انتقال کیا۔ ایک مدت گذر جانے کے بعد دوسری شادی سید موصوف کی سراتے میر میں مسماۃ صفیہ دختر ناصر حسین کے ساتھ ہوئی۔ جس معظمہ کے بطن سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جنکی تفصیل درج کی جارہی ہے۔

سید موصوف نہایت پابندِ صوم و صلوٰۃ تھے۔ ہر کام نہایت دور اندیشی سے انجام دیتے تھے۔ ۱۲ر مارچ ۱۹۲۳ء کو عارضہ ذیابیطس میں علیل ہوکر بمقام ردولی انتقال کیا۔ نعش ردولی سے موتکپور لائی گئی اور قبرستان موتکپور موسوم بہ کربلا میں دفن ہوئی۔

آپ کے انتقال کے وقت چودھری ارشاد حسین حج بیت اللہ کے لئے تشریف لیگئے تھے۔ جب واپس آئے اُس وقت چودھری صاحب نے آپ کی قبر پر ایک امام باڑہ بنوا دیا اور ایک رقم مستقلاً وقف حسینیہ ارشادیہ سے مقرر کردی۔ یہ امام باڑہ ۲۵ر ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ میں بن کر تیار ہوا اور مندرجہ ذیل عبارت اُس پر کندہ کرا کے لگا دی گئی۔

احیا حسینیہ بیادگار سید محمد حسین مرحوم ابن اکبر علی مرحوم تعمیر کردہ شد

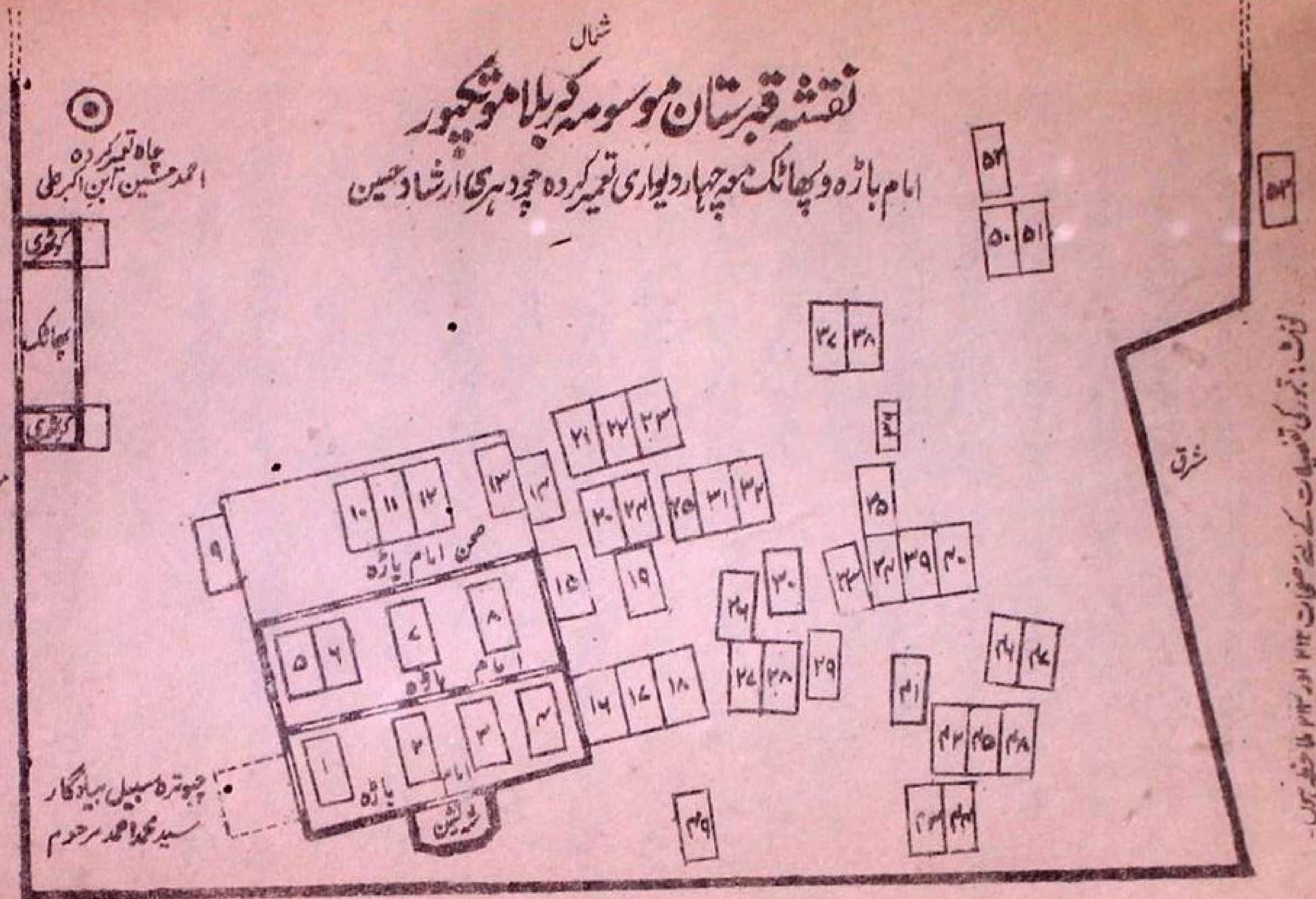
تاریخ تعمیر از مولوی خادم حسین بڑاگانوی

گشت تعمیر چو از فضلِ خداوند جلیل  خانۂ ماتم فرزند رسول الثقلین

گفت خادم پے تاریخ رقم کن بر سنگ  ایں بنا ہست حسینیہ ارشاد حسین

زوجہ ثانی مسماۃ صفیہ کا انتقال ۲۷ر ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ مطابق ۸ر اگست ۱۹۵۳ء یوم شنبہ کو موتکپور میں ہوا اور اندرونِ امام باڑہ کربلا موتکپور میں دفن ہوئیں۔

شمال




مغرب

مشرق

جنوب

نوٹ: قبور کی تفصیلات کے لیے صفحات ۲۱۲ اور ۲۱۳ ملاحظہ ہوں۔

# یادداشت قبور کربلا موتنگ پور

۱۔ صفیہ زوجہ ثانی محمد حسین
۲۔ محمود النساء زوجہ ثانی اصغر علی
۳۔ اصغر علی ابنِ حیدر حسین
۴۔ باقر علی ابنِ حیدر حسین
۵۔ محمد حسین ابنِ اکبر علی
۶۔ سید النساء زوجہ اولیٰ محمد حسین
۷۔ کنیز فاطمہ زوجہ ہادی حسین
۸۔ ملیمہ زوجہ اکبر علی
۹۔ خیر النساء زوجہ بادشاہ حسین
۱۰۔ راحت حسین ابنِ ہادی حسین
۱۱۔ ہادی حسین ابنِ غلام جعفر
۱۲۔ کنیز فاطمہ زوجہ سردار حسین
۱۳۔ قاسمی بیگم زوجہ سردار حسین
۱۴۔ نجیب النساء زوجہ صفدر حسین
۱۵۔ صحت زوجہ حیدر حسین
۱۶۔ بتول زوجہ علی احمد
۱۷۔ عظیمہ زوجہ اولیٰ اصغر علی
۱۸۔ زینب النساء زوجہ ارتضیٰ حسین
۱۹۔ اکبر علی ابنِ حیدر حسین
۲۰۔ نسیم النساء زوجہ اولیٰ اختر حسین
۲۱۔ اختر حسین ابنِ صفدر حسین
۲۲۔ علی النساء زوجہ ثانی اختر حسین
۲۳۔ کنیز فاطمہ زوجہ اشفاق حسین
۲۴۔ صفدر حسین ابنِ حیدر حسین
۲۵۔ عطا حسین ابنِ غلام جعفر
۲۶۔ ملیمہ زوجہ غلام جعفر
۲۷۔ آصف علی ابنِ اصغر علی
۲۸۔ امتیاز حسین ابنِ اصغر علی
۲۹۔ دائم علی مختار عام ساکن دبی نگر بورث بندے علی
۳۰۔ غلام جعفر ابنِ فضل احمد
۳۱۔ مصطفےٰ حسین ابنِ عطا حسین
۳۲۔ ذکیہ زوجہ سید حسین
۳۳۔ کلب حسین ابنِ غلام جعفر
۳۴۔ رضا حسین ابنِ کلب حسین
۳۵۔ مشرف النساء زوجہ رضا حسین
۳۶۔ قیصر بانو بنتِ جواد حسین

۳۷۔ قادر النساء زوجہ وزیر علی
۳۸۔ جواد حسین ابنِ وزیر علی
۳۹۔ حلیمہ زوجہ کلب حسین
۴۰۔ سید حسن ابنِ کلب حسین
۴۱۔ رہسن بی بی زوجہ غلام امام
۴۲۔ شمیم النساء زوجہ غلام مصطفےٰ
۴۳۔ مہدی حسین ابنِ فضل احمد
۴۴۔ زوجہ مہدی حسین
۴۵۔ وزیر علی ابنِ باقر علی
۴۶۔ بچو بی بی زوجہ باقر علی
۴۷۔ مرادن ہمشیرۂ بچو بی بی
۴۸۔ غلام مصطفےٰ ابنِ وزیر علی
۴۹۔ عبد اللہ سوار
۵۰۔ کرار مہدی ابنِ مختار مہدی
۵۱۔ امت الزہرا بنتِ مختار مہدی
۵۲۔ رفیع النساء زوجہ مختار مہدی
۵۳۔ رمضان علی عرف منے صاحب سوز خوان ابنِ عابد علی۔ لکھنؤ

---

**۱۔ نسیم النساء بنتِ محمد حسین:** ولادت ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ مطابق ۵ مئی ۱۸۹۶ء یوم شنبہ بمقام موتکپور زوجہ اولیٰ سے ہوئی۔ آپ کی شادی سید راحت حسین موتک پور کے ساتھ بتاریخ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۸ جون ۱۹۱۱ء یوم یکشنبہ بمقام موتک پور ہوئی۔ آپ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے جنکے حالات باب سوم فصل پنجم میں درج کئے گئے ہیں۔ فروری ۱۹۳۵ء میں زیارات عراق کا شرف حاصل کیا۔

**۲۔ سید محمد احمد زیدی ابنِ سید محمد حسین:** آپ کی ولادت ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۰۸ء یوم پنجشنبہ کو بمقام موتک پور ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مولوی ثابت حسین زیدپوری و ماسٹر اختر حسین ردولوی نے دی۔ اس کے بعد آپ کا داخلہ گورنمنٹ ہائی اسکول بارہ بنکی میں ہوا اور وہاں سے جون ۱۹۲۴ء میں ہائی اسکول پاس کر کے کرسچین کالج لکھنؤ میں مزید تعلیم کے لئے گئے وہاں چند ماہ تعلیم حاصل کی تھی کہ محمد حبیب پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے مشورہ کے بموجب علی گڑھ بھیج دیئے گئے

وہاں سے آپ نے بی۔ اے پاس کیا۔ اس کے بعد ایل۔ ایل۔ بی میں داخلہ لیا۔ پہلا سال پاس کر کے دوسرے سال میں چند ماہ پڑھا۔ مگر طبیعت کا رجحان اس طرف بالکل نہ تھا۔ لہٰذا تعلیم ترک کر کے موتک پور چلے آئے۔ خاندان حیدر حسین میں یہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بی۔ اے پاس کیا۔

آپ قومی کاموں میں کافی دلچسپی لیتے تھے۔ نہایت ذہین اور طباع تھے شاعری کی طرف طبیعت بحد مائل تھی۔ نوحہ، قصیدہ، غزل، ہزل سب ہی کہتے تھے کسی کی شادی ہوتی آپ کا سہرا ضرور پڑھا جاتا تھا۔ کسی کی وفات ہوتی اس کی قطعہ تاریخ ضرور کہتے۔ مجالس سے خاص شغف تھا۔ سید واڑہ میں بہترین ذاکر متصور کئے جاتے تھے اور انھیں امور نے آپ کو جلد شہرت دیدی۔ حضرات سید واڑہ آپ کی بحد عزت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ خوش مزاج تھے آپ کی خوش مزاجی سے کافی لوگ لطف اندوز ہوتے تھے۔ علمی اعتبار سے کامل، مرتبہ کے لحاظ سے بے نظیر فرد تھے، آپ کی باتوں سے دل کی صفائی، طبیعت کی پاکیزگی اور خلوص نیت کا پورا پورا اندازہ ہوتا تھا۔ بحد حاضر جواب تھے ہر جگہ اپنی قابلیت کا سکہ جمائے رہتے تھے، آپ کی ذات تمام صفات سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ خاندانی خصوصیات ورانثاً حصہ میں آئی تھیں۔ کافی عرصے تک آنریری بنچ مجسٹریٹ رہے۔ آپ تجویز نہایت قابلیت سے تحریر فرماتے تھے۔ کسی مقدمہ میں فیصلہ دیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے ملاحظہ میں بھی وہ مسل آئی، دیکھکر بحد خوش ہوتے اور انھوں نے آفس کو یہ آرڈر دیا کہ اس فیصلہ کی متعدد نقلیں کر کے ہر آنریری مجسٹریٹ کے پاس بھیجی جائیں اور انھیں ہدایت ہونا چاہیے کہ اس طرح سے تجویز تحریر ہونا چاہیے۔ قومی و ملکی امور میں برابر حصہ لیا کرتے تھے۔ ہر شخص کی امداد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ امیر و غریب سب ہی کے ساتھ برابر کا برتاؤ رہتا تھا

انھیں باتوں نے آپ کو بیحد ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔

ستمبر ۱۹۴۷ء میں لغرض زیارات عتبات عالیات روانہ ہوئے۔ طبیعت پہلے ہی سے نادرست تھی اعزہ و احباب نے سفر ملتوی کرنے کا مشورہ دیا۔ مگر کسی صورت سے تیار نہ ہوئے۔ بروقت روانگی امام باڑہ میں وداعی مجلس بھی بڑے ولولے سے پڑھی جو ہمیشہ سننے والوں کو یاد رہے گی۔ اپنی ایک نظم حسب حال سنائی جس سے سامعین بیحد متاثر ہوئے۔ بعد ختم مجلس سب سے رخصت ہوئے۔ لکھنؤ سے بمبئی پہونچے طبیعت زیادہ مضمحل ہوئی وہاں بھی مکان واپس جانے کا مشورہ دیا گیا مگر راضی نہ ہوئے اور وقت مقررہ پر دوارکا جہاز پر سوار ہو کر منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ بحرین کے قریب طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور بتاریخ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء یوم یکشنبہ بوقت ۹ بجے شب جہاز پر انتقال کیا آپ کے چھوٹے بھائی سید حسن احمد زیدی ساتھ تھے انھوں نے بیحد کوشش کی کہ کوئی ہوائی جہاز قریب کے بندرگاہ سے منگوا دیا جائے اس کے لیے کپتان جہاز نے کافی کوشش کی، وائرلیس کئے گئے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ بحالت مجبوری ایک بجے شب میں نعش سپرد سمندر کر دی گئی۔ آخری رسومات میں تمام مسافرین جہاز اور عملہ موجود تھا۔

آپ کی شادی ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۳۴ء یوم شنبہ کو بمقام شاہی اسپتال وکٹوریہ گنج لکھنؤ شبری بی بی دختر سید حسن مجلی شہر بخلع جونپور کے ساتھ ہوئی جن کے بطن سے چار لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں جنکے مختصر حالات درج ذیل ہیں۔

**الف۔ عنایت الزہرا:** ولادت ۲۲ رمضان ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۳۵ء یوم پنجشنبہ بمقام صدر اسپتال سلطان پور ہوئی۔ تعلیم گھر پر ہوئی۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۵۶ء یوم شنبہ کو شادی سید آفاق حسین رضوی کے ساتھ بمقام ردولی ہوئی۔ اس وقت تک ایک لڑکا احقاق حسین ۱۰ محرم ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۵۸ء یوم دوشنبہ کو بمقام نرولی ہاوس لکھنؤ پیدا ہوا اور ایک لڑکی زیبا سلطانہ یکم رمضان ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۹ فروری ۱۹۶۰ء

یوم دوشنبہ کو بمقام نرڈنگ ہادس، خیالیگنج، لکھنؤ پیدا ہوئی ،

ب ۔ سید محمد ظہیر الحسن : ولادت ۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۸ر اگست ۳۷ء یوم شنبہ بمقام صدر اسپتال، سلطانپور ہوئی، ابتدائی تعلیم موتک پور و ردولی میں ہوئی، ہائی اسکول سینٹینیل اسکول، الیف ایس سی کرسچین کالج اور بی ایس سی شیعہ کالج سے ۱۹۶۱ء میں پاس کیا اس کے بعد اسی سال میڈیکل کالج لکھنؤ میں داخل ہوئے اور ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کے دوسرے سال میں ہیں۔ ذکاوت وراثتاً پایا ہے۔ طبیعتاً نہایت نیک و خوش مذاق ہیں۔

ج ۔ سید شریف الحسن : ولادت ۱۶ ر رمضان ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ر نومبر ۳۸ء یوم پنجشنبہ بمقام موتک پور ہوئی۔ شروع کی تعلیم ان کی بھی ردولی و موتک پور میں ہوئی۔ ہائی اسکول سینٹینیل اسکول سے۔ الیف اے کرسچین کالج سے اور بی۔ اے لکھنؤ یونیورسٹی سے ۶۱ء میں پاس کیا اس کے بعد ایم۔ اے میں داخلہ لیا، سالانہ امتحان میں فیل ہو گئے۔ ۶۲ء میں داخلہ نہیں لیا۔ اب ملازمت کے لئے کوشاں ہیں۔ پڑھنے میں بھی اچھے رہے، تفریحات میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ عام معلومات کافی ہیں۔

د ۔ سید تہذیب الحسن : ولادت ۲۵ ر شوال ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۶ر نومبر ۴۰ء یوم شنبہ بمقام موتک پور ہوئی دونوں بھائیوں کی طرح ابتدائی تعلیم ان کی بھی ہوئی۔ ہائی اسکول سینٹینیل اسکول سے۔ الیف اے شیعہ کالج سے اور بی۔ اے ۶۱ء میں کرسچین کالج سے پاس کیا۔ ایم۔ اے میں داخل ہوئے مگر چند ماہ کے بعد پلوریسی کی شکایت ہو گئی لہذا ڈاکٹروں کے مشورہ کے بموجب تعلیم ترک کر دی۔ خدا کے فضل سے اب بالکل اچھے ہیں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ کھیل کو د میں کافی دلچسپی رہی۔ خدمت و محبت کا جذبہ کافی ہے۔

ہ ۔ سید مسعود الحسن : ولادت ۱۳ ر صفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۸ فروری ۴۲ء یوم شنبہ بمقام موتکپور ہوئی، شروع کی تعلیم مختلف مقامات پر مختلف لوگوں نے دی۔ جو

قاعدے سے نہ ہو سکی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہائی اسکول تک پہونچنے میں کافی عرصہ لگ گیا اور برابر فیل ہوتے رہے بحالت مجبوری سنہ ۱۹۶۲ء میں ہائی اسکول میں فیل ہونے کے بعد تعلیم ترک کرادی گئی اور آرٹس کالج لکھنؤ میں داخل کر دیئے گئے۔

**و۔ ثریا بیگم:** ولادت ۱۷ رمضان سنہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹ ستمبر سنہ ۱۹۴۳ء یوم پنجشنبہ بمقام موتنک پور ہوئی۔ پہلے گھر پر تعلیم ہوئی اس کے بعد ناری شکچھا نکیتن لکھنؤ سے سنہ ۶۲ء میں ہائی اسکول پاس کیا اب ایف اے میں پڑھتی ہے۔

**ز۔ مسرور فاطمہ:** ولادت ۲۷ رجب سنہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۸ جولائی سنہ ۱۹۴۵ء یوم یکشنبہ بمقام موتنک پور ہوئی۔ گھر پر تعلیم حاصل کرنے کے بعد ناری شکچھا نکیتن لکھنؤ میں داخل ہوئی امسال سنہ ۶۲ء میں ہائی اسکول کا امتحان دیگی۔ انشاء اللہ

**۳۔ فخر النساء بنت محمد حسین:** ولادت ۱۴ شوال سنہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۵ اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء یوم جمعہ بمقام موتنک پور ہوئی۔ آپ کی شادی سید شبیہ الحسن ساکن سید پور ضلع بارہ بنکی کے ساتھ بتاریخ ۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ۹ جولائی سنہ ۱۹۲۹ء بروز پنجشنبہ موتنک پور میں ہوئی۔ ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔ شوہر کا انتقال ۸ شعبان سنہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۶ مئی سنہ ۱۹۵۰ء یوم جمعہ کو بمقام رُدولی ہوا اور مقبرہ چودھری رضا حسین میں دفن ہوئے۔ شوہر کے انتقال کے بعد آپ ارشاد منزل چلی آئیں اور سنہ ۱۹۵۴ء تک وہیں رہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنا قدیم مکان واقع محلہ تعضیانہ قصبہ رُدولی کو ازسر نو نہایت عالی شان تعمیر کرایا اور اسی میں مستقلاً رہنے لگیں۔ سنہ ۵۵ء میں مشرف بہ زیارت ہوئیں اور سنہ ۱۹۶۱ء میں فریضۂ حج سے سبکدوش ہوئیں۔ آپکی لڑکی اور لڑکے کے حالات درج ذیل ہیں

**الف۔ اخلاق النساء** کی ولادت ۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۴ مئی سنہ ۲۸ء یوم پنجشنبہ بمقام موتنک پور ہوئی۔ ۵ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۵۳ء یوم پنجشنبہ کو شادی سید ابوطالب رضوی ساکن ٹڈا گاؤں ضلع فیض آباد کے ساتھ ہوئی

اپنے شوہر کے ساتھ دہران سعودی عرب میں رہتی ہیں۔ ابو طالب صاحب امریکن آئل کمپنی میں ملازم ہیں۔ اسوقت تک دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں جنکے نام، تاریخ پیدائش و مقام ولادت درج ذیل ہے:

۱۔ اُمِّ ہانی۔ ولادت ۱۲؍ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۵؍ دسمبر سنہ ۵۶ء یوم شنبہ بمقام نرولی ہاؤس لکھنؤ

۲۔ ابو تمامہ۔ ۔ ۲؍ جمادی الثانی سنہ ۷۹ھ ۔ ۴؍ ستمبر سنہ ۵۹ء ۔ جمعہ ۔ دہران سعودی عرب

۳۔ ابو الحسن۔ ۔ ۱۰؍ شعبان المعظم سنہ ۸۱ھ ۔ ۲۷؍ جنوری سنہ ۶۱ء ۔ جمعرات ۔ نرولی ہاؤس لکھنؤ

۴۔ اُمِّ رباب۔ ۔ ۵؍ ربیع الاول سنہ ۸۲ھ ۔ ۵؍ اگست سنہ ۶۲ء ۔ اتوار ۔ دہران سعودی عرب

**ب۔ سید رضی الحسن:** ولادت ۱۶؍ شعبان سنہ ۴۹ھ مطابق ۶؍ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء بمقام مونگھیر ہوئی۔ آپ کی شادی تاجدار النساء بی۔ اے دختر ڈاکٹر سید اشتیاق حسین مرحوم کے ساتھ ۹؍ رجب سنہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۰؍ جنوری سنہ ۱۹۵۸ء یوم پنجشنبہ بمقام ردولی ہوئی۔ اس وقت امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ذہن کے پکے، مستقل مزاج، اپنی ذمہ داریوں کا احساس بامروت، نیک طبیعت اور نیک نفس ہیں۔

۴۔ ا۔ **افتخار النساء بنت محمد حسین:** ولادت ۸؍ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۳۰؍ نومبر سنہ ۱۹۱۳ء یوم پنجشنبہ بمقام مونک پور ہوئی۔ شادی ۱۷؍ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۹؍ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء یوم پنجشنبہ کو ڈاکٹر اشتیاق حسین رضوی پسر سید حسین ساکن مچھلی شہر ضلع جونپور کے ساتھ بمقام منکپور ہوئی۔ آپ کے سات لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں جنکے حالات ذیل میں تحریر کئے جا رہے ہیں۔ شوہر کا انتقال ۵؍ ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۸؍ ستمبر سنہ ۱۹۵۱ء بروز شنبہ بلرام پور ہاسپتال لکھنؤ میں ہوا اور کربلا تال کٹورہ میں دفن ہوئے۔ بعد انتقال ڈاکٹر صاحب مرحوم آپ نے حسب مشورہ چودھری ارشاد حسین ارشاد منزل کے ایک حصے میں اپنے حسب منشا مکان میں ترمیم کرا لینے کے بعد اس میں رہنا شروع کیا مارچ سنہ ۵۵ء میں زیارت عراق سے مشرف ہوئیں۔ ۲۶؍ رمضان سنہ ۱۳۸۱ھ مطابق

۴؍ مارچ ۱۹۶۲ء یوم جمعہ بوقت ۲½ بجے شب انتقال کیا اور مقبرہ چودھری رضا حسین مرحوم میں دفن ہوئیں۔

**الف۔ مہر النساء:** ولادت ۲۹؍ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ مطابق ۷؍ اکتوبر ۱۹۲۶ء یوم پنجشنبہ بمقام موتک پور ہوئی۔ تعلیم کرامت حسین گرلس کالج لکھنؤ میں ہوئی بتاریخ ۱۱؍ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۸؍ اکتوبر ۱۹۴۹ء یوم شنبہ آپ کی شادی سید محب الحسن ساکن ٹانڈہ ضلع فیض آباد کے ساتھ بمقام اعظم گڑھ ہوئی۔ جنوری ۱۹۵۳ء میں اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان گئیں اور وہیں کی سکونت اختیار کر لی اس وقت چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جنکے اسماء اور تاریخ ولادت ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔

۱۔ محرم فاطمہ۔ ولادت ۲۰؍ محرم ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۲؍ نومبر ۱۹۵۰ء یوم پنجشنبہ بمقام اعظم گڑھ۔

۲۔ حبیب الحسن۔ " ۲۵؍ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ " ۲۲؍ فروری ۱۹۵۲ء " شنبہ " ٹرولی ہاؤس لکھنؤ

۳۔ حسیب الحسن۔ " ۷؍ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ " ۱۵؍ دسمبر ۱۹۵۳ء " سہ شنبہ " کوٹری۔ پاکستان

۴۔ تنویر فاطمہ۔ " ۱۲؍ جمادی الاول ۱۳۷۵ھ " ۲۸؍ " ۱۹۵۵ء " چہار شنبہ " "

۵۔ اقبال الحسن۔ " ۸؍ شعبان ۱۳۷۶ھ " ۱۱؍ مارچ ۱۹۵۷ء " شنبہ " ٹھٹھہ "

۶۔ اظہر الحسن۔ " ۴؍ محرم ۱۳۷۸ھ " ۲۲؍ جولائی ۱۹۵۸ء " " ٹنڈو الہیار "

**ب۔ اخلاق حسین:** ولادت ۱۳؍ صفر ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۱؍ جولائی ۱۹۲۹ء یوم یکشنبہ بمقام شاہی اسپتال لکھنؤ ہوئی۔ جون ۱۹۵۲ء میں ایم۔ ایس۔ سی فرسٹ ڈویژن سکنڈ پوزیشن میں لکھنؤ یونیورسٹی سے پاس کیا۔ جنوری ۱۹۵۳ء میں پاکستان چلے گئے اور وہاں یونیورسٹی آف کراچی میں ملازم ہو گئے۔ اپریل ۱۹۵۷ء میں بغرض تعلیم آسٹریلیا گئے وہاں سے جولائی ۱۹۶۲ء میں واپس آئے ابھی تک شادی نہیں ہوئی ہے۔ نہایت خلیق، مہذب، قابل اور سخی واقع ہوئے ہیں۔

**ج۔ آفاق حسین:** ولادت ۴؍ شعبان ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۵؍ دسمبر ۱۹۳۰ء یوم

جمعہ بمقام شاہی اسپتال لکھنؤ ہوئی ۔ ایم ۔ ایس ۔ سی لکھنؤ یونیورسٹی سے کیا ۔ اس کے بعد یونیورسٹی ہی میں جے ۔ کے انسٹیٹیوٹ میں ملازم ہو گئے ۔ بعد میں اس ملازمت کو چھوڑ دیا اور محکمہ اینیمل ہسبنڈری کے صدر دفتر میں اسسٹنٹ اسٹیٹیشین کی حیثیت سے ملازم ہو گئے ۔ آپ کی شادی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۵۶ء یوم شنبہ کو بمقام ردولی بعنایت الزہرا دختر سید محمد احمد زیدی موتنک پور کے ساتھ ہوئی ۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے ۔ ذہین ، ذکی ، قابل ، تمام معلومات پر کافی عبور ، فرائض کی انجام دہی نہایت حسن وخوبی سے کرتے ہیں جس سے افسران ہمیشہ خوش رہتے ہیں ۔

**د ۔ ارفاق حسین :** ولادت ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۳۲ء ۱۱
یوم شنبہ کو بمقام شاہی اسپتال لکھنؤ ہوئی ۔ بی ۔ اے لکھنؤ یونیورسٹی سے پاس کیا ۔ اسکے بعد پلاننگ کے محکمہ میں اے ۔ ڈی ۔ او ہوئے چونکہ نہایت محنتی اور ذہین تھے ۔ لہذا جلد ہی بی ۔ ڈی ۔ او ہو گئے ۔ اس وقت رام گڑھ ضلع نینی تال میں ہیں ۔ آپ کی شادی انشاء اللہ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء مطابق ۲۹ رمضان ۱۳۸۲ھ یوم جمعہ نقیہ خبر بی ۔ اے (ایڈ) دختر مولوی محمد شبر صاحب کے ساتھ ہونا قرار پائی ہے ۔ نہایت ہر دلعزیز ، محنتی ، ذمہ دار ، صاحب اخلاق اور مہذب ہیں

**ہ ۔ آباد حسین :** ولادت ۱۷ شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۳۳ء یوم چہارشنبہ ۱۲
بمقام شاہی اسپتال لکھنؤ ہوئی ۔ الف ۔ ایس ۔ سی پاس کرنے کے بعد میرین انجینیرنگ کالج بمبئی میں داخل ہوئے وہاں پانچ سال تعلیم حاصل کی اُس کے بعد فوراً جہاز پر بعہدہ انجینیر ملازم ہو گئے ۔ اس وقت ایس ۔ ایس ۔ راجہ جہاز پر سکنڈ انجینیر ہیں ۔ طبیعت نہایت پر مذاق ، قابلیت بے حد اچھی ، فرائض منصبی کی ادائیگی میں انتہائی ذمہ دار ، بھائی بہنوں سے بے حد محبت کرتے ہیں اور ہر بات کا خیال رکھتے ہیں ۔

**و ۔ تاجدار النساء :** ولادت ۴ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۳۹ء (۷)
یوم شنبہ کو بمقام سلطانپور ہوئی ۔ ہائی اسکول پاس کرنے کے بعد سلسلہ تعلیم ختم

کرا دیا گیا۔ آپ کی شادی رضی الحسن ساکن محلہ قضیانہ ردولی کے ساتھ ۹ رجب سنہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۵۸ء یوم پنجشنبہ کو بمقام ردولی ہوئی۔ شادی کے کچھ دنوں کے بعد رضی الحسن امریکہ چلے گئے۔ چونکہ اس کو تعلیم کا بیحد شوق تھا لہذا اس کا داخلہ کرامت حسین گرلس ڈگری کالج لکھنؤ میں کرا دیا گیا وہاں سے جولائی سنہ ۱۹۶۲ء میں بی۔ اے پاس کیا۔

**ز۔ تسنیم النساء :** ولادت ۲۸ محرم سنہ ۶۰ھ مطابق ۲۵ فروری سنہ ۱۹۴۱ء یوم جمعہ کو بمقام لکھیم پور کھیری ہوئی۔ اس وقت ایف۔ اے کے آخری سال میں ہے۔

**ح۔ علی اشتیاق :** ولادت ۱۵ جمادی الثانی سنہ ۶۲ھ مطابق ۲۰ مئی سنہ ۴۳ء یوم پنجشنبہ کو بمقام ہمیر پور ہوئی۔ بی ایس سی کے پہلے سال میں ہیں۔

**ط۔ حیدر اشتیاق :** ولادت ۲۸ شعبان سنہ ۶۳ھ مطابق ۱۷ اگست سنہ ۴۴ء یوم پنجشنبہ کو بمقام ہمیر پور ہوئی۔ ایف۔ ایس۔ سی پاس کرنے کے بعد کلکتہ میں میرین انجنیرنگ کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

**ی۔ افسر النساء :** ولادت ۸ ربیع الاول سنہ ۶۵ھ مطابق ۱۲ مارچ سنہ ۴۶ء یوم چہارشنبہ کو بمقام غازی پور ہوئی۔ نویں درجے میں پڑھتی ہے۔

**ک۔ حسن اشتیاق :** ولادت ۷ شعبان سنہ ۶۷ھ مطابق ۱۵ جون سنہ ۱۹۴۸ء یوم سہ شنبہ کو بمقام ہمیر پور ہوئی۔ نویں درجے میں پڑھتا ہے۔

**۵۔ سید علی محمد زیدی ابن سید محمد حسین :** بتاریخ ۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء بروز جمعہ بمقام موتک پور آپ کی ولادت ہوئی۔ مولوی ثابت حسین زیدپوری نے بسم اللہ کرائی۔ اس کے بعد جب مولوی صاحب موصوف عراق ہجرت کر گئے تو ان کی جگہ پر مولوی سید علی محلہ کڑہ ردولی نے زیور علم و ادب سے آراستہ کرنا شروع کیا مگر کچھ دنوں کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا اس کے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول بارہ بنکی بھیجے گئے وہاں چار سال تک تعلیم حاصل کی بعد ازاں سنٹینیل اسکول و کرسچین کالج لکھنؤ میں

تین سال تک درس وتدریس کا سلسلہ رہا لیکن مارچ ۱۹۳۳ء میں آپ کے والد کے انتقال کی وجہ سے چودھری ارشاد حسین کے سامنے امورِ ریاست درپیش ہوئے اور چودھری صاحب موصوف کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی۔ چنانچہ لبعد مشورہ چودھری صاحب دسمبر ۱۹۳۳ء میں آپ کو ہائی اسکول کی تعلیم ترک کر کے ردولی جانا پڑا اور امورِ ریاست سیکھنے کے لئے میرے سپرد ہوئے۔ میں نے ابتدا ہی سے آپ کو نہایت ذہین پایا۔ جو کام آپ کے سپرد کیا جاتا تھا اُس کو نہایت مستعدی سے انجام دیتے تھے۔ بندوبست میں ریاست ردولی کی مالگزاری پر اضافہ ہو گیا تھا اور اُسی نسبت سے کاشتکاران پر اضافہ کرنا تھا۔ جب میں نے اپنے خیالات کا اظہار آپ سے کیا تو آپ نے کہا کہ سب سے پہلے میں اس کام کو انجام دوں گا۔ چنانچہ لوہٹی میں سب سے پہلے یہ کام شروع کیا۔ جو نہایت خوش اسلوبی سے انجام پا گیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ بقیہ مواضعات میں بڑی آسانی سے کام ہو گیا۔ جب میں عہدۂ منیجری سے سبکدوش ہوا تو آپ میری جگہ پر ریاست ردولی کے منیجر مقرر ہوئے۔ آپ چودھری صاحب مرحوم کو بچپن ہی سے بہت زیادہ عزیز تھے اسی لئے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ چودھری صاحب مرحوم کے مزاج سے خوب واقف تھے۔ جن امور میں چودھری صاحب کو دلچسپی تھی انھیں مشاغل کو آپ نے بھی اپنانے کی کوشش کی۔ خاص کر مذہبیات میں بالکل ان کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ اس کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ چودھری صاحب کو اسقدر اطمینان ہو گیا کہ تمام مذہبی امور جو خود انجام فرمایا کرتے تھے آپ کے سپرد کر دیئے اور کبھی کسی فروگزاشت کی گنجائش ہی نہ نکلی۔ لبعد انتقال چودھری صاحب بموجب وصیت حسب شرائط وقف نامہ وقف مسجد ارشاد حسین و وقف حسینیۂ ارشادیہ کے متولی مقرر ہوئے۔ اگرچہ اس تقرری کے سلسلہ میں ایک مزدداری بھی ہوئی اور اُس کے لبعد بہت سے مقدمات جائداد چودھری صاحب مرحوم کے

سلسلہ میں آپ کو لڑنا پڑے (جس کا ذکر مختصراً حالات چودھری ارشاد حسین میں آچکا ہے لہذا یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں ہے) جن کی وجہ سے افرادِ خاندان پریشان تھے مگر آپ نے ہمت سے کام لیا۔ کبھی اپنی پریشانیوں کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا اور نہ ظاہری شان و شوکت میں فرق آنے دیا۔ تمام امور حسب معمول انجام پاتے رہے۔ خدا نے مدد کی کامیابی و کامرانی نے قدم چومے اور عذردار ذلیل و خوار ہوا۔ ہر شخص آپ کے صبر و ضبط سے متاثر ہو کر آپ کا مداح و معترف ہوا۔ خاندان میں تو آپ ہر دلعزیز ہیں ہی مگر عوام کی آپ سے محبت زباں زد خاص و عام ہے۔ ہر قوم و ملّت کے افراد آپ کے جاں نثار ہیں۔ چودھری صاحب مرحوم جس خلوص اور والہانہ جذبہ سے مذہبی امور انجام دیا کرتے تھے لوگوں کا خیال تھا کہ مرحوم کے بعد شاید وہ صورت باقی نہ رہے مگر اب یہ سوچنا پڑتا ہے کہ سارے امور اسی طرح انجام پا رہے ہیں یا اُن میں کچھ ترقی ہوئی ہے اور یہ سب دیکھ کر لوگوں کو خوشی اور اطمینان کے ساتھ ساتھ تعجب بھی ہے۔ آپ اُمور مذہبی کے ساتھ ساتھ دنیاوی مشاغل میں بھی کافی حصہ لیتے ہیں۔ چنانچہ آپ سکلاپور انٹر کالج کے وائس پریسیڈنٹ ہیں، شیعہ کالج لکھنؤ کے بورڈ آف ٹرسٹیز۔ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کی مجلس معاون۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی مینجنگ کمیٹی، آل انڈیا شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ کی مجلس انتظامیہ اور ڈسٹرکٹ ڈیفنس کمیٹی کے ممبر ہیں سیاست سے بھی کافی لگاؤ ہے۔ حکام میں نہایت پسندیدہ اور عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ قصبہ کے معاملات میں کافی دلچسپی لیتے ہیں۔

اعزاء و احباب کی ہر ممکن خدمت کے لئے تیار رہتے ہیں، اپنے اخلاقی برتاؤ، بلندیٔ کردار، جذبۂ کرم و جود و سخا کی بدولت ہر دل میں آپ کی سچی عزت ہے اور ہر دل آپ کا مسکن بن گیا ہے۔ مزاج میں انکسار و تواضع، مہماں نوازی، مستحقین کی تا امکان اعانت، ملازم نوازی، غربا پروری، آنکھ میں مروت جملہ صفاتِ حمیدہ کے

حامل ہیں۔ انتظامی قابلیت اپنے پدر بزرگوار سے وراثتاً پائی ہے۔

۱۹۵۹ء میں معہ اپنی اہلیہ کے فریضۂ حج سے سبکدوش ہوتے ہوئے تین بار زیارتِ مشاہدِ مقدسہ عراق سے مشرف ہوئے۔ دوسری بار جب عراق تشریف لے گئے تھے تو وہیں سے ملک شام کی زیارتیں بھی کیں اور واپسی پر ایک سفرنامہ مفت تقسیم ہونے کے لئے شائع کرایا جس کا نام "مصباح الزائرین" ہے۔ جو محبانِ اہلبیت کے لئے مشعلِ راہ ہونے کی وجہ سے مقبولِ خاص و عام ہوا، اخبارات نے کافی تبصرہ کیا۔ افرادِ ہند و پاکستان کے سیکڑوں خطوط سفرنامہ مذکور کی مدح و ثنا میں آئے ۱۹۵۹ء میں چودھری ارشاد حسین مرحوم کے سوانح حیات قلمبند فرمائے۔ جس کو میں نے دیکھا ہے انداز تحریر قابلِ تعریف ہے۔ ابھی تک چند وجوہ کی بنا پر عمداً اشاعت نہیں ہو سکی ہے انشاء اللہ جلد یہ کام ہوگا۔ اس وقت ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کیسی بہترین کتاب ہے۔

چودھری صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد آپ کو جن جن حالات سے دوچار ہونا پڑا ان کو بھی آپ نے قلمبند کیا ہے۔ اُس کو بھی میں نے دیکھا ہے۔ کافی ضخیم کتاب ہے جس کے اندر کل واقعات موجود ہیں۔ نہایت قابلیت اور جانفشانی سے لکھا ہے۔ نام بھی بہت ہی مناسب ہے۔ اس کے علاوہ کچھ لکھنا مناسب نہیں ہے کیونکہ مضامین کتاب کا مین امین ہوں۔ ۱۹۶۱ء میں "وظائفِ محمدیہ" کے نام سے ایک نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب پاکٹ سائز کی وظیفہ کی کتاب اپنے والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے چھپوائی یہ بھی مفت تقسیم ہوئی۔ قدردانوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا کیونکہ ان کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔

آپ کی شادی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۴۰ء یوم پنجشنبہ کو کنیز سکینہ دختر چودھری ذوالفقار حسن ساکن سجھن پور ضلع الہ آباد کے ساتھ ہوئی۔

**۶۔ سید حسن احمد زیدی ابن محمد حسین :** ولادت ۱۰ رمضان ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۱۵ء یوم جمعہ کو بمقام مونگپور ہوئی۔ پہلے مکان پر مولوی سید علی سے پڑھا اس کے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول بارہ بنکی میں داخل ہوئے۔ وہاں چار سال تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد سینٹینیل اسکول اور شیعہ کالج میں پڑھا۔ اور نویں درجے سے تعلیم چھوڑ کر مکان پر رہنے لگے۔ نہایت خوش مزاج ہیں، گفتگو ظریفانہ ہوتی ہے۔ مذہبیات سے کافی دلچسپی رہتی ہے۔ کتب بینی کا بیحد شوق ہے۔ تاریخی واقعات سے خاص لگاؤ ہے۔ اس وقت تک تین جنرل الکشن ہندوستان میں ہوئے ہیں کل کے نتائج آپ کے پاس مع جملہ تفصیلات کے محفوظ ہیں۔ یہ سب اخبارات سے آپ نے مرتب کئے ہیں۔ ہندوستان کے حالات پر جو سالانہ کتابیں معلومات کے سلسلہ میں شائع ہوتی ہیں وہ ہر سال کی آپ کے پاس موجود ہیں۔ تعمیری کاموں میں بیحد مہارت ہے۔ مونگپور کا کل مکان آپ ہی کی زیر نگرانی بنا ہے۔ جو نہایت ہی عالیشان ہے۔ ۱۹۴۸ء میں پہلی بار زیارت عراق سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں دوبارہ چودھری صاحب مرحوم کے ساتھ عراق وایران کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۹۶۱ء میں مع اہلیہ کے فریضۂ حج ادا کیا۔

آپ کی شادی حسینی بیگم دختر محمد مجتبیٰ ساکن مچھلی شہر ضلع جونپور کے ساتھ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۴۰ء یوم جمعرات کو ہوئی۔ آپ کے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

**الف۔ سعیدہ خاتون :** ولادت ۲۸ شعبان ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۴۲ء یوم جمعرات کو بمقام مچھلی شہر ہوئی۔ گھر پر تعلیم ہوئی اس کے بعد پرائیوٹ ہائی اسکول کا امتحان دیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد مسلم کرامت گرلس کالج لکھنؤ میں داخل ہوئیں۔ چند ماہ کے بعد صحت کی خرابی کی وجہ سے تعلیم ترک کر دی۔

**ب۔ سید غلام مہدی :** ولادت یکم صفر سنہ ۱۳۶۳ھ مطابق ۲۶ر جنوری سنہ ۱۹۴۴ء یوم پنجشنبہ کو بمقام موتک پور ہوئی۔

**ج۔ سید امام مہدی :** ولادت ۴ر محرم سنہ ۱۳۶۵ھ مطابق ۹ر دسمبر سنہ ۱۹۴۵ء یوم یکشنبہ کو بمقام موتک پور ہوئی۔

دونوں لڑکوں کی معمولی تعلیم موتک پور میں ہوئی۔ اس کے بعد ردولی گئے۔ وہاں پرائمری اسکول و مڈل اسکول کی تعلیم ختم کر کے ہندو انٹر کالج سے ہائی اسکول پاس کرنے کے بعد لکھنؤ بغرض تعلیم گئے۔ غلام مہدی کرسچین کالج میں اور امام مہدی کالون کالج میں الف۔ اے کے آخری سال میں زیر تعلیم ہیں۔

**د۔ حمیدہ خاتون :** ولادت ۲۹ر رمضان سنہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۷ر جولائی سنہ ۱۹۴۷ء یوم شنبہ کو بمقام موتک پور ہوئی۔

**ہ۔ سنجیدہ خاتون :** ولادت ۱۳ر صفر سنہ ۱۳۶۸ھ مطابق ۲۵ر نومبر سنہ ۱۹۴۸ء یوم شنبہ کو بمقام موتک پور ہوئی۔

دونوں لڑکیوں کی تعلیم ردولی گرلس ہائی اسکول میں شروع ہوئی۔ حمیدہ آٹھویں اور سنجیدہ ساتویں درجے میں اس وقت ہیں۔

## فصلِ پنجم

## سید صفدر حسین ابنِ سید حیدر حسین

اوائل سنِ شباب میں موضع منارہ دلسی پور و موضع دولونی اپنے والد بزرگوار سے ٹھیکہ میں لیکر اس کے انتظام میں مصروف ہوئے۔ یہاں تک کہ کسی قدر سرمایہ جمع کر لیا۔ چند روز غلہ و کپڑے کی تجارت کرتے رہے اسی زمانہ میں ایک باغ قلم آم کا

ہو ایک مکان کے منارہ میں تعمیر کرلیا۔ اس کے بعد اپنے ذاتی سرمایہ سے کچھ آراضی سہ آنے سالم
میں بیچ لے کر اُس پر قابض ہو گئے۔ بعد ایک زمانہ دراز کے جب مسماۃ بتول زوجہ سید علی احمد
نے بتاریخ ۲۲ر اکتوبر سنہ ۱۸۶۷ء کو بمعاوضۂ مبلغ پانچ ہزار روپیہ حصہ شوہری جو برنبائے
رواج خاندان بنام جناب موصوفہ مندرج کھیوٹ تھا بنام سید اصغر علی و سید کلب حسین و
سید احمد حسین و محمد حسین ہبہ بالعوض کردیا۔ سید موصوف کو اس امر سے سخت ملال ہوا۔ لیکن
چونکہ مصلحت وقت مقتضی مخالفت کی نہ تھی کیونکہ اسی زمانہ میں مقدمہ سید باقر علی بربنائے
ترمیم کھیوٹ نسبت اندراج حق بیٹھالنی دائر تھا۔ اور فیمابین سید اصغر علی و سید کلب حسین
نسبت بٹوارہ بنائے مخاصمت کو طول ہوگیا تھا۔ بانتظار وقت فرصت اپنے بھائی
سید اصغر علی کی متابعت و اعانت میں سرگرم و مصروف رہے۔ لیکن بعد خارج
ہونے دعوی سید باقر علی و صدور حکم بٹوارہ سید کلب حسین وغیرہ کے صیغۂ بٹوارہ
میں دعوی بنا بر تقسیم اپنے حصہ کے دائر کردیا۔ تا انفصال اُمور بٹوارہ بربنائے
حصہ داری جمع اسامی وار اپنے حصہ کے بموجب تقسیم پاکر قابض و متصرف ہوئے
چند روز نہ گزرے تھے کہ مسماۃ بتول نے ایک درخواست داخلخارج حصہ خود
بنام موہوب الیہان دائر کردی۔ سید موصوف نے بھی درخواست عذرداری
عدالت انگریزی میں گزرانی۔ چونکہ مقدمات داخلخارج تحقیقات حقیقت سے متعلق
نہیں ہیں۔ بلحاظ قبضہ واقبال واہبہ درخواست خارج ہوگئی۔ آخرکار سید موصوف
نے باتفاق اپنے بھائی سید باقر علی کے بمعاوضہ مبلغ ایک ہزار پانسو روپیہ
سید مہدی حسین اپنے چچا سے دستاویز بیعنامہ نسبت ثلث حصہ سید علی احمد
کے اس شرط پر کہ بعد حصول ڈگری پچیس بیگہ آراضی بلا لگان سید غلام عباس
کے گزارہ میں مقرر کریں گے لکھوالی۔ اور باتفاق سید باقر علی بربنائے استقرار حق
حین حیاتی مسماۃ بتول و سید اصغر علی و سید کلب حسین وغیرہ پر دعوی دائر کردیا۔ ابھی

نوبت فیصلہ کی نہ آئی تھی کہ جناب مرحومہ کا انتقال ہوگیا اس بنا ء پر چونکہ دعویٰ استقرار حق جین حیاتی تھا خارج ہوگیا۔ چند روز کے بعد سید موصوف عدالت دیوانی میں دعویدار ہوئے مگر پھر کسی وجہ سے مقدمہ سے دست کشی کر کے باز دعویٰ دیدیا۔ سید موصوف بہت فقیر دوست تھے۔ عملیات سے زیادہ دلچسپی تھی خصوصاً عمل ام الصبیان پر پورا عمل تھا۔ نسبت سید موصوف کی مسماۃ نجیب النساء دختر سید غلام جعفر سے ہوئی تھی۔ جن معظمہ کے بطن سے سات اولادیں پیدا ہوئیں مگر سوائے ایک پسر سید اختر حسین اور دو دختران مسماۃ اشرف النساء و مشرف النساء کے جو توام پیدا ہوئی تھیں۔ باقی سب صغر سنی میں انتقال کر گئیں۔ مسماۃ اشرف النساء دختر سید موصوف کے عقد کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ بتاریخ ۱۳ ماہ ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ مطابق ۴ مارچ ۱۸۸۲ء کو بعارضہ استسقاء علیل ہو کر اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔

## سید اختر حسین ابنِ صفدر حسین

سید موصوف کی ولادت ۱۲۸۷ھ کو ہوئی۔ چلہ کا زمانہ ختم نہ ہوا تھا کہ مرض اُم الصبیان کا حملہ ہوگیا۔ مگر چونکہ موصوف کے والد بزرگوار سید صفدر حسین اس علم کے ذریعہ سے جو ان کو حاصل تھا اور ایسے مرض کے دفع کرنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ کچھ ایسی تدابیر عمل میں لائے کہ ایسے مہلک مرض سے بچہ نے نجات پائی۔ پانچ سال کے بعد رسم بسم اللہ ادا کی گئی۔ مگر چونکہ باپ کا انتقال ان کی صغر سنی میں ہوگیا تھا ننہال میں پرورش پائی۔ سوائے چند درسی اردو و فارسی کتابوں کے اچھی تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ سنِ شعور کو پہونچ کر انتظام

اپنے حصہ زمینداری کا خوب سنبھالا۔ کچھ اندوختہ بھی کرلیا اور نہایت محتاط زندگی بسر کرنے کے عادی ہو گئے۔

نسبت سید موصوف کی مسماۃ نعیم النساء دختر نذر حسین کچھ بلاؤں کے کے ساتھ ہوئی تھی مگر اس معظمہ نے لاولد انتقال کیا۔ دوسری شادی علی النساء دختر عابد حسین کچھ بلاؤں سے ہوئی۔ جس معظمہ کے بطن سے تین لڑکیاں ہوئیں۔ جن کی کیفیت ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

آخر عمر میں کچھ خلل دماغ کی شکایت ہوگئی تھی۔ جس میں مبتلا ہوکر انتقال فرمایا اور کربلائے موتکپور میں دفن ہوئے۔

**الف۔ بی فاطمہ بنتِ اختر حسین:** صفر سنہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۳ر اپریل سنہ ۱۹۰۵ء یوم پنجشنبہ کو بمقام موتک پور پیدا ہوئیں۔ آپ کی شادی سید خادم حیدر ساکن موتک پور کے ساتھ ۸ر شوال سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۲ر مئی سنہ ۱۹۲۵ء یوم شنبہ کو ہوئی۔ آپ کا عقد چند ماہ قبل ہوگیا تھا۔ آپ دو بار زیارت سے مشرف ہوئیں۔

**ب۔ کنیز فاطمہ بنتِ اختر حسین:** رجب سنہ ۱۳۲۶ھ میں ولادت ہوئی۔ ۲۴ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۵ر جون سنہ ۱۹۲۷ء یوم شنبہ کو آپ کی شادی سید اشفاق حسین ساکن موتک پور کے ساتھ ہوئی۔ دو لڑکے پیدا ہوئے پہلے لڑکے کا انتقال کمسنی میں ہوگیا۔ دوسرے صاحبزادے سید شمیم حیدر کے حالات اشفاق حسین موتک پور کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔

**ج۔ امّ زہرا بنتِ اختر حسین:** ۲۴ر ربیع الاوّل سنہ ۱۳۳۴ھ مطابق ۳۰ر جنوری سنہ ۱۹۱۶ء یوم یکشنبہ کو موتک پور میں پیدا ہوئیں۔ ۱۶ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۲ر نومبر سنہ ۱۹۲۹ء یوم پنجشنبہ کو آپ کی شادی سید مصطفےٰ حیدر

ساکن موتنگ پور کے ساتھ ہوئی ۔ ایک صاحبزادے محمد اختر ہیں جن کی کیفیت مصطفےٰ حیدر موتنگ پور کے ساتھ درج ہے ۔



# باب پنجم

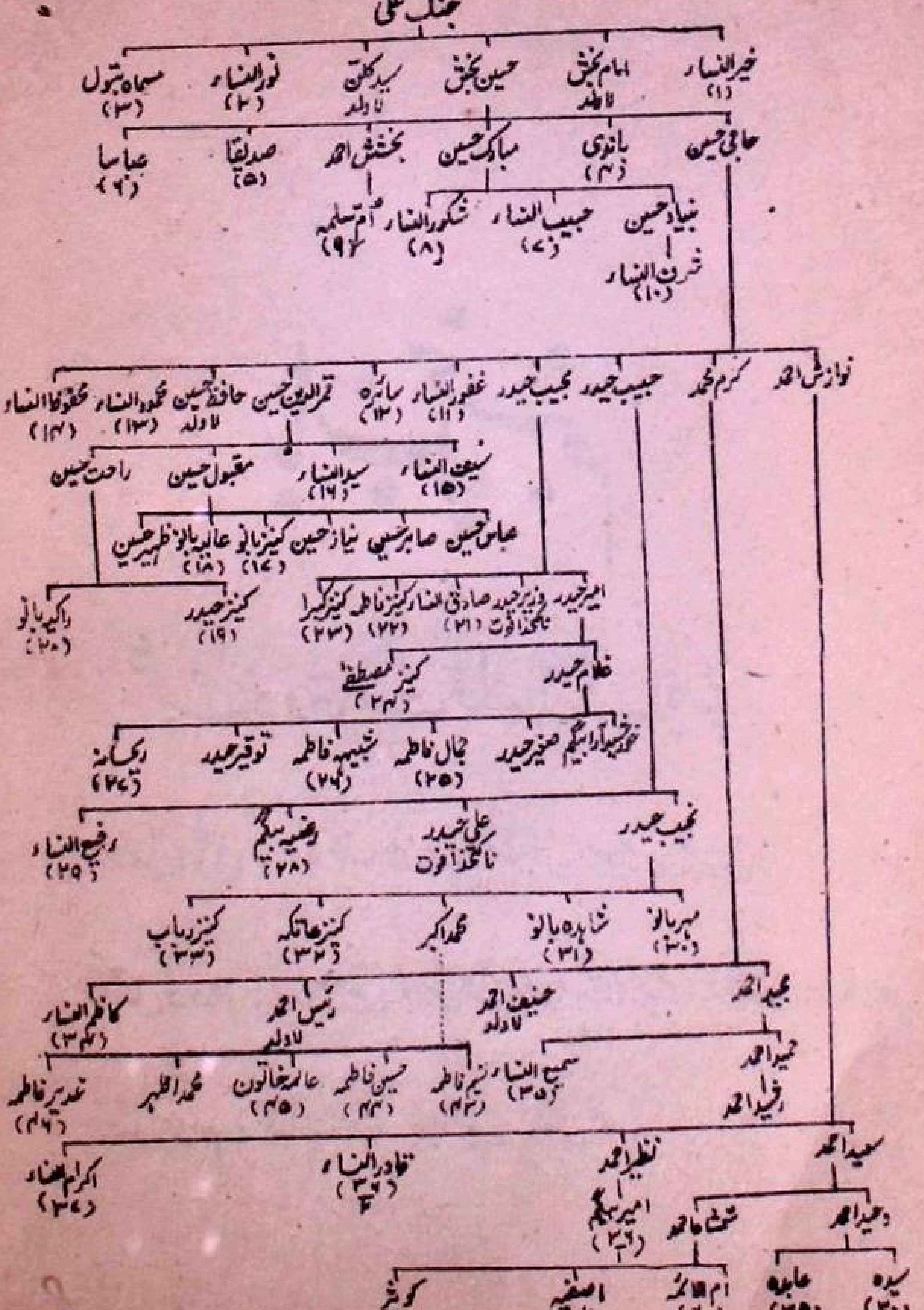
## شجرہ و حالات خاندان قادر پور

فصل اوّل : سید جنگ علی ۔ سید امام بخش ۔ سید حسین بخش

فصل دوم : سید حاجی حسین ۔ نوازش احمد ۔ کرم محمد ۔ حبیب حیدر ۔ مجیب حیدر ۔ قمرالدین حسین ۔ حافظ حسین

فصل سوم : مبارک حسین ۔ بنیاد حسین ۔ بخشش احمد ۔

# شجرہ خاندان قادرپور



# یادداشت دختران

۱- زوجہ صابر علی کھرکا
۲- " تفضل حسین میرانپور
۳- " واصف علی "
۴- " انعام حسین سرائے میر
۵- " سعادت علی میرانپور
۶- " صفدر حسین بھٹیا "
۷- " ناظم حسین "
۸- " ارتضیٰ حسین میرانپور
۹- " سید حسین موتک پور
۱۰- " راجہ ابوالحسن خاں بلہرہ
۱۱- " ناصر حسین سرائے میر
۱۲- " صفدر حسین "
۱۳- " اصغر علی موتک پور
۱۴- ناکتخدا فوت
۱۵- زوجہ محمد امین جرگانواں
۱۶- زوجہ محمد حنیف بہوہ
۱۷- " محمد مستحسن سرائے میر
۱۸- ناکتخدا فوت
۱۹- زوجہ صابر حسین بہوہ
۲۰- زوجہ محمد صادق چھیم بلالوں
۲۱- " سعید احمد قادرپور
۲۲- " نذیر احمد "
۲۳- " نجیب حیدر بہوہ
۲۴- " شمشاد احمد قادرپور
۲۵- ابھی شادی نہیں ہوئی ۔
۲۶- " " "
۲۷- " " "
۲۸- ناکتخدا فوت
۲۹- زوجہ مختار مہدی موتک پور
۳۰- " مقبول حسین بہوہ
۳۱- " راحت حسین "
۳۲- " ابرار مہدی موتک پور
۳۳- " علمدار حسین رُدولی
۳۴- " اکبر حسین چھیم بلالوں
۳۵- " قدیر حسن جرگانواں
۳۶/۱- " وحید احمد قادرپور
۳۶/۲- " وزیر علی موتک پور
۳۷- " بشیر حسین جرگانواں

۳۸- ابھی شادی نہیں ہوئی

۳۹- " " "

۴۰- زوجہ شمیم حیدر موتک پور

۴۱- ابھی شادی نہیں ہوئی

۴۲- " " "

۴۳- پاکستان میں شادی ہوئی ہے۔

۴۴- ابھی شادی نہیں ہوئی۔

۴۵- " " "

۴۶- " " "

---

## فصل اوّل

# سیّد جنگ علی

چونکہ سید کرم سوائے اولاد دختری کے کوئی پسر نہ رکھتے تھے۔ لہذا حسب رواج خاندان کہ بمقابلہ برادر و برادر زادہ حقیقی کے باپ کے ترکہ میں لڑکی کو حصّہ نہیں ملتا ہے۔ سید جنگ علی بحیثیت اولاد اکبر بعد انتقال اپنے باپ و چچا کے قابض ریاست ہوئے۔ چند روز ریاست کا کام کیا تھا کہ اسی زمانہ میں نواب شجاع الدولہ بہادر فرمانروائے اودھ اور انگریزی حکومت سے جدال و قتال کی نوبت آگئی۔ اِس سبب سے تمام ممالک محروسۂ اودھ میں آشوب عظیم برپا ہوگیا چونکہ اس زمانہ میں آشوب غدر برپا تھا کوئی کسی کو نہیں پوچھتا تھا۔ عمّالِ شاہی رعایا پر ظلم کر رہے تھے اور استحصال بالجبر میں مشغول و مصروف تھے۔ چنانچہ قلعہ پورب بلاؤں کے عامل نے وقت غنیمت دیکھ کر سید جنگ علی و بشارت علی کو قید کر دیا۔ سید خادم علی و سید خدا بخش پسر سید بشارت علی نے اِن لوگوں کی رہائی میں چارۂ کار بجز جنگ نہ دیکھا۔ وقت فرصت کے انتظار میں رہے کہ

جس وقت عامل قلعہ محبوسین کو قید خانہ میں روانہ کرے انتشار راہ میں لشکر شاہی سے ان کو چھین لیں۔ آخر الامر چند یوم کے بعد عامل شاہی نے محبوسین کو بحراست تمام سدھور روانہ کیا۔ ابھی فوج قریب عید گاہ کے پہونچی تھی کہ سید خادم علی اس حال سے مطلع ہو کر فوراً سپاہ جرار لیکر پہونچ گئے۔ اور لڑائی شروع ہوگئی۔ فوجِ شاہی مدافعانہ جنگ کرتی ہوئی آگے بڑھی۔ لیکن سید خادم علی نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ جس وقت موضع رسول پور میں پہونچے پالکی کے کہار قتل ہو چکے تھے لیکن جو کہار قتل ہوتا تھا اس کی جگہ تلنگہ شاہی پورا کیا کرتا تھا۔ اسی طرح جنگ کرتے ہوتے آخر بہ ہزار کوشش فوج شاہی قلعہ میں داخل ہوگئی۔ سید خادم علی نے پورے طور سے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور راہِ چارہ و تدبیر مسدود کردی۔ آخر محصورین نے اپنے میں مقابلہ کی قوت نہ دیکھکر سید جنگ علی وغیرہ کو سید خادم علی کے سپرد کردیا بعد رہائی کے اب ان لوگوں کو عامل کی جانب سے اطمینان نہ تھا ناچار مکانات خالی کر کے معہ اہل و عیال کے ستوکھ پور چلے گئے۔ ابھی یہاں کے قیام میں ایک شبانہ روز سے زیادہ نہ گزرا تھا کہ توپوں کی آوازیں لکھنؤ کی طرف سے آنے لگیں۔ معلوم ہوا کہ نواب شجاع الدولہ بہادر اور سرکار انگریز میں صلح ہوگئی۔ اسی کی سلامی ہے۔ بعد تکمیل صلح جب ملک اودھ میں امن و اماں ہوا سیدان موصوف پھر واپس اکرم آباد ہوئے اور انتظام ریاست میں مشغول ہوئے۔

## سید جنگ علی کا علاقہ کے انتظام سے دستبردار ہونا اور امور ریاست سید خادم علی کو تفویض کرنا

قید کے شدائد پر نظر کر کے اور یہ خیال کر کے کہ اگر اب بھی میں علاقہ کا منتظم رہا اور پھر وہی صورت پیش آتی تو مجھ میں قوت اُن شدائد و صعوبات کے برداشت کرنے کی نہیں ہے۔ انتظام علاقہ سے قطعاً قطع تعلق کرلیا اور امور ریاست

سے دست کشی اختیار کی اور انتظام علاقہ کا سید خادم علی کے سپرد کر دیا۔

پہلی نسبت سید موصوف کی مسماۃ فاطمہ دختر سید ابراہیم اللہ زمیندار موضع نصبہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس مخدومہ کے بطن سے سید امام بخش و سید کلن پیدا ہوئے۔ بعد انتقال ان مرحومہ کے دوسری نسبت سید موصوف کی چودھری محمد شاہ سبیہ کے یہاں ہوئی۔ اُن معظمہ کے بطن سے سید حسین بخش اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کا نام علی الترتیب مسماۃ نوراً، مسماۃ بتول، اور مسماۃ خیرؑ تھا۔

## سیدِ امام بخش

بعد تقسیم تعلقہ اپنے باپ کی حیات میں قابض ریاست ہوئے۔ چند روز نہ گزرے تھے کہ سید جنگ علی نے انتقال فرمایا۔ سید امام بخش مرد جرّار اور عالی ہمّت تھے۔ اولوالعزمی، فراخ حوصلگی اور اصابت رائے میں موصوف فرد واحد تھے۔ سید جنگ علی کی اولاد میں یہ اوّل شخص تھے جن کے زمانہ میں ریاست کی توسیع ہوئی۔ جدی کے علاوہ نیا علاقہ بھی حاصل کیا۔ ازاں جملہ ایک موضع محمد پور ہے جسکی دستاویز ظالم سنگھ تعلقدار بدھنی سے باتفاق میر فضل حسین زمیندار موضع جبر گالواں مبلغ سترہ سو روپیہ (الہدان) دیکر خرید لی۔ یہ موضع عرصہ ہوا کہ سادات کے قبضہ سے نکل گیا تھا۔ جو ایک مدّت کے بعد پھر شامل پرگنہ بلالوں ہوا۔ ٹی نے پورہ خرید کی جس کی دستاویز سید حاجی حسین کے نام ہوئی۔ نصف موضع علی پور مبلغ پانسو روپیہ (صما) گنگا سنگھ راجپوت کو دیکر دستاویز خرید لی۔ نصف موضع جکتارہ لالہ مہربان سنگھ قانونگو موضع بلالوں سے ذریعہ رہن حاصل کیا۔ نصف موضع قصبہ نصف موضع جلالپور ذریعہ رہن حاصل کیا۔ کوئی ذاتی لڑائی سید موصوف کو نہیں لڑنا پڑی بعض شخصونکی اعانت کا اکثر اتفاق ہوا۔

## راجہ بہریلیا کا اسندرہ پر تاخت لانا اور سید موصوف کے ہاتھوں شکست فاش کھانا

جس وقت قوم بہریلا دوسری مرتبہ بمعاونت راجہ گوردت سنگھ ایک ہزار سات سو سپاہِ جرار لیکر مثل باد صرصر موضع اسندرہ پر دوڑ لائی۔ سادات اسندرہ یہ خبر سن کر فوراً مسلح ہوئے اور قریب درگاہ سید حسن مرحوم مقابلہ پر آمادہ ہو گئے لیکن جب دباؤ دشمن کا زیادہ پڑا۔ پائے استقلال کو تزلزل ہوا اور نہایت سراسیمگی سے بھاگ کر اپنے اپنے گھروں میں پہونچ کر دروازے بند کر لیئے اور کوٹھوں پر چڑھکر لڑنا شروع کیا۔ دشمن تعاقب کرتا ہوا اندر آبادی کے داخل ہو گیا۔ اور اکثر مقامات پر آگ لگا دی۔ بعض سادات کے گھر منہدم کرنے لگے اور قریب تھا کہ بعد انہدام دروازے توڑ کر اندر گھس پڑیں اور سادات کو قتل کر ڈالیں۔ اسی اثناء میں میر امام بخش حقیقتِ حال سے مطلع ہو کر بتعجیل تمام اپنی سپاہ کو سید حسین بخش اپنے چھوٹے بھائی کی ہمراہی میں دیگر سادات اسندرہ کی کمک پر روانہ کیا۔ ابھی منزلِ مقصود پر نہ پہونچے تھے کہ سپاہیان متعینہ تھانہ بھوگلا بھی پہونچ کر سید موصوف کے لشکر سے ملحق ہو گئے۔ پس ایک معتدبہ جماعت سید حسین بخش کے ساتھ ہو گئی۔ قریب تھا کہ بہریلیوں کا لشکر دروازے توڑ کر اندر مکان کے گھس پڑے کہ سید حسین بخش سپاہِ جرار لئے ہوئے پہونچ گئے۔ جس وقت غنیم نے سید موصوف کی آمد کی اطلاع پائی فوراً مقابلہ کے لئے دوڑ پڑا۔ قریب مکان میر علی احد طرفین سے مقابلہ شروع ہو گیا قضائے کار پانچ نفر غنیم کے سپاہیوں کے جو شجاعت و دلاوری میں یکتائے روزگار تھے طرفۃ العین میں نشانۂ بندوق بنے۔ یہ حال دیکھکر غنیم کی فوج پر ایسا خوف و ہراس طاری ہوا کہ کمال سراسیمگی کی حالت میں یکبارگی سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور موضع بھٹیا پہونچ کر دم لیا۔ مگر تعاقب کے خیال سے وہاں بھی پیر نہ جمے

اور اپنے اپنے گھروں میں جا گھسے۔ عین معرکہ کی گرما گرمی کے وقت مردمانِ جردی نے وقت فرصت دیکھ کر ایک بڑی جمعیت سے موضع مرجیا پر حملہ کر دیا۔ اور قتل و غارت شروع ہو گیا۔ بعد ہزیمت مخالفان جب سید حسین بخش کو یہ حال معلوم ہوا فوراً مرجیا کے بچانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے مگر قبل اس کے کہ کسی جنگ کی نوبت آوے ان لوگوں نے تاب مقابلہ نہ دیکھی اور راہِ فرار اختیار کی۔

## سید محمد حسین کا جرگانواں کا محاصرہ کرنا اور سید امام بخش کے خوف سے ناکامیاب واپس جانا

جب سید محمد حسین تعلقدار ریاست مصطفیٰ آباد موضع جرگانواں کے محاصرہ کر لینے کی غرض سے قرب و جوار کے زمینداران سے مدد لیکر تیار ہوئے۔ سادات موضع جرگانواں اس حال سے مطلع ہوتے۔ اور میر امام بخش سے کمک کے خواہاں ہوئے۔ سید موصوف نے استعانت منظور کی۔ سپاہ مخالف کا اندازہ نہ کر کے باوجود تاریکی شب کے ستر نفر سپاہی امداد کے لئے روانہ کر دیئے مگر قبل اس کے کہ سفیدہ صبح نمودار ہو نوبت محاصرہ کی پہونچ گئی اور جو سپاہی میر امام بخش نے امداد کے لئے روانہ کئے تھے وہ فوج مخالف کی انبوہ کثیر کی وجہ سے نہ گزر سکے۔ اس حال کو دیکھ کر سادات موصوفین نہایت متردد ہوتے اور پھر سید امام بخش سے کمک کے لئے استدعا کی سید امام بخش نے زمینداران قرب و جوار کو امداد پر بہت آمادہ کیا مگر سب نے یہ جواب دیا کہ اگر کسی غیر کا حملہ ہوتا تو ہم مدد دیتے مگر خانگی جھگڑوں میں ہم لوگ ایک دوسرے کو امداد نہیں دے سکتے ہیں۔ سید امام بخش کو کمال تردد ہوا۔ اسی فکر میں بیٹھے تھے کہ گنگا پرشاد زمیندار بیجا پور معہ ۱۰ نفر سپاہیوں کے اور راجو دھیا سنگھ پسر دند سنگھ زمیندار تالا معہ آٹھ نفر سپاہیوں کے پہونچ گئے۔ سید موصوف ان لوگوں کا پہونچنا غنیمت سمجھے اور بلا دوسرے کا انتظار کئے ہوئے کمال دلاوری سے

دونوں صاحبوں کو معہ ۹ نفر اپنے سپاہیوں کے جن کی کل تعداد ستائیس تھی ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے۔ جس وقت پورب بلاوں پہونچے دیکھا کہ میر مدد علی وغیرہ نے موضع سرائے سالم میں آگ لگا دی ہے۔ اس حال کو دیکھ کر سب سپاہیوں کو جمع کیا اور سیاہِ مخالف پر جا پڑے۔ میر مدد علی وغیرہ جو کمک سے بے خبر تھے گھبرا اٹھے اور بلا دریافت حال بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب میر امام بخش سرائے سالم پہونچے وہ سپاہی جو پیشتر سادات جبر گالنواں کی مدد پر روانہ ہوئے تھے وہ بھی نکر جماعت سے مل گئے۔ میر محمد حسین اپنے خلاف یہ حالت دیکھکر بلا لڑے ہوئے ناکامیاب واپس گئے۔

نسبت سید موصوف کی مسماۃ زینت دختر سید پیر علی زمیندار میران پور کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن سے دو لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں جو صغر سنی میں انتقال کر گئیں۔ اس لئے سید موصوف نے لاولد اِس جہانِ فانی سے رحلت کی۔ سید کلن جن کا خورد و نوش ایک تھا عین عالمِ شباب میں لاولد فوت ہوئے۔

# سید حسین بخش ابنِ جنگ علی

نواب سعادت علی خاں بہادر فرمانروائے اودھ کے زمانہ میں جب سید حسین بخش کا زمانۂ شباب تھا سید فضل احمد سے ایک گھوڑا مستعار لے کر آصف زماں خاں کے رسالوں میں سواروں میں ملازم ہوئے۔ چار یا پانچ سال ملازمت کی تھی کہ سید غلام امام مرحوم کا انتقال ہو گیا۔ سید فضل احمد و سید امام بخش میں نوبت مخالفت کی پہونچی سید موصوف ملازمت بادشاہی ترک کر کے مکان چلے آئے۔ اور موازی دو سو بیگہ گزارہ پر اکتفا کر کے گوشہ نشینی اختیار کی اور تعلقات دنیوی سے ہاتھ کھینچکر عبادتِ باری تعالیٰ میں مشغول ہوتے۔ سید موصوف کی پہلی نسبت مسماۃ وزیرن دختر سید خادم علی موتکپوری سے ہوئی تھی اُن منظمہ کے بطن سے سید حاجی حسین و مسماۃ باندی پیدا ہوئے

اور دوسری نسبت سید موصوف کی میران پور میں مسماہ باندی دختر میر حسن رضا کے ساتھ ہوئی جن کے بطن سے دو لڑکے سید مبارک حسین و سید بخش احمد اور دو لڑکیاں مسماۃ صدیقاً و مسماۃ عباساً پیدا ہوئیں ۔ جب سید امام بخش کا انتقال ہوگیا بجائے ان کے سید حاجی حسین برادر زادہ سید مرحوم قابض ریاست ہوئے ۔ اور سید حسین بخش بدستور گوشہ نشین رہے ۔ سید حسین بخش و سید حاجی حسین میں بوجہ سید حسین بخش کے عقد ثانی کرنے کے آپس میں کچھ دلی رنجش تھی جو ایک عرصہ سے چلی آتی تھی ۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر سید مبارک حسین نے ایک ہبہ نامہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ کے معاوضہ میں جیالاگی سے اپنے نام سید حسین بخش سے لکھوالیا ۔ جس کا مفصل ذکر سید حاجی حسین کے بیان میں انشاء اللہ آئے گا ۔ آخر عمر میں سید حسین بخش نابینا ہو گئے آخر بروز پنجشنبہ ۱۲ ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۸۶۲ء اس جہان فانی سے رحلت فرمائی ۔

نہایت عابد و پرہیزگار شخص تھے ۔ ہمیشہ اپنا وقت عبادتِ الٰہی میں صرف کرتے تھے ۔ صلحائے روزگار سے تھے اور ہمیشہ بعد فراغ حوائج ضروریہ بعد نماز واجب و نوافل تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے اسی طرح مدت العمر عبادت و بندگی حق سبحانہ تعالیٰ میں مشغول و مصروف رہے ۔

## فصل دوم

# سید حاجی حسین ابنِ سید حسین بخش

### حاجی حسین کا بعد سید امام بخش کے مالکِ ریاست ہونا اور نور پور پر سید غلام جعفر کا قبضہ

سید امام بخش کے انتقال کے بعد سید حاجی حسین برادر زادہ سید مرحوم

بجائے اپنے چچا کے علاقہ کے مالک ہوئے۔ مرد جرّار و نامی اور اولاد سید جنگ علی میں نہایت اولوالعزم و گرامی تھے۔ حسن معاشرت و جود و کرم میں معروف۔ الحاصل اسی زمانہ میں نوبت تقریب فاتحہ چہلم سید امام بخش کی نہ آئی تھی کہ راجہ سنگھ جی والیٔ سورجپور راوت سرائے کے قبضہ کی فکر میں مشغول تھا اور زمینداران قرب و جوار کو اپنی مدد پر آمادہ کر رہا تھا۔ چنانچہ سید موصوف بھی اپنی سپاہ جرّار لے کر راجہ مذکور کی مدد پر سورجپور پہونچے۔ اسی اثناء میں میر محمد علی عامل پرگنہ بھدلاؤں اس حکمنامہ کی تعمیل میں جو راجہ رام ادھین سنگھ بہادر چکلہ دار کی حضوری سے بغرض دخل دہانی و قبضہ سید غلام جعفر تعلقہ میر بشارت علی کی بابت صادر ہوا تھا۔ سید غلام جعفر کو معہ ایک جمعیت کثیر کے اپنے ساتھ لے کر نور پور پہونچے۔ اور بعد قبضہ و استحکام تھانہ مسمی روپ دوبے کو معہ ہیرالال دیوان اور اس کے لڑکے کو قید کر کے گڈھی مونگیپور لائے۔ سید غلام جعفر نے دیوان مذکور کے مکان کو اپنا تھانہ قرار دیکر کچھ سپاہی وہاں تعینات کر دیے۔

جس وقت سید حسین بخش کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی فوراً ایک ملازم کو حکم دیا کہ وہ سورجپور جاکر سید حاجی حسین کو آگاہ کرے۔ ملازم مذکور قریب نالہ راری کے پہونچا تھا کہ سید حاجی حسین سے ملاقات ہوئی جو معہ راجہ کے راوت سرائے کی تسخیر کے لئے جا رہے تھے۔ ملازم مذکور نے سرگذشت بیان کی۔ سید حاجی حسین کو پیشتر اس سے اطلاع نہ تھی۔ اس حقیقت کو سن کر بہت متردد ہوئے اور اسی طرح ہمراہ رکاب راجہ مذکور کوچ کرتے ہوئے نور پور دینا ناتھ گوسائیں کے باغ کے پاس پہونچے۔ راجہ سے مفصل کیفیت بیان کی اور گھر واپس جانے کی اجازت چاہی راجہ نے جواب دیا کہ راوت سرائے سے واپس ہو کر میں آپ کو رخصت کروں گا ہر چند اصرار کیا مگر راجہ نے منظور نہ کیا۔ ناچار سید حاجی حسین مخالفت خلاف مصلحت سمجھ کر اس کے ساتھ راوت سرائے پہونچے اور بعد قبضہ و دخل و استحکام تھانہ واپس ہو کر

نے پورہ گھاٹ سے رخصت ہوئے۔ راجہ نے بہت معذرت کی اور کہا جس طرح میری موافقت میں آپ کا کام بگڑا ہے میں ہر طرح آپ کی مدد کے لئے تیار ہوں حکم دیجئے بجا لاؤں۔ جواب دیا کہ جو امور سرکار دولتمدار کے حکم سے سرانجام پاتے ہیں اس کے خلاف آپ کی اعانت موجب بدنامی ہوگی۔ بس اسی قدر کافی ہے کہ عنایت میرے حال پر ہمیشہ مبذول رہے۔ بہرحال جس وقت سید حاجی حسین قادرپور پہونچے اور سید حسین بخش سے مل کر ساری کیفیت تھانہ بسید غلام جعفر و گرفتاری کاربردازان ریاست و تاراجی اموال و اجناس رعایا بالتصریح سنی کہنے لگے کہ اب وہ فکر کرنا چاہیے جو وقت کے مناسب حال ہو چنانچہ رات اسی فکر و تردد میں بسر ہوئی۔ صبح کو میر علی محمد عامل پرگنہ بجدلاؤں کو یہ خبر ملی کہ سید حاجی حسین راؤت سرائے سے واپس آئے اور قادرپور میں موجود ہیں۔ فوراً بخت سنگھ جمعدار کو حکم دیا کہ جاکر سید حاجی حسین سے کہو کہ اس مقدمہ میں اگر سرکار دولتمدار سے انھوں نے سرتابی کی تو یہ سمجھ رکھیں کہ یہ زمانہ حکومت راجہ بہادر کا ہے ماخوذ ہو کر گرفتار رہوں گے۔ سید حاجی حسین نے جواب دیا کہ جب میری ریاست سید غلام جعفر کو دیدیگئی جو رعایا و حاکم کے درمیان میں ایسا نہ ہونا چاہیے اب میرے وہ تعلقات آپ سے باقی نہیں رہے۔ ایسی حالت میں سرکار کو ذرہ برابر نہیں ڈرتا ہوں اور سرکار کی مخالفت میں جہانتک ہوگا کسی امر میں دریغ نہ کروں گا۔ جمعدار مخالفت آمیز جواب سن کر بہت برخاستہ خاطر ہوا اور آکر ساری سرگذشت عامل موصوف سے عرض کردی کہ اب افہام و تفہیم سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جو شخص سرکار کی مخالفت پر آمادہ ہو اور جنگ و پیکار کے لئے کمر کس چکا ہو سرکار کی سیاست اور راجہ بہادر کو کب دھیان میں لا سکتا ہے۔ آخر کار عامل موصوف دو روز موتگپور میں قیام کر کے قیدیوں کو لئے ہوتے مصطفےٰ آباد گئے۔ چونکہ میر محمد حسین سے دوستی بھی وہیں ٹھہر گئے۔ لیکن سید حاجی حسین سے بیخوف نہ تھے۔ الحاصل سید حاجی حسین نے

اپنے اعزہ کو جمع کر کے صلاح وقت پوچھی۔ انھوں نے جواب دیا کہ آپ کا علاقہ آباد اور رعایا خوش و خرم ہے اگر اس حالت میں سرکار سے مخالفت کیجیے گا تو مکانات جو صرف کثیر میں تعمیر ہوتے ہیں وہ مسمار کر دیئے جائیں گے۔ حیثیت تعلقہ و رعایا کی متبدل ہو جائے گی اور سوائے بربادی اور خرابی کے کوئی صورت نہ ہوگی۔ ایسی حالت میں ہم لوگوں کی رائے سرکار سے مخالفت کرنے کی نہیں ہے۔ آئندہ آپ کو اختیار رہے۔ سید حاجی حسین نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کی رائے میرے حق میں نہایت انسب ہے لیکن بحالت موجودہ کیا تدبیر کیجائے۔ نو آنے بابتہ مالگذاری داخلِ خزانہ سرکار کر چکا ہوں بقیہ مطالبہ سات آنے مجھ سے لئے جائیں گے۔ حالانکہ علاقہ جدّی کے علاوہ جس کا محاصل کثیر تھا میرے قبضہ سے نکل گیا۔ دوسرے یہ کہ سید غلام جعفر کا تھانہ قریب ہونے کی وجہ سے اقل درجہ سو سپاہیوں سے کم رکھنا ممکن نہ ہوگا۔ علاوہ اسکے اخراجات خانگی ظاہر ہیں کہ ان سب کا انحصار ریاست پر ہے۔ جب ریاست نہ ہوگی کیونکر کام چلے گا۔ سرکار کی مخالفت اور رعایا کی خرابی پر نظر کر کے خاموش رہوں اس حالت میں بسر اوقات میرے امکان سے باہر ہے اور قطع نظر اس کے ابھی میر امام بخش کو انتقال کئے ہوئے زیادہ مدت نہیں گذری ہے اگر آج سکوت اختیار کروں تو کل لوگ طعنہ دیں گے کہ کچھ بناتے نہ بنی اور ریاست پر دوسرے قابض ہوگئے لہٰذا اگر آپ لوگوں کی رائے ہو تو اہل و عیاں کو لے کر کسی محفوظ مقام کو چلا جاؤں اور وہاں سے ریاست حاصل کرنے کی کوشش کروں اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں۔ آئندہ خدا مالک ہے۔ میر حسین بخش نے جواب دیا کہ میں نے سکوت کی رائے مقتضائے وقت سے دی تھی۔ اب تم کو اختیار ہے جو فکر مناسب سمجھ کرو۔ القصہ بعد اتفاق رائے سید حاجی حسین مخفی طور سے اعزاء و احباب سے امداد کا انتظام کرکے لگے کہ تاریخ معینہ کو شام کے وقت سب لوگ قادر پور پہونچ جاویں۔ آخر کار وعدہ کی تاریخ

پر ہر طرف سے لوگ جوق در جوق جمع ہونا شروع ہوئے۔ پہر رات گذری تھی کہ سید حاجی حسین نے موتی سنگھ بہرلیا کو ایک کثیر جماعت کے ساتھ منارہ روانہ کیا کہ لڑائی میں کوئی دقیقہ سعی و کوشش کا اٹھا نہ رکھے۔ وہ خیر خواہ وفادار سپاہ جرار لئے ہوئے تعمیل حکم میں مشغول ہوا اور منارہ پہونچ کر کل گاؤں میں آگ لگا دی۔ دلیل خاں و بھوبن خاں پٹھان جو اپنے کوٹھوں پر سے بندوق سے لڑ رہے تھے یکے بعد گولی سے زخمی ہوئے الحاصل موتی سنگھ منارہ کو خاک سیاہ کر کے نسی پور آیا چند گھر رہا یا مثل لالہ فرصت لال وغیرہ کے جلا کر چاہا کہ مثل منارہ کے اس موضع کو بھی خاک سیاہ کردے کہ اسی اثناء میں ایک جماعت بھالے سلطانوں کی ولی نگر سے یورش کر کے مقابلہ کے لئے پہونچگئی۔ موتی سنگھ نے بھاگ کر دینا ناتھ گوسائیں کی باغ میں مورچہ قائم کیا۔ اسی حالت میں سید غلام جعفر کے سپاہی تھانہ نورپور سے اور ایک جماعت نسی پور کے مورچوں سے آگئی اور بندوق چلنے لگی۔ دوسری جماعت سرون پور سے نکلی جس نے قادر پور کا رُخ کیا۔ اور مورچہ باندھ کر لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ تمام شب اور تین گھڑی دن چڑھے تک طرفین سے ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ اسی اثناء میں ہمراج جو بعہدہ کلکٹری راجہ غالب جنگ کی طرف سے ممتاز تھا اور اس زمانہ میں راؤت سرائے میں مقیم تھا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے نے پورہ گھاٹ پہونچا اور ایک سوار بھیجکر حکم دیا کہ لڑائی موقوف کیجائے۔ الحاصل لڑائی بند ہوئی اور ہر شخص اپنے مقام کو واپس گیا۔

## سید حاجی حسین کا دریا پار اُتر جانا اور نالہ کلنجرا میں پناہ لینا

جب ساحل دریائے گومتی کا لشکر شاہی کا فرودگاہ قرار پایا سید حاجی حسین کے رسد کے چھکڑوں کا جو حیدر گڑھ کی جانب رسد لانے کے لئے

بھیجے گئے تھے اس پار اُترنا محال ہوگیا۔ سید حاجی حسین رسد کے نہ پہونچنے سے نہایت دلتنگ ہوئے۔ تھوڑا بھنا ہوا غلہ اپنی جمعیت میں تقسیم کیا۔ جب رات ہوئی سرکار کی مخالفت ونیز تنگی سامان رسد سے چارۂ کار بجز بھاگ کر دریا پار اُتر جانے کے نہ دیکھا ارباب معاونت کو رخصت کیا اور اپنے سپاہیوں کے ساتھ اہل وعیال کو لے کر بھٹہ گھاٹ سے اُتر کر نئے پورہ پہونچے۔ چند روز لوٹ مار میں زندگی بسر کرتے رہے اتفاقاً ایک روز راجہ غالب جنگ بہادر چکلہ دار نئے پورہ کی راہ سے وساہ جارہے تھے جس وقت لشکر دریائے گومتی کے کنارے پہونچا۔ سید غلام جعفر نے حاضر ہوکر ڈاکہ زنی سید حاجی حسین کی بیان کی۔ راجہ موصوف نے حقیقت بغاوت کی سُن کر افسران فوج کو حکم دیا کہ جاکر سید حاجی حسین کو فوراً گرفتار کرلیں۔ لیکن قبل اس کے کہ لشکر شاہی پہونچے کسی نے خفیہ اطلاع کردی۔ سید حاجی حسین یہ خبر سن کر وہاں سے چلدیئے۔ ملازمان سید غلام جعفر مع فوج شاہی کے بچے کچے گاؤں کو خوب لوٹا اور تاراج کیا اور اہل وعیال بعضے رفقائے سید حاجی حسین کو گرفتار کرکے موتک پور لائے۔ تاآنکہ سید حیدر حسین کی سفارش سے ان لوگوں نے رہائی پائی۔ ایسی حالت میں سید حاجی حسین نے نئے پورہ کا قیام اپنے لیے خلاف مصلحت دیکھکر نالہ کلنجرا میں سکونت اختیار کی۔ چند روز اسی حالت میں گذر رہے چنانچہ ملازمان سید حاجی حسین خرچ کی تنگی سے نہایت دل تنگ ہوئے اور رفاقت ترک کرنے لگے یہانتک کہ ایک تھوڑی جماعت باقی رہ گئی۔ سید حاجی حسین نے یہ حالت دیکھکر کلنجرا کی سکونت ترک کردی اور موضع بھیتری چلدیئے اور وہاں سکونت اختیار کی۔

## راجہ غالب جنگ بہادر کا چکلہ داری سے معزول ہونا اور راجہ امداد علی خاں کا چکلہ دار مقرر ہونا

جب راجہ بہادر چکلہ داری سے معزول ہوئے اور بجائے ان کے راجہ
امداد علی خاں کنتوری چکلہ دار مقرر ہوئے ۔ اس حال میں سید حاجی حسین مشمی
دولت سنگھ بسین کے ذریعہ سے کنور بہادر کلکٹر سے امان نامہ حاصل کر کے لشکر شاہی
میں حاضر ہوئے ۔ جس وقت سید غلام جعفر کو یہ حال معلوم ہوا سید محمد حسین مصطفےٰ آبادی
کو ساتھ لے کر راجہ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر حاجی حسین
کا امان نامہ منسوخ کیا جائے تو میری مُہر حاضر ہے ۔ جسقدر مطالبہ مالگذاری میرے
اوپر تشخیص کیا جائے قبولیت دفتر میں داخل کر دوں ۔ راجہ موصوف نے قبول کیا
اور کارپردازوں کو حکم دیا کہ صبح کو قبولیت ہر دو تعلقوں موتک پور و قادر پور کی بعد
مہر و دستخط سید غلام جعفر داخل کریں ۔ جب صبح ہوئی راجہ موصوف نے کنور بہادر
کلکٹر سے کہا کہ سید حاجی حسین کو اپنے امان نامہ سے جواب دیدو ۔ کیونکہ میرے
فیصلوں میں خلل واقع ہوتا ہے ۔ اُن اہلکاران سرکار نے سید حاجی حسین کو حقیقت
حال سے آگاہ کیا ناچار سید حاجی حسین بلا حصول مقصد وہاں سے کوچ کر کے پہلوان سنگھ
کی گڈھی میں آکر پناہ گزین ہوئے اور سید غلام جعفر چکلہ دار سے رخصت ہو کر اپنے
گھر آئے ۔ چند روز نہ گزرے تھے کہ سید حاجی حسین نے دلی نگر پر دوڑ لا کر اس میں
آگ لگا دی اور ایک ساعت میں تمام گاؤں کو پھونک دیا یہانتک کہ چودہ آدمی
آگ میں جل کر مر گئے دو ایک کسان زخمی ہوئے ۔ سید غلام جعفر نے قادر پور پہونچ
کر سید حاجی حسین کے مکان میں گھر میں بھس بھر کر آگ لگا دی اور اس کو خاک سیاہ
کر دیا ۔ جس وقت سال آخر ہوا اور جیٹھ آیا سید حاجی حسین پھر ذریعہ دولت سنگھ بسین
کنور بہادر کلکٹر سے امان نامہ حاضری حاصل کر کے لشکر شاہی میں حاضر ہوئے ۔
اور راجہ امداد علی خان نے ملاقات کی اور کیفیت مقدمات بیان کی ۔ آخر چکلہ دار
کے حضور سے فیصلہ ہوا کہ تعلقہ قادر پور بشمول لوہر پور سید حاجی حسین کو دیا گیا اور

میرزدوالفقار علی حضرت پوری جو اس زمانہ میں عامل کٹھیا تھے ان کو حکم ہوا کہ سید حاجی حسین کا قبضہ تعلقہ مذکور پر کرادیں۔ حسب الحکم چکلہ دار سید موصوف عامل کے پاس حاضر ہوئے اور حکمنامہ دیا۔ عامل سید غلام جعفر کا دوست تھا اس نے ٹالنا شروع کیا اس حالت کو دیکھ کر سید موصوف پھر لشکر کو واپس آئے اور راجہ موصوف سے سرگذشت بیان کی۔ یہ کیفیت سن کر کنور بہادر کلکٹر کے نام حکم جاری ہوا کہ کلکٹر موصوف فوراً قبضہ و دخل سید حاجی حسین کا تعلقہ پر کرادیں چنانچہ کنور بہادر کلکٹر حسب استدعائے سید موصوف ایک کمپنی فوج مع ایک ضرب توپ ساتھ لے کر قادرپور پہونچے اور فوج سرکار کی مدد سے ایک مدت کے بعد تعلقہ جدی بشمول نورپور پھر قبض و دخل سید حاجی حسین میں آیا۔

## سید غلام جعفر کی جد و جہد

جب صورتِ حال اس طرح بر واقع ہوئی۔ سید غلام جعفر دریاباد پہونچے اور راجہ امداد علی خاں بہادر سے ملاقات کی اس کے بعد کنور بہادر کلکٹر کو جو سید حاجی حسین کے معاملات میں زیادہ دلچسپی رکھتا تھا اپنا موافق بنا لیا اور قریب تھا کہ صورتِ معاملہ پھر دگرگوں ہو جاوے۔ سید حاجی حسین کو یہ حال معلوم ہوا۔ فوراً دریاباد پہونچے اور کنور بہادر کلکٹر سے ملاقات کی لیکن مثل سابق کے اسکو اپنا ہمدرد نہ پایا اور اس نے کچھ التفات ان کی طرف نہ کی سید موصوف سخت متردد و پریشان ہوئے ناچار اس کے لشکر میں قیام اختیار کیا۔ جب چند ماہ اسی طرح بسر ہوتے ایک روز صبح کو کلکٹر مذکور حسب دستور اپنی خوابگاہ سے اٹھا ہاتھ منھ دھو رہا تھا کہ دفعتاً اس کی نظر سید حاجی حسین پر پڑی۔ بڑے لطف و تپاک سے طلب کر کے استفسار حال کیا اور مثل سابق بہت لطف و مدارات سے پیش آیا۔ کہنے لگا کہ

سید غلام جعفر ایک ہزار روپیہ بطور نذر سلامی دیتے ہیں صرف اس لیئے کہ تمہارے معاملات میں دخل نہ دوں ۔ اور حکم قبضہ کا جو آپ کی نسبت ہے اسکو منسوخ ہو جانے دوں ۔ سید حاجی حسین نے جواب دیا کہ آپ کو ہر طرح کا اختیار ہے لیکن جو امر مناسب ہو وہ ہونا چاہیئے ۔ جواب دیا خیر تم مطمئن رہو میں طمع دنیا پر ہرگز نظر نہیں رکھتا اور معاہدہ سابق سے انحراف نہ کروں گا اور ہر حال میں آپ کا معاون و مددگار رہوں گا ۔ اب جس وقت میں کچہری جاؤں میرے ساتھ چلو تمہاری طرف سے قبولیت داخل کر کے پورا اطمینان تمہارا کر دوں گا ۔ سید حاجی حسین نے شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ کچہری جا کر دو قبولیتیں بابتہ تعلقہ قادرپور بشمول موضع نورپور مو فرد ضمانت کنور بہادر کلکٹر بابتہ مطالبہ مالگذاری سید حاجی حسین نے اپنے نام سے دفتر شاہی میں داخل کر دیں ۔ اس کے بعد سید موصوف کلکٹر مذکور سے رخصت ہو کر اپنے گھر آئے اور کل تعلقہ کے محاصل کو موسم میں دیکر ضمانت کا مطالبہ ادا کر دیا ۔ چنانچہ راجہ امداد علیخاں کے عہد حکومت میں تعلقہ مذکور پر بدستور سید حاجی حسین کا قبضہ قائم رہا ۔

## اسری سنگھ کا اکثر مواضعات پر قبضہ کر لینا اور سید حیدر حسین و سید حاجی حسین میں باہمی اتفاق و اتحاد

حب راجہ امداد علی خاں چکلہ داری سے معزول ہو گئے اور بجائے ان کے راجہ ہردت سنگھ اودھ حکومت پر ناظر ہوئے ۔ اسری سنگھ ساکن منہواں جو ملازمان شاہی میں خصوصیت رکھتا تھا چکلہ دار مذکور کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اور مواضعات منہواں ۔ بہادر نگر اور اشرف نگر کی قبولیت اپنے نام کرالی اور چند دستہ فوج سرکار کی مدد سے بہادر نگر میں تھانہ قائم کر لیا

سید حیدر حسین نے حاجی بشارت علی کے ذریعہ سے سید حاجی حسین کے پاس پیام بھیجا کہ آپ سے چند باتوں میں مشورہ کرنا ہے یہاں آکر مجھ سے مل جائیے۔ سید حاجی حسین نے قدیم مخالفت کے خیال سے عذر کہلا بھیجا۔ لیکن آخرالامر یہ رائے قرار پائی کہ قادرپور دموتک پور کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر صورت ملاقات کی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ موضع نورپور میں باہم ملاقات ہوئی۔ سید حیدر حسین نے اِسری سنگھ کی قبولیت کا حال بیان کیا۔ اور کہنے لگے کہ اسکی قبولیت و قبضہ و دخل جس طرح سے ہے وہ آپ پر مخفی نہیں ہے۔ اس حالت میں مقتضائے مصلحت یہی ہے کہ اگر آپ پھر بھاگ جائیں اور علاقہ میں لوٹ مار شروع کردیں تو سب کام بن جائیں۔ سید حاجی حسین نے جواب دیا کہ مجھ کو ایک مدت اسی حالت میں گزری ہے اب ڈرتا ہوں کہ اگر بھاگوں اور نقضِ عہد کروں تو میری خرابی و بربادی کا باعث ہوگا۔ اِس صورت میں مناسب یہ ہے کہ اس مرتبہ آپ بھاگیں اور اس کا تدارک کریں۔ الحاصل اول رائے پر عہد و پیمان ہوا اور ایک دوسرے سے رخصت ہوتے۔ صبح کو جب آفتاب نکلا۔ سید حاجی حسین نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جاکر بہادر نگر کا محاصرہ کرلیں۔ لیکن بغیر اس کے کہ کسی مقابلہ کی نوبت آوے۔ اِسری سنگھ معہ سرکاری دستے اور اپنے ملازموں کے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس وقت سے سید غلام جعفر اور سید حاجی حسین میں آمدرفت شروع ہوئی۔ القصہ اسری سنگھ نے بھاگ کر راجہ ہردت سے ساری کیفیت بیان کی اور ایک دوسرا حکم نامہ قبضہ کا حاصل کرکے پھر واپس ہوا۔ لیکن اثنائے راہ میں فرشتۂ موت نے مہلت نہ دی راہیٔ ملک عدم ہوا۔ اور بے میر بازی ابتر ہوکر فوجِ شاہی واپس گئی۔ اِس طرح سے اس فتنہ سے نجات ملی۔

## نقضِ عہد سید غلام جعفر اور سید حاجی حسین کا قید ہونا

چونکہ راجہ ہردت سنگھ سید غلام جعفر کو بہت معزز و ممتاز رکھتا تھا لہذا سید غلام جعفر وقت فرصت دیکھ کر پھر نور پور کی قبولیت کی فکر کرنے لگے راجہ مذکور کے حضور میں حاضر ہو کر کل کیفیت تعلقہ نور پور کی گذارش کی اور خواہش ظاہر کی کہ اگر حضور خود بہ نفس نفیس سید حاجی حسین کو جا کر گرفتار کر لیں گے تو فتنہ و فساد سب دفع ہو جائے گا۔ راجہ مذکور نے سید غلام جعفر کی التماس قبول کی اور تاریخ مقررہ پر جو اہلِ تنجیم کے نزدیک ساعت نیک تھی سپاہ سرکار معہ چند نواب شعلہ بار کے سید غلام جعفر کو ساتھ لے کر موضع قادر پور پہونچا اور حملہ کر کے مکان کے عقب دروازے سے معہ کل سپاہ کے اندر مکان کے داخل ہو گیا۔ سید حاجی حسین کو اس حال سے مطلق اطلاع نہ تھی۔ جب تک خبردار ہوں فوجِ شاہی اندر مکان کے داخل ہو چکی تھی۔ پس چارہ کار سوائے مقابلہ کے نہ دیکھ کر لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ چند لوگ جو اس وقت موجود تھے مدافعت پر کھڑے ہو گئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ اینہا سنگھ پاٹک سید حاجی حسین کے سپاہیوں میں سے مقتول ہوا۔ اور دو نفر سرکاری فوج کے مارے گئے۔ آخر کار سید حاجی حسین معہ اہل و عیال کے اسیر فوجِ سلطانی ہوئے۔ اور جملہ اثاث البیت لوٹ لیا گیا۔ القصہ بعد قتل و قمع راجہ ہردت سنگھ نے سید غلام جعفر سے کہا کہ آپ ان قیدیوں کو لیجا کر جس طرح سے چاہئے معاہدہ کر کے حراست میں رکھئے سید غلام جعفر نے جواب دیا کہ بالفعل حضور خود ان کو اپنے ساتھ رکھیں اور لشکر کو لے جائیں وہاں پہونچ کر میں اپنی حراست میں لے لوں گا۔ پس ہردت سنگھ قیدیوں کو لیکر روانہ ہوا جب پورہ دہنی کے قریب پہونچا۔ سید حیدر حسین کو اس حال

سے اطلاع ہوئی۔ فوراً راجہ مذکور کے حضور میں حاضر ہوئے اور مخدرات محترمات کی رہائی کے لئے عرض کیا۔ اگرچہ راجہ مذکور راضی نہیں ہوتا تھا لیکن بعد اصرار التماس قبول کیا اور ضمانت لیکر پردگیانِ عصمت کو قید سے رہا کر دیا۔ پس سید حیدر حسین نے مخدرات محترمات کو اپنے ساتھ لیکر نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ قادرپور پہونچا دیا۔ القصہ ہردت سنگھ موضع نبیدلیوں کے کوچ کر کے موضع لبوڑہی پہونچا اور سید حاجی حسین کو اٹھارہ نفر سپاہیوں کی حراست میں کر کے نیودین سنگھ جمعدار کی نگرانی میں قید کر دیا۔

## بیوہ میر امام بخش کا حاجی حسین کی رہائی کیلئے لکھنؤ جانا اور کامیاب ہونا

چند روز اسی طرح سے گذر رہے تھے کہ زوجہ امام بخش مرحوم میر وزیر علی مرحوم کو ساتھ لیکر میر مخلص حسین زیدپوری کے پاس جو امینیانِ شاہی سے تھے اور سلسلۂ قرابت بھی رکھتے تھے لکھنؤ پہونچیں۔ اور کل حال تباہی و بربادی۔ قتل و غارت و اسیری نساء و رجال کا بتصریح بیان کیا۔ میر مخلص حسین یہ حال سنکر بہت متاسف ہوئے۔ فی الفور نواب امین الدولہ بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کل کیفیت ظلم و بیداد کی جو چکلہ دار کے ہاتھ سے سید حاجی حسین پر ہوا تھا بطور استغاثہ بیان کیا۔ اتفاقاً اس وقت وکیل راجہ بختاور سنگھ حاضر دربار تھا۔ فوراً کل حال ذریعہ عریضہ راجہ ہردت سنگھ کو تحریر کیا کہ "آج میر مخلص حسین امین عدالت سلطانی نے وہ ظلم جو تم نے سید حاجی حسین پر روا رکھا ہے بحضور بندگان عالی جناب نواب صاحب بہادر بطور استغاثہ گذارش کیا ہے۔ غالباً اس حرکت ناشائستہ کے معاوضہ میں تم پر سخت تدارک ہوگا"۔ المختصر حسب الحکم نواب صاحب بہادر پانچ سوار بطور دستک مع حکمنامہ صدر ہردت سنگھ پر مقرر ہوئے

فی الفور سید حاجی حسین کو قید سے رہا کر کے حاضر لادیں ۔ جس وقت سوار لشکر میں پہونچے برد ت سنگھ وکیل کی تحریر سے پہلے ہی آگاہ ہو چکا تھا ۔ سید حاجی حسین کو دوسری جگہ منتقل کر دیا اور بیان کیا کہ سید حاجی حسین یہاں موجود نہیں ہیں ۔ سواروں نے بحضور نواب صاحب بہادر عرضی بھیجی کہ چکلہ دار باوجود تدارک شدید قیدیوں کو نہیں دیتا ہے اور حیلہ دحوالہ کرتا ہے ۔ حکم ہوا کہ پانچ سوار اور جائیں اور ایک ساعت کی مہلت نہ دیں اور حاجی حسین کو حاضر لادیں ۔ آخر کار پانچ سوار اور پہونچے اور بعد تدارک شدید سید حاجی حسین کو چکلہ دار سے لیکر لکھنؤ روانہ ہوئے ۔ اور لاکر میر مخلص حسین کے سپرد کیا ۔ میر مخلص حسین بہت خوش ہوئے اور اسی روز نواب صاحب کی حضوری سے مشرف ہوئے ۔ سید حاجی حسین نے تذکرہ گزرانی اور کیفیت تباہی و بربادی اپنی بیان کی ۔ ارشاد ہوا کیا چاہتے ہو ۔ عرض کیا کہ تمنا صرف اس قدر ہے کہ آستان فیض نشان پر حاضر رہ کر دعائے ترقی عمر و دولت میں مشغول رہوں ۔ حکم ہوا کہ فرد قبولیت از جانب سید حاجی حسین داخل دفتر شاہی ہو ۔ المختصر بعد تکمیل قبولیت سید حاجی حسین میر مخلص حسین سے رخصت ہو کر گھر آئے اور انتظام تعلقہ میں مصروف ہوئے ۔ تین سال تک اسی طرح گزرے کوئی نزاع سید غلام جعفر و سید حاجی حسین کے درمیان وقوع میں نہیں آئی

## مسماۃ رہسن زوجہ سید غلام امام کا انتقال اور دونوں علاقوں کی قبولیت کا سید عید حسین کے نام ہونا اس کے بعد سید حاجی حسین کا جنگ و پیکار کرنا

جس وقت مسماۃ رہسن کا ۹ رجب ۱۲۶۸ھ کو اس دار فانی سے انتقال ہوا سید حاجی حسین نے دعویٰ تقسیم علاقہ کا پھر چھیڑا ۔ سید غلام جعفر نے حسب یوم لیت و لعل میں رکھا ۔ جب احتمال قوی جھگڑے کا پیدا ہوا تو بمقتضائے مصلحت وقت تعلقہ میسر لنشارت علی کے اسامیوں کے پٹوں پر دستخط اپنے اور حاجی حسین کے کرتے گئے

تاکہ ان کو اطمینان خاطر ہو جائے اور کوئی کدورت دل میں نہ پڑے۔ ابھی یہ معاملہ فیصل نہ ہوا تھا کہ انقلاب زمانہ سے سید غلام جعفر بمطالبہ ضمانت گنجل کورمی بی بی پور قید ہو گئے۔ سید حاجی حسین لکھنؤ پہونچے اور قید خانہ شاہی میں سید غلام جعفر سے ملاقات کی اور رہسن بی بی کے حصہ کی تقسیم کے دعویدار ہوئے۔ سید غلام جعفر نے جواب دیا چند روز تامل کیجئے جس وقت قید سے چھوٹ کر آؤں گا تقسیم کر دونگا سید حاجی حسین گھر واپس آئے۔ چند روز انتظار کے بعد پھر سید حاجی حسین نے تحریریں بنام سید غلام جعفر بھیجنا شروع کیں۔ سید غلام جعفر ہر تحریر کے جواب میں دفع الوقتی کرتے رہے۔ چنانچہ آخری تحریر کے جواب میں لکھا کہ ہم اس وقت قید میں ہیں کسی امر پر اختیار نہیں رکھتے۔ اس جواب کے آنے پر خط و کتابت فیمابین مسدود ہو گئی۔ اور ہر شخص اپنی تدبیریں کرنے لگا۔ یہ بنائے مخاصمت لچھمی پرشاد کمیدان کے عہد میں جو راجہ بختاور سنگھ کی جانب سے امور چکلہ داری کا منصرم تھا ظہور میں آئی

اسی اثناء میں گوری شنکر پرگنہ بعدلاؤں کا عامل مقرر ہوا۔ سید حاجی حسین نے مسمی ہمت خاں کو اپنا وکیل کر کے کچہری کے حالات دریافت کرنے کی غرض سے دریاباد بھیجا۔ وکیل مذکور نے پہونچ کر کل مقدمہ عامل سے بیان کیا۔ اس نے جواب دیا کہ پانچ چھ یوم میں یہاں رہوں گا تمہارے مقدمہ پر غور کروں گا۔ الحاصل ہمت خاں نے واپس آکر کل کیفیت اپنے آقا سے بیان کی۔ اسی زمانہ میں گوری شنکر عامل کوچ کر کے سید ہاموتنگ پور آیا۔ ایک شب قیام کیا۔ صبح کو قادر پور گیا۔ سید حاجی حسین بہت تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور صدر میں جگہ دی۔ عامل مذکور سید حاجی حسین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم کو سپہگری کا بڑا دعویٰ ہے۔ عرض کیا کہ یہ کون سی بات ہے جو حضور فرماتے ہیں۔ میری کیا طاقت ہے کہ سرکار کے مقابلہ میں طاقت کا دعویٰ کروں۔ کہنے لگا کہ لچھمی پرشاد چکلہ دار کے پاس تمہاری

حاضری کی کیا صورت تھی۔ جواب دیا کہ ایک تحریر بطور معاہدہ کے عنایت کی تھی۔ گوری شنکر نے وہ عہد نامہ طلب کیا۔ دیکھکر کہنے لگا کہ میں بھی تم کو اسی قسم کی تحریر دیتا ہوں۔ بدستور سابق حاضر رہا کرو۔ چنانچہ وہاں سے رخصت ہو کر مصطفےٰ آباد آیا۔ سید حاجی حسین نے اس کی رائے اپنے مقصود کے خلاف دیکھ کر فقیر بخش بھٹی کو جو عامل مذکور سے بہت ارتباط و اتفاق رکھتے تھے موئی سے بلوا بھیجا اور کیفیت معاملات کی بیان کی اور کہا کہ آپ اس معاملہ میں عامل کا استمزاج لیجئے کہ کیا ہے۔ فقیر بخش تین روز متواتر عامل کی ملاقات کو گئے اور منشاء دلی معلوم کر کے واپس آئے اور حاجی حسین سے کہا کہ تمہارا مقدمہ ہوتا ہوا معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اسی درمیان میں سید حیدر حسین و سید اکبر علی موتکپور سے مصطفےٰ آباد گئے۔ اور رات کے وقت دونوں تعلقوں کی قبولیت داخل کر دی۔ صبح کو جب فقیر بخش خاں عامل کی ملاقات کو گئے۔ قبولیت کا حال دریافت ہوا۔ فوراً سید حاجی حسین کو اطلاع کی کہ اب آپ اپنی فکر کیجئے۔ سید موصوف اس خبر کو سن کر سخت متوحش ہوئے۔ اور اپنے اہل و عیال کو معہ اثاث البیت کے موضع بیجا پور بھیجدیا۔ اور خود بہ نفس نفیس قادر پور میں مقیم رہے۔ اسی اثناء میں ایک روز سید اصغر علی معہ سرکاری سپاہیوں کی مدد کے غلہ موٹھہ جو بازپورہ میں جمع تھا آکر اٹھوا لیگئے۔ سید حاجی حسین نے جب یہ خبر سُنی تو ستیل سنگہ بھالے سلطان کو جو اور ملازموں سے کسیقدر خصوصیت رکھتے تھے طلب کر کے ان سے مشورہ کیا۔ اس نے جواب دیا کہ سرکار سے مخالفت کرنا امکان میں نہیں ہے اب چارۂ کار بجز اس کے نہیں ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو بھاگ چلنا چاہیئے۔ آخر کار اس بات پر اتفاق کر کے سید حاجی حسین بھاگ کر موضع نئے پورہ پہونچے اور وہیں قیام کیا۔ اس حال کو پانچ چھ یوم گذرے تھے کہ خان جہاں و دائم علی ایک تعداد سپاہیوں کی لیکر قادر پور پہونچے اور وہاں سے دریائے گومتی کی طرف قصد کیا۔

سید حاجی حسین کا ایک ملازم نے پورہ میں مکان کے بُرج پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظر جب اِن لوگوں پر پڑی فی الفور دوڑتا ہوا آگیا اور سید حاجی حسین کو خبر کی۔ پس سید موصوف نے سیتل سنگھ کی سرکردگی میں سپاہ کو دیا اور خود ساحل کی طرف دوڑ پڑے القصہ جیسے ہی خان جہاں وغیرہ معہ سپاہ کے دریا کے کنارے پہونچے۔ دونوں طرف کے سپاہیوں نے لاطایل شیخیاں بگھارنا شروع کیں۔ آخر کار جنگ لسانی سے گزر کر بندوق کی نوبت پہونچی۔ طرفین سے ہنگامۂ حرب و پیکار گرم ہو گیا۔ شام تک بندوق چلتی رہی۔ جب شام ہوئی گوری شنکر عامل پرگنہ مع دو سو سپاہِ سرکار کے جلالپور پہونچا اور پورہ لونیہ میں قیام کیا۔ ایک سوار بھیجکر حکم دیا کہ لڑائی موقوف کی جائے۔ آخر لڑائی موقوف ہوئی اور فریقین اپنے اپنے مقام کو واپس گئے۔

## سید غلام جعفر کا بمعیت عامل مورچہ بندی کرنا

اسی شب کو سید غلام جعفر گوری شنکر عامل سے ملنے کے لئے جلالپور آئے اور کیفیت حاجی حسین کی ڈاکہ زنی کی گذارش کی اور کہا کہ اگر حضور ان کو گرفتار کرلیں تو تمام فتنہ و فساد دور ہو جائے۔ عاملِ مذکور نے سید غلام جعفر کی استدعا قبول کی اور حکم دیا کہ مورچہ بندی کی جائے۔ چنانچہ عامل مذکور نے اپنے مورچے پورہ لونیہ میں قائم کئے اور سید غلام جعفر کو حکم دیا کہ کل صبح کو لڑائی شروع کیجئے اور مصلحت یہ ہے کہ بجائے دریا کے کنارے مورچے باندھنے کے موضع جلالپور میں اپنے مورچے قائم کیجئے۔ جس وقت سید حاجی حسین معہ اپنی سپاہ کے دریا اس پار اُتریں۔ ہم اور آپ مل کر ان کا کام تمام کردیں۔ خان جہاں و دایم علی و نیز دیگر سپاہیان سید غلام جعفر اس بات پر راضی نہ تھے لیکن عامل کے کہنے سے ناچار جلالپور آئے جب سید حاجی حسین نے دیکھا کہ مقابل کی سپاہ نے اپنے مورچے چھوڑ دیے ہیں

فوراً اپنی سپاہ کو کشتیوں کے ذریعہ سے دریا اس پار اتار لائے اور ملاحوں کے پورہ میں آگ لگادی۔ اور ایک جماعت کو خفیہ طور سے ساحل کی راہ سے پورہ لونیہ کو جہاں گوری شنکر عامل مورچے قائم کئے ہوئے تھا روانہ کیا کہ جاکر پورہ لونیہ میں آگ لگادیں۔ اور یکبارگی عامل کے مورچوں پر جا پڑیں۔ یہ ایک بڑے جنرل کی چال تھی جو سید حاجی حسین چلے تھے۔ اس سے اُن کی جنگی قابلیت کا پتہ چلتا ہے کہ کس قدر تجربہ کار جنرل تھے۔ آخر عامل کی فوج پر دو جانب سے گولیاں برسنے لگیں۔ قریب تھا کہ محصور ہوکر اسیر ہو جائے یہ دیکھ عامل مذکور ایسا سراسیمہ ہوا کہ معہ اپنی سپاہ کے بھاگ کھڑا ہوا اور قلعہ میں جاکر پناہ لی۔ اور اس مہلک آفت سے نجات پائی۔ اس حالت کو دیکھ کر ملازمان سید غلام جعفر بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنے تھانوں میں پناہ گزین ہوئے۔ سید حاجی حسین نے جلالپور و منسارہ پہونچ کر آگ لگادی۔ اور ان کو خاک سیاہ کرکے واپس ہوئے۔ تھوڑی دیر دریا کے کنارے باغ میں قیام کیا اور پھر معہ سپاہ کے اُتر کر نئے پورہ واپس گئے۔

اسی زمانہ میں راجہ بختاور سنگھ نے ایک امان نامہ سیتلا بخش کپتان کی پلٹن کا سید حاجی حسین کی حاضری کا بھیجا۔ جب سید موصوف حاضر ہوتے۔ گوری شنکر عامل یہ خبر پاکر فوراً راجہ مذکور کے پاس دوڑا ہوا گیا اور کیفیت سید حاجی حسین کی بغاوت کی بیان کی اور امان نامہ کی منسوخی کی بابت بہت منت و سماجت کی آخر چکلہ دار نے التماس قبول کیا۔ ناچار سید حاجی حسین بے نیل و مرام واپس ہوکر بدستور نئے پورہ میں رہنے لگے۔ اب یہ صورت ہوئی کہ جس وقت سپاہیان سید حاجی حسین دریا اس پار اترتے تھے۔ سپاہیان سید غلام جعفر فوراً اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ کسی قدر لڑائی بھی ہو جاتی تھی۔ پھر وہ لوگ

بھاگ کر دریا اس پار اتر جاتے تھے ۔ اسی طرح ایک مدت تک یہ طریقہ جاری رہا اور آپس میں جنگ وجدل برپا رہی یہانتک کہ انتزاع سلطنت اودھ ہوگیا اور کل فتنے چند روز کے لئے خاموش ہوگئے ۔

## بندوبست انگریزی کا درہم برہم ہونا۔ سید حیدر حسین کا دونوں تعلقوں پر قبضہ کرلینا اور سید حاجی حسین کا پھر دریا اُس پار اتر جانا

جس قدر انتظام انگریزی عمل میں آیا تھا۔ غدر ہو جانے سے قطعی درہم برہم ہوگیا ۔ پھر بندوق اور تلوار کی نوبت آگئی ۔ جب سید حیدر حسین نے دونوں تعلقوں کی قبولیت سرکار شاہی میں داخل کی ۔ سید حاجی حسین نے تادر لیہ میں اپنا قیام غیر مناسب خیال کر کے مع اہل وعیال دریا پار اُتر کے نے پورہ میں قیام کیا ۔ ایک روز خیال کیا کہ تعلقہ جدی بھی ہاتھ سے نکل گیا اس کے حاصل کرنے کے لئے کوئی تدبیر بجز اس کے نہیں ہے کہ جس طرح ممکن ہو دلی نگر کو تباہ کیا جائے جب تک یہ گاؤں آباد ہے میرے معاملات کا تصفیہ غیر ممکن ہے ۔ پس منجم کو طلب کیا ۔ اور ساعت دریافت کی اس نے جواب دیا کہ فلاں ساعت آپکے سپاہیوں کے لئے سعید اور دلی نگر کے لئے منحوس ہے ۔ بشرطیکہ پہر رات گئے یہ کام کیا جائے ورنہ ساعت منحوس ہو جائے گی ۔ اس زمانہ کا عام دستور تھا کہ کوئی امر خطیر بلامشورہ منجم نہیں کرتے تھے ۔ سید حاجی حسین ساعت معینہ کے لئے انتظام کرنے لگے ۔ لیکن دلی نگر کی کثرت آبادی کی وجہ سے سخت متوحش تھے زمینداران قرب وجوار سے مدد لے کر دریائے گومتی اترے اور حلالپور کے تالاب کے پاس پہونچے ۔ دلی نگر کا خوف سپاہیوں میں اسقدر چھایا ہوا تھا کہ قدم آگے نہیں بڑھتے تھے ۔ سید حاجی حسین نے بہت تشفی وتسلی دی یہاں تک کہ

نسی پور آئے۔ ایک ساعت وہاں قیام کیا کہ مشورہ کرلیں کہ کس جانب سے حملہ کیا جائے ایک شخص نے رائے دی کہ دکھن جانب سے یورش کرنا چاہیے۔ مگر دوسرے سپاہیوں نے اس رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ چاروں طرف کانٹے روندہ کر کس قدر مستحکم کیا گیا ہے کس کی مجال ہے جو کانٹے ہٹا کے جائے گا۔ بہتر ہو اگر پورب کی طرف سے حملہ کیا جائے۔ سید حاجی حسین نے سپاہیوں کی رائے سے اتفاق کیا اور تالاب کپسہا پر پہونچ کر تھوڑی دیر توقف کیا یہاں تک کہ موضع میں سناٹا ہوگیا یہ حال دیکھ کر سپاہی دوڑ پڑے اور فصل ربیع کا جس قدر غلہ کھلیان میں جمع تھا سب آگ لگا کر پھونک دیا۔ ایک جماعت بھائے سلطانوں کی مدافعت پر اٹھ کھڑی ہوئی اور مقابلہ پر آمادہ ہوگئی۔ آخر کار عین ہنگامہ میں بودہی پاسی تلوار سے زخمی ہوا اور فرصت سنگھ بندوق سے مارا گیا۔ یہانتک کہ کل موضع آگ سے جلنے لگا۔ سید حاجی حسین نے وہاں کا قیام خلاف مصلحت دیکھکر واپسی کا حکم دیا اور مقتول کی نعش کو گھوڑے پر لاد کر اور زخمی کو اٹھا کر گانوں سے باہر آئے۔ حاجی بشارت علی کے باغ کے متصل ٹھہرے تھے کہ تراب خاں نے پیچھا کیا اور قریب تھا کہ سید حاجی حسین تک پہونچ جاوے کہ ایک سپاہی نے بندوق جھونک دی تراب خاں مجروح ہوکر گانوں کو واپس آیا۔ سید حاجی حسین فرصت غنیمت دیکھ کر مع مقتول و مجروح جبر گانوں آگئے اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر نئے پورہ واپس آئے اور بدستور سابق رہنے لگے۔

## سید غلام جعفر و سید حاجی حسین میں باہم اتفاق و اتحاد

موضع دلی نگر کی آتشزدگی کے ایک عرصہ کے بعد اتفاق سے ایک روز کسی خاص غرض سے سید حاجی حسین مع سپاہ کے جبر گانوں جا رہے تھے جب

دلی نگر پہونچے دیکھا سید غلام جعفر تنہا حاجی بشارت کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بعد سلام معمولی مزاج پرسی ہوئی اور بدستور سید حاجی حسین نے اپنی راہ لی ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے بڑھکر سید حاجی حسین سے کہا کہ اب اس سے اچھا کون موقع مل سکتا ہے حکم ہو تو سید غلام جعفر کا سر کاٹ لیں۔ سید حاجی حسین نے جواب دیا کہ تم چاہتے ہو کہ ہمارے آپس میں ہاڑ پڑ جائے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ جب سید غلام جعفر اس امر سے مطلع ہوئے فوراً حاجی حسین کو روک لیا اور بغلگیر ہو کر کہنے لگے کہ "حاجی حسین تم بڑے لائق ہو" سید حاجی حسین نے جواب دیا کہ بھائی صاحب میں کس لائق ہوں صرف آپ کی بدولت میرا بھی نام ہو گیا۔ بس یہی وہ موقع تھا کہ آپس میں اتحاد و اتفاق قائم ہوا۔ اور پھر جنگ و جدل کی نوبت نہیں آئی۔

## سید مبارک حسین کی کوشش سے کل علاقہ کا سید حاجی حسین کے قبضہ سے نکل جانا

سید حاجی حسین مختلف البطن تین بھائی تھے زوجہ اولیٰ سے سید حاجی حسین اور ثانیہ سے سید مبارک حسین و سید بخشیش احمد۔ جس وقت سید مبارک حسین سن شعور کو پہونچے۔ سید حاجی حسین نے اُن کو لائق دیکھکر انتظام و نگرانی علاقہ کی اُن کے سپرد کی اور خود ریاست کے دوسرے خارجی امور کے انصرام میں مصروف ہوئے۔ ایک مدت تک اسی طرح سب بھائیوں میں اتفاق و اتحاد سے بسر ہوئی۔ یہاں تک کہ وقت تصدیق کھیوٹ حصوں کے تعین میں سید حاجی حسین و سید مبارک حسین میں ملال پیدا ہوا۔ سبب بناء مخاصمت یہ تھا کہ سید حاجی حسین یہ چاہتے تھے کہ حصہ باپ کی عورتوں پر بلالحاظ اولاد تقسیم کیا جائے اور زوجہ اولیٰ کا

حصہ حسب رواج جیٹھانسی لگایا جائے۔ آخر کوئی فیصلہ نہ ہوا اور نزاع کو طول ہوا آخر سید مبارک حسین اپنے و نیز بخشش احمد کی جانب سے بربنائے مساوی حقوق اولاد زوجین دعویٰ نصف تعلقہ قادرپور کا دائر کر دیا۔ لبد کو عدم ثبوت قبضہ میں دعویٰ سید مبارک حسین کا خارج ہو گیا۔ یہاں تک کہ زمانہ بندولبست پختہ کا آیا۔ حقیت کی بناء پر دعویٰ کیا لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ محکمہ ابتدائی سے فنانشل کمشنر بہادر کی عدالت تک عدم ثبوت قبضہ و دخل پر مقدمہ خارج ہوتا گیا۔ چنانچہ آخر زمانہ بندولبست میں دعویٰ حق اعلیٰ تعلقہ قادرپور کا اپنے باپ کی طرف سے سید مبارک حسین نے دائر کر دیا اور بعد شہادت راجہ مان سنگھ کہ زمانہ شاہی میں کل تعلقہ قادرپور کی قبولیت سید حسین بخش کی رضامندی سے سید حاجی حسین کے نام ہوئی تھی۔ ڈگری سید حسین بخش کو مل گئی اور وہ قابض و متصرف ہو گئے۔ اس زمانہ میں سید حسین بخش کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔ نور بصارت بالکل زائل ہو چکا تھا۔ نابینا ہو گئے تھے۔ سید مبارک حسین انتظام ریاست اپنے ہاتھ میں لے کر اطمینان سے حکومت کرنے لگے۔ چند روز اسی طرح بسر ہوتے تھے کہ سید بخشش احمد تجارت کے ارادہ سے کپڑا خریدنے کے لئے کانپور گئے۔ یہاں سید مبارک حسین نے دلجوئی کی باتیں اپنے باپ سے کر کے ۱۲ شعبان ۱۲۸۷ھ مطابق ۲ نومبر ۱۸۷۰ء کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ کے معاوضہ میں دستاویز ہبہ بالعوض اپنے نام سید حسین بخش سے بابت کل تعلقہ کے لکھوا کر رجسٹری کرالی۔ سید حاجی حسین کو جب یہ حال معلوم ہوا بربنائے مسلوب الحواسی سید حسین بخش پر دعویٰ فسخ دستاویز دائر کیا۔ لیکن چونکہ ڈاکٹری سرٹیفکٹ موجود تھا دعویٰ خارج ہو گیا۔ اور اس طرح یہ تعلقہ سید حاجی حسین کے قبضہ سے نکل گیا۔ سید بخشش احمد اور ان کی اولاد بھی اس تعلقہ میں حصہ پانے سے محروم رہی۔

سید حاجی حسین ۱۲۲۵ھ میں بمقام بلاوں پیدا ہوئے تھے یہ زمانہ نواب سعادت علی خاں بہادر بادشاہ اودھ کا تھا۔ آپ کی والدہ سید خادم علی تعلقدار موتکپور کی بیٹی تھیں آپ کی پہلی نسبت مسماۃ ملو کا دختر حسن رضا خاں تعلقدار عثمان پور کے ساتھ ہوئی تھی جن معظمہ کے بطن سے چھ اولادیں ذکور واناث پیدا ہوئیں۔ سید نوازش احمد۔ سید کرم محمد۔ سید حبیب حیدر۔ سید مجیب حیدر و مسماۃ غفور النساء اور مسماۃ سائرا۔ دوسری نسبت سید موصوف کی مسماۃ گلزار زوجہ اولیٰ کی حقیقی بہن سے ہوئی تھی۔ جن محترمہ کے بطن سے چار اولادیں ذکور واناث پیدا ہوئیں۔ سید قمر الدین حسین۔ سید حافظ حسین۔ مسماۃ محمود النساء اور مسماۃ محفوظ النساء۔

ایک پٹی سید امام بخش نے خرید کی تھی جس کی دستاویز سید حاجی حسین کے نام ہوئی تھی اور کچھ سیر کی ڈگری علاقہ میں بلا لگانی ہوئی تھی اسی جائداد پر سید موصوف کی بسر اوقات رہی۔ جو ان کی ذات کے لئے کافی تھی۔ فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے رہے۔ حج بیت اللہ و زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے۔ حاجی حسین نام تھا۔ حاجی لقب ہوا۔ بتاریخ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ ستاسی سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ وقت رحلت سید موصوف کے قویٰ نہایت تندرست تھے۔ بصارت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ نہ کسی کی اعانت کے محتاج تھے۔

قد لانبا تھا۔ داڑھی سفید اور لمبی تھی۔ جسم بہت توانا اور قوی تھا۔ بند دار انگرکھا اور بڑی مہری کا پاجامہ آپ کی پوشاک تھی۔ جسرات خیر میں تھی۔ بڑے مخیر اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔

# سید نوازش احمد ابن حاجی حسین

سید موصوف سید حاجی حسین کی اولاد اکبر تھے۔ سید حاجی حسین نے بقیہ جائداد سیر دشتی نے پورہ کا انتظام اپنی حیات میں سید موصوف کے سپرد کر دیا تھا۔ نہایت عابد و پرہیزگار شخص تھے۔ اپنا تمام وقت عبادت حق سبحانہ تعالیٰ میں صرف کرتے تھے۔ بعد نماز تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہوتے تھے۔ علم حکمت میں بھی دخل تھا جس سے خلائق مستفید ہوتی تھی۔ سید موصوف صلحائے روزگار سے تھے۔ نسبت مسماۃ قمر النساء دختر سید حیدر حسین موتکپوری کے ساتھ ہوئی تھی جس معظمہ کے بطن سے دو لڑکے سید سعید احمد و سید نذیر احمد اور دو لڑکیاں مسماۃ قادر النساء و اکرام النساء وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید وزیر علی موتک پوری و سید بشیر حسین خیر گانوان کو منعقد ہوئیں۔ سبب وفات سید موصوف کا یہ ہوا کہ جب سید نذیر احمد سید موصوف کے دوسرے صاحبزادے نے بعارضہ تپ دق علیل ہو کر عین عالم شباب میں اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی تو اسقدر صدمہ عظیم سید موصوف کو فراقِ پسر کا ہوا کہ جس کو برداشت نہ فرما سکے۔ اور لہٰذا اداے رسم سیوم اپنے اقربا کو طلب فرمایا اور سب کو وداع کیا۔ بے ثباتی دنیا کا ذکر فرماتے رہے اور کلمات حسرت و اندوہ زبان پر لا کر ایک ٹھنڈی سانس لی اور روح کالبد خاکی سے طرف اعلیٰ علیین کے پرواز کر گئی۔ اس اچانک موت سے سب کو شبہہ بیہوشی کا ہوا۔ حکیم ہدایت حسین موتک پور سے تشریف لائے۔ نبض ملاحظہ کی مگر بجیان حرارت کچھ نہ فرما سکے اور یہ مشورہ دیا کہ ڈاکٹر پیارے لال حیدرگڈھ سے علاج میں مشورہ لینا چاہیے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب بلائے گئے۔ مرحوم کے جسم کا معائنہ کیا۔ نبض پر ہاتھ رکھا۔ جواب دیا کہ بدن سرد ہے کچھ باقی نہیں ہے۔ چنانچہ بتاریخ ۲۸ ماہ رجب ۱۳۱۹ھ

کو اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی اور بلاتوں میں دفن ہوئے۔

## سید سعید احمد ابنِ سید نوازش احمد

موصوف کی ولادت ابتدائے حکومت انگریزی میں ہوئی۔ چونکہ موصوف کے والد علم دوست آدمی تھے اور نہایت متقی و پرہیز گار بھی اس لئے موصوف کو بغرضِ تعلیم موتک پور بھیجدیا اور حکیم ہدایت حسین کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ فارسی و اردو حکیم صاحب سے پڑھی اور انگریزی تعلیم رائے بریلی میں گورنمنٹ ہائی اسکول میں حاصل کی۔ آٹھویں درجے تک پہونچ کر سلسلۂ تعلیم منقطع کر دیا۔ کچھ روز بہوا میں زیر نظر مجیب حیدر صاحب تعلقدار بہوارہ کر زمینداری کا کام کرتے رہے۔ اس کے بعد علاقہ بلہرہ میں منیجر ہو گئے۔ شادی موصوف کی مسماۃ صادق النساء دختر مجیب حیدر تعلقدار کے ساتھ ہوئی۔ جن کے بطن سے دو لڑکے وحید احمد اور شمشاد احمد وجود میں آئے۔ ۱۹۳۲ء میں انتقال کیا۔

**الف۔ وحید احمد ابنِ سعید احمد:** آپ کی شادی امیر بیگم دختر نذیر احمد قادرپور کے ساتھ ہوئی جن کے بطن سے دو لڑکیاں سعیدہ اور عابدہ وجود میں آئیں۔ آپ کی تعلیم علی گڑھ میں ہوئی۔ وہیں سے وکالت پاس کیا۔ اور کچھ عرصے تک لکھنؤ میں پریکٹس کی۔ بعد کو چھوڑ کر قادرپور چلے آئے۔ آپ کچھ عرصے تک آنریری مجسٹریٹ بھی حیدرگڑھ میں رہے۔

**ب۔ شمشاد احمد ابنِ سعید احمد:** آپ کی تعلیم پہلے علی گڑھ میں ہوئی اس کے بعد شیعہ کالج لکھنؤ میں ہوئی۔ بعد کو تعلیم ترک کر دی اور قادرپور میں رہنے لگے۔ آپکی شادی کنیز مصطفےٰ دختر ٹھاکر امیر حیدر بہوا کے ساتھ ہوئی۔ تین لڑکیاں پیدا ہوئیں آپ کا عین عالمِ شباب میں انتقال ہو گیا۔ بڑی لڑکی ام الائمہ کی شادی شمیم حیدر موتکپور

کے ساتھ ہوئی ہے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ بقیہ دونوں دختران آصفیہ اور کوثر کی شادی ابھی نہیں ہوئی ہے۔

## نذیر احمد ابنِ سیّد نوازش احمد

موصوف اپنے بڑے بھائی سے بہت چھوٹے تھے۔ ولادت ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ موصوف نے بھی تعلیم فارسی سونک پور میں حاصل کی اس کے بعد انگریزی تعلیم آٹھویں درجے تک حاصل کی۔ شادی مسماۃ کنیز صغرا دختر حبیب حیدر کے ساتھ ہوئی۔ جن کے بطن سے ایک لڑکی امیر بیگم وجود میں آئیں۔ جو وحید احمد قادر پور کو منسوب ہوئیں۔ ۲۰ سال کی عمر میں موصوف نے وفات پائی۔

## سیّد کرم محمدؐ ابنِ حاجی حسین

یہ حاجی حسین کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ علم بالکل نہیں حاصل کیا تھا۔ سپاہی منش آدمی تھے۔ گھوڑے کی سواری میں خاص ملکہ تھا۔ انتظام خانہ داری میں پوری دستگاہ تھی۔ تمام عمر ریاست بہوا کی نیابت کا کام کرتے رہے۔ جسکو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ کسی قدر بے پرواہ تھے۔ جس کو ایک اخلاقی کمزوری خیال کرنا چاہیے۔ سید موصوف کی نسبت مسماۃ سلیما دختر سید حیدر حسین سمری کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس مرحومہ کے بطن سے سید مجید احمد، سید حنیف احمد سید رئیس احمد اور ایک لڑکی مسماۃ کاظم النساء وجود میں آئی۔ جو سید اکبر حسین مصطفٰے آباد کو منعقد ہوئی۔ سید موصوف نے عارضہ فالج میں علیل ہو کر رحلت فرمائی اور بہوا میں دفن ہوئے۔

## مجید احمد ابنِ کرم محمد

موصوف کی ولادت ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ تعلیم اردو کی مدرسہ جکتارہ میں حاصل کی۔ تجارت کا شوق تھا۔ مویشی کی تجارت کرتے تھے اور بڑے بڑے جنگلوں میں لکڑی کٹاتے تھے۔ شادی شمس النساء دختر ناصر حسین سرائے میر کے ساتھ ہوئی۔ جن کے بطن سے حمید احمد اور ایک لڑکی سمیع النساء وجود میں آئیں موضع متھورہ ضلع سیتاپور سے ہڑدو سے آرہے تھے خسب کو موضع لال بہاری کے قریب ڈاکوؤں نے حملہ کر کے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۹۱۹ء کا ہے۔

**(الف) حمید احمد ابنِ مجید احمد:** آپ کی شادی سمہری میں دختر محمد حسین کے ساتھ ہوئی۔ ایک لڑکا رشید احمد ہے۔

**(ب) سمیع النساء بنتِ مجید احمد:** آپ کی شادی قدیر حسن جرگانواں کے ساتھ ہوئی۔ دو لڑکیاں واصفہ و شاہدہ وجود میں آئیں۔ بڑی لڑکی کی شادی عباس حسین ساکن بہوا سے ہوئی۔ اور دوسری لڑکی کی شادی نیاز حسین ساکن بہوا سے ہوئی۔

## حنیف احمد ابنِ کرم محمد

موصوف اپنے بھائی مجید احمد سے تقریباً تین سال چھوٹے تھے۔ تعلیم معمولی جکتارہ مدرسہ سے حاصل کی۔ کاشتکاری کرتے تھے۔ شادی سید النساء دختر قمر الدین کے ساتھ ہوئی۔ کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ۱۹۶۰ء میں لاولد انتقال کیا۔

## رئیس احمد ابنِ کرم محمد

آپ اپنے تینوں بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ تعلیم بہت معمولی ہوئی۔ آپ نے شادی نہیں کی۔

## سید حبیب حیدر ابن حاجی حسین

جب علاقہ سید حاجی حسین کے قبضہ سے نکل کر ذریعہ سید مبارک حسین کے قبضہ میں گیا۔ سید موصوف نے کچھ سلسلۂ تجارت کا شروع کیا۔ جس کے لئے سید موصوف کی طبیعت زیادہ مناسب واقع ہوئی تھی۔ ایک مدت تک یہ سلسلہ قائم رکھا۔ جب سید نجیب حیدر سید موصوف کے چھوٹے بھائی ریاست بہوہ کے ولی عہد قرار پائے۔ سید موصوف نے بھی بہوہ میں جاکر سکونت اختیار کی اور ایک معقول رقبہ آراضی کا پٹہ اپنے نام حاصل کر کے اس کے انتظام میں مصروف ہوئے جس میں پوری کامیابی حاصل کی۔ نہایت نیک مزاج اور خلیق آدمی تھے سادی زندگی بسر کرنے کے زیادہ شایق تھے۔ سوائے اپنے کام اور اپنے عیال کی نگہداشت کے دنیا کے کسی کام سے سروکار نہ تھا۔ سید موصوف کی نسبت مسماہ رقیہ دختر سید علی اکرم زمیندار سرائے میر کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس معظمہ کے بطن سے دو لڑکے سید نجیب حیدر و علی حیدر اور دو لڑکیاں رضیہ بیگم اور رفیع النساء وجود میں آئیں۔ سید علی حیدر کا زمانہ طفلی میں انتقال ہوگیا تھا اور مسماۃ رضیہ ناکتخدا فوت ہوئیں۔ رفیع النساء کا عقد مختار مہدی مولف تاریخ ہذا کے ساتھ ہوا۔ سید موصوف دو بار فالج میں مبتلا ہوئے۔ آخر تیسری بار جانبر نہ ہوسکے اور ۱۳۲۷ھ میں وفات پائی اور بہوہ میں دفن ہوئے۔

## نجیب حیدر ابن حبیب حیدر

موصوف کی ولادت ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔ چونکہ ننہال سرائے میر میں تھا اس لئے وہیں رہ کر تعلیم اردو کی حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ انہوں نے سے مڈل پاس کیا۔ طبیعت کاشتکاری کی طرف زیادہ راغب تھی جس کو خوب ترقی دی اور آخر عمر تک اس میں مشغول رہے۔ شادی مسماۃ کنیز کبریٰ دختر مجیب حیدر تعلقدار بہوہ کے ساتھ ہوئی۔ جن مظفر کے بطن سے ایک لڑکا محمد اکبر اور چار لڑکیاں مہر بانو شاہدہ بانو، کنیز عاتکہ اور کنیز رباب دجود میں آئیں جو بالترتیب مقبول حسین، راحت حسین ابرار مہدی موتنگ پوری اور علمدار حسین ردولوی کو منسوب ہوئیں۔ موصوف نے ۱۳۳۲ھ میں انتقال کیا۔

محمد اکبر کی شادی علامہ مہدی کی پوتی کے ساتھ ہوئی اس وقت تک چار لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے جن کے اسماء نسیم فاطمہ، حسین فاطمہ، عالم خاتون محمد اظہر اور غدیر فاطمہ ہیں۔ بڑی لڑکی کی شادی پاکستان میں ہوئی ہے۔

## سید مجیب حیدر ابن حاجی حسین

زمانہ طفلی میں فتح بہادر خاں تعلقدار بہوہ نے سید موصوف کو لے کر اپنا ولی عہد کیا۔ اور اپنی بھتیجی سے جو محض خاندان میں ایک لڑکی تھی سید موصوف کا عقد کیا اور کل انتظام خانہ داری سید موصوف کے سپرد کر کے خود ایک آزاد زندگی بسر کرنے لگے۔ سید موصوف نے بچپن ہی سے طبیعت نہایت تیز اور ہونہار پائی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جب فتح بہادر خاں نے سید حاجی حسین سے سید موصوف کے لئے درخواست کی تو سید حاجی حسین نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ حاجی صاحب لڑکے شیرینی نہیں ہیں جو تقسیم کئے جا سکیں۔ خان موصوف کچھ آزردہ خاطر نہ ہوئے بلکہ اپنی کوشش میں سرگرم و مصروف رہے۔ آخر سید موصوف نے

خود اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ آپ مجھکو کیوں نہیں جانے دیتے۔ جہاں رہونگا آپ ہی کا کہلاؤں گا۔ ہاتھی کبھرے گاؤں گاؤں۔ جس کا ہاتھی اسی کا ناؤں۔ سید موصوف کی بات سید حاجی حسین کے ذہن میں آگئی اور سید موصوف کو خان موصوف کے سپرد کردیا۔ چونکہ فتح بہادر خاں ممدوح الصدر کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے سید موصوف کو اپنا ولی عہد و جانشین کیا۔ اسوقت علاقہ زیر اہتمام کورٹ آف وارڈس تھا۔ سید مجیب حیدر کو مہتمم کورٹ نے اسی علاقہ میں سربراہکار مقرر کیا۔ جس سے امور علاقہ داری سے پورا تجربہ حاصل کیا۔ خان موصوف کی اطاعت و تابعداری میں ہر لمحہ مصروف رہتے تھے۔ اسقدر اطاعت کی کہ اگر بیٹا صُلبی بھی ہوتا تو اتنی فرمانبرداری نہیں کرسکتا تھا۔ آخر خان موصوف نے کل علاقہ اپنا ذریعہ ہبہ سید موصوف کے نام منتقل کردیا۔ خان موصوف ہی کی حیات میں کل قرضہ علاقہ کا جو اس وقت واجب الادا تھا ادا کر کے علاقہ واگذار کرالیا اور نہایت بیدار مغزی سے انتظام علاقہ میں مصروف ہوئے۔ بہت سا علاقہ خرید کر کے شامل تعلقہ کیا۔ کافی جائداد موضع بن بہریا میں خرید کر اپنی بیٹیوں کے نام منتقل کردی۔ جس پر سید موصوف کی بیٹیاں تاحال قابض و متصرف ہیں اور قبضہ مالکانہ رکھتی ہیں۔ جس قدر اعزا تھے سب کے گذارے مقرر کئے کوئی سائل ناامید دروازے سے واپس نہیں ہوا۔ مہمان نوازی میں خاص دلچسپی تھی۔ نہایت کریم النفس و جواد شخص تھے۔ عالی حوصلگی و اصابت رائے میں ممتاز خاندان علیم الدین میں ایسا روشن خیال و خاندان پرور اس وقت تک نہیں گذرا کسی کو ذلیل نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ اپنے سے سب کو بہتر جانتے تھے۔ حُسن سلوک ایسا کہ ایک ہاتھ سے دیا تو دوسرے کو خبر نہ ہوئی۔ حُسن اخلاق کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص خواہ عزیز ہو یا غیر، بچّہ ہو یا بوڑھا یہی سمجھتا تھا کہ مجھ سے زیادہ

سید موصوف کو کسی سے محبت و اتحاد نہیں ہے۔ اس موقع پر اہلیہ سید موصوف کے حالات بیان کردینا بے موقع نہ ہوگا۔ اُن کی بھی یہ حالت تھی کہ سائل آیا جو کچھ پاس ہوا دے ڈالا۔ جاڑوں کا زمانہ ہے کسی کو سُنا کہ اوڑھنے کو نہیں ہے بیتاب ہوگئیں۔ اپنا لحاف اٹھاکر بھیجدیا۔ کبھی بچھونا اوڑھ کر رات گذاری۔ کبھی آگ کے سہارے شب بیداری کردی۔ زاید کپڑے کبھی اپنے پاس نہیں رکھے زینت اور خود نمائی کی اشیاء اپنے اوپر حرام کر رکھی تھیں۔ اللہ اکبر ایسے کریم وجواد لوگ تھے جن کے اوصاف بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔ ایک بہت بڑا پختہ کنواں خاص بہوہ میں تعمیر کرایا۔ جس میں ۲۴ پُر چلنے کی گنجائش ہے۔ ایک عمارت پختہ امام باڑہ کی تعمیر کرانا شروع کی مگر پورے طور سے پایۂ تکمیل کو نہیں پہونچا تھا کہ سید موصوف کا انتقال ہوگیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہوہ کے لئے اِن کا وجود ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ سید موصوف کی نسبت مسماۃ مبارک النساء دختر روشن زماں خاں تعلقدار بہوہ کے ساتھ ہوئی تھی جن معظمہ کے بطن سے دو لڑکے سید امیر حیدر و سید وزیر حیدر لاولد اور تین لڑکیاں مسماۃ صادق النساء کنیز فاطمہ اور کنیز کبرا وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید سعید احمد و سید نذیر احمد و سید مجیب حیدر قادرپوری کو منسوب ہوئیں۔ سید موصوف نے ۱۳۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔

## سید امیر حیدر ابن مجیب حیدر

موصوف کی ولادت ۱۸۶۷ء میں ہوئی اردو اور انگریزی کی تعلیم رائے بریلی میں حاصل کی۔ نہایت جری، صاحب حوصلہ اور فیاض شخص تھے شادی مسماۃ مومنہ دختر صفدر حسین سرائے میر کے ساتھ ہوئی اِن معظمہ کے

بطن سے ایک لڑکا سید غلام حیدر اور ایک لڑکی کنیز مصطفےٰ وجود میں آئیں۔ بعد وفات اپنے والد کے تعلقدار ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔

الف۔ سید غلام حیدر ابنِ امیر حیدر: تعلیم مقامی اسکولوں میں ہوئی نہایت مذہبی آدمی ہیں۔ صوم صلوٰۃ کے بعید پابند ہیں۔ انداز گفتگو نہایت پسندیدہ ہے۔ نہایت خلیق واقع ہوئے ہیں۔ آپ کی یکے بعد دیگرے چار شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی دختر نواب صادق علی خاں شیش محل لکھنؤ کے ساتھ بچپن میں ہوئی جب سن تمیز کو پہونچے اس وقت ترخیص ہوئی موصوفہ کے بطن سے ایک لڑکی خورشید جہاں پیدا ہوئی۔ جس کے تھوڑے عرصہ کے بعد موصوفہ کا انتقال ۱۹۲۳ء میں ہوگیا۔ صغیر السن بچی کی پرورش ننہال میں ہوئی اور ننہال ہی میں شادی بھی ہوئی۔ جو اس وقت اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان میں ہے دوسری و تیسری شادیاں علی الترتیب سکینہ و اُم لیلیٰ دختران سید مختار مہدی نوگانوی کے ساتھ ہوئیں۔ سکینہ کے بطن سے ایک لڑکا صغیر حیدر پیدا ہوا۔ اُس کا سن ۲ سال کا تھا کہ جولائی ۱۹۳۸ء میں ظلِ عاطفتِ مادری سے محروم ہوگیا۔ تیسری بی بی ام لیلیٰ کے بطن سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا۔ جمال فاطمہ۔ شبیہہ فاطمہ، ریحانہ اور توقیر حیدر وجود میں آئے۔ توقیر حیدر کی ولادت کے سلسلہ میں ام لیلیٰ کا بھی اپریل ۱۹۴۶ء میں انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد چوتھی شادی دختر بابو ریاست علی خاں فیض آباد کے ساتھ ہوئی۔

ب۔ کنیز مصطفےٰ ابنتِ سید امیر حیدر: آپ کی شادی شمشاد احمد قادر پور کے ساتھ ہوئی۔ تین لڑکیاں وجود میں آئیں۔ بڑی لڑکی کا نام اُم ائمہ ہے جس کی شادی شمیم حیدر موتک پور کے ساتھ ہوئی ہے۔ دوسری لڑکی کا نام اصغیہ ہے اور تیسری لڑکی کا نام کوثر ہے دونوں ابھی ناکتخدا ہیں۔

# سید قمر الدین حسین ابنِ حاجی حسین

موصوف ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ چونکہ ننہال عثمان پور میں تھا۔ فارسی تعلیم عثمان پور میں رہ کر حاصل کی۔ آدمی بہت صناع اور کاریگر تھے۔ طبیعت بہت ذہین پائی تھی۔ مصوری میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ پہلی شادی دختر روشن زماں خاں تعلقدار عثمان پور کے ساتھ ہوئی۔ جنکے بطن سے دو لڑکیاں صیف النساء اور سید النساء وجود میں آئیں۔ بعد وفات زوجہ اولیٰ کے دوسری شادی مسماۃ قطب النساء دختر سیح الزماں سے ہوئی جنکے بطن سے مقبول حسین اور راحت حسین وجود میں آئے۔ موصوف کی وفات ۱۹۱۲ء میں ہوئی۔

# سید مقبول حسین ابنِ قمر الدین حسین

موصوف کی ولادت تقریباً ۱۸۸۵ء میں ہوئی۔ اُردو فارسی کی تعلیم مولوی منور علی صاحب سے مونگپور میں حاصل کی۔ نہایت ذکی الحس اور ہوشیار آدمی تھے۔ ریاست بہوہ میں بزمانہ امیر حیدر صاحب تعلقدار بہوہ منیجر ریاست رہے۔ شادی مسماۃ مہر بانو دختر نجیب حیدر صاحب کے ساتھ ہوئی۔ جنکے بطن سے عباس حسین، صابر حسین، نیاز حسین، اور ظہیر حسین پیدا ہوئے اور لڑکیاں کنیز بانو اور عالیہ بانو وجود میں آئیں۔ ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔

عباس حسین کی شادی واصفہ بنتِ محمد تدبیر جبر گاواں، صابر حسین کی شادی کنیز حیدر بنت راحت حسین بہوہ اور نیاز حسین کی شادی شاہدہ بنتِ محمد تدبیر جبر گاواں کے ساتھ ہوئی۔ چھوٹے صاحب زادے سید ظہیر حسین زیر تعلیم ہیں۔

## سید راحت حسین ابنِ قمر الدین حسین

موصوف ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے ۔ شادی شاہدہ بانو دختر نجیب حیدر کے ساتھ ہوئی ۔ دو لڑکیاں کنیز حیدر اور رابعہ خاتون وجود میں آئیں ۔ جو بالترتیب صابر حسین بہوہ اور محمد صادق مچھم بلاقی کو منسوب ہوئیں ۔ موصوف نے ۱۹۳۴ء میں انتقال کیا ۔

## سیّد حافظ حسین ابن حاجی حسین

موصوف کی ولادت ۱۸۶۲ء میں ہوئی ۔ مولوی جمعیت حسین سے تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ ایک روز مولوی صاحب نے کچھ زیادہ تنبیہہ کر دی جس کی وجہ سے رُخسار پر آماس ہو گیا ۔ اُن کے والد سید حاجی حسین نے یہ دیکھ کر مکتب سے اُٹھا لیا اور مولوی صاحب کو رخصت کر دیا ۔ اس لئے موصوف زیادہ تعلیم نہ حاصل کر سکے ۔ شادی مسماۃ بتّن دختر کاظم حسین میران پور کے ساتھ ہوئی ۔ کوئی اولاد وجود میں نہیں آئی ۔ ۱۹۲۷ء میں لاولد انتقال کیا ۔

## فصل سوم

## سیّد مبارک حسین ابنِ سیّد حسین بخش

نسبت سید موصوف کی مسماۃ صلاماً دختر چودہری دیاج الدین ستر کھ کے ساتھ ہوئی تھی جن مرحومہ کے بطن سے ایک لڑکا سید بنیاد حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ حبیب النساء و شکور النساء وجود میں آئیں ۔ جو علی الترتیب سید ناظم حسین بھٹیا

اور سید ارتضیٰ حسین میران پور کو منعقد ہوتیں۔ زیادہ تر حالات سید موصوف کے سید حاجی حسین کے بیان میں آ چکے ہیں۔ دوبارہ اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا انتقال ۱۸۸۰ء میں ہوا۔

## سید بنیاد حسین ابن سید مبارک حسین

بعد وفات اپنے پدر بزرگوار مالک ریاست ہوئے۔ باپ کے ظل عاطفت سے کمسنی ہی میں محروم ہو گئے۔ چونکہ کوئی خالص ہمدرد اور شفیق سر پرست موجود نہ تھا جو دنیا کے نشیب و فراز سمجھاتا لہذا غیر ذمہ دار اور خود غرض اشخاص حاوی ہو گئے اور اپنے مفاد کے پیش نظر جس طرف چاہا طبیعت کا میلان کر دیا۔ آپ کے والد کافی منتظم آدمی تھے۔ کافی بڑی جائداد کے مالک ہو گئے تھے۔ بوقت انتقال ایک معتد بہ رقم چھوڑی جس کا صرف صحیح نہیں ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست زیر بار ہو گئی اس وقت گورنمنٹ نے تہدید کی تب آپ کی طبیعت اعتدال پر آئی۔ اور تمام غیر پسندیدہ باتوں کو ترک کر دیا اور امور ریاست کی طرف متوجہ ہوئے۔ انتظام ریاست درست کیا۔ علاقہ کو بڑھایا اور شان و شوکت سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ایک رئیس اعظم کہلانے کے مستحق ہوئے۔ حکام میں بھی رسوخ پیدا کیا۔ سیاسی اور مذہبی ذمہ داریوں کا احساس ہوا۔ قحط کے زمانہ میں پبلک کی کافی اعانت کی اور بہت سے خاندانوں کی پرورش کی۔ محرم بڑے خلوص سے انجام دیتے تھے۔ مجالس سے خاص شغف تھا۔ مہندی کا جلوس نہایت تزک و احتشام سے نکالتے تھے۔ محرم میں ایک مجلس ۸ تاریخ کو مخصوص اہتمام سے ہوتی تھی جس میں کل پرگنہ بلاؤ شریک ہوتا تھا۔ سب کو طعام لذیذ کھلایا جاتا تھا اس کے علاوہ دوران سال میں اکثر مجالس و میلاد ہوا کرتے تھے۔ برٹش گورنمنٹ سے

خدمات کے صلہ میں "خان بہادر" کا خطاب ملا۔

سید موصوف کی نسبت مسماۃ اشرف النساء دختر سید صفدر حسین موہنک پوری سے ہوئی۔ جن کے بطن سے ایک لڑکی شرف النساء وجود میں آئیں۔ جن موصوفہ کا عقد راجہ ابوالحسن خاں آف بلہرہ کے ساتھ ہوا جن کے حالات اسی بیان کے اختتام پر درج ہو رہے ہیں۔ خان بہادر موصوف بعارضۂ سرطان مبتلا ہوئے اور بغرض علاج لکھنؤ تشریف لیگئے۔ وہاں علاج ہوا۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہیں انتقال فرمایا۔ نعش قادرپور آئی اور موروثی قبرستان بلاؤں میں دفن ہوئی۔

## بعد انتقال خان بہادر مرحوم انکی بیوہ اشرف النساء کے سامنے پریشان کن مسائل اور انکا حل

خان بہادر مرحوم کے انتقال کے بعد آپ کی بیوہ اشرف النساء کے سامنے پیچیدہ پیچیدہ مسائل داخلخارج وغیرہ کے سلسلہ میں پیش ہوتے۔ جن کو آپ نے نہایت ہوشیاری اور دوراندیشی سے طے کر دیا اور تمام جھگڑوں کا دائمی سدباب کیا۔ ابھی کچھ ہی عرصہ خان بہادر مرحوم کے انتقال کو ہوا تھا کہ راجہ ابوالحسن خاں آف بلہرہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کی صاحبزادی شرف النساء کی بھی رحلت ہوئی جس کی وجہ سے آپ کی ذمہ داریاں بیحد بڑھ گئیں کیونکہ اُس وقت نواسیوں کی دیکھ بھال، تعلیم و تربیت اور پرورش آپ ہی کے سر آن پڑی آپ کا قیام بارہ بنکی اور لکھنؤ میں رہنے لگا۔ اس درمیان میں آپ کو بڑی زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا اور ایسے ایسے واقعات ملازمین کی نمک حرامی کی وجہ سے رونما ہوتے جن کی وجہ سے آپ کو دلی صدمات پہونچے مگر آپ نے ہر امر کو نہایت

صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا۔ بڑی اور چھوٹی نواسیاں مہاراجہ صاحب محمود آباد کی نگرانی میں چلی گئیں۔ منجھلی نواسی کو آپ لیکر قادرپور چلی آئیں۔ یہی نواسی آپ کے زخمی اور دکھے ہوئے دل کا مرہم بنی۔ باوجود پردہ نشین ہونے کے انتظامِ علاقہ بہت حسن و خوبی سے انجام دیا۔ جس سے رعایا بہت خوش اور مطمئن رہی۔ امور علاقہ کے علاوہ مذہبی فرائض کو بجد انہماک سے انجام دیتی رہیں۔ اور اُن میں ترقی کی کوشاں رہیں۔ ایک خوبصورت مقبرہ اپنے شوہر کی قبر پر تعمیر کرایا۔ نہایت عالی شان امامباڑہ قادرپور میں بنوایا۔ آرائش امامباڑہ کی طرف بھی توجہ ہوئی۔ بہت ہی عمدہ علم و پٹکے وغیرہ سے اس کو آراستہ کیا۔ ۱۹۴۷ء میں زیارتِ عراق و ایران کا شرف حاصل کیا۔ اعزا سے بہت محبت کرتی تھیں اور ان کا کافی خیال رکھتی تھیں۔ موصوفہ کا انتقال ۱۷ محرم ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۵۲ء یوم پنجشنبہ کو بمقام قادرپور ہوا۔ منجھلی بٹیا نے نعش سپرد کرادی اور ایک سال کے بعد کربلائے معلیٰ لے گئیں اور روضۂ حضرت عباس علیہ السّلام کے ایوانِ طلا میں دروازہ کے داہنی طرف دفن کیا۔

**شرف النساء بنتِ بنیاد حسین:** آپ کی شادی راجہ ابوالحسن خاں آف بلہرہ کے ساتھ ہوئی۔ موصوفہ بڑی مومنہ صالحہ تھیں۔ اعزا پروری، غربا کی امداد محبوب مشغلہ تھا۔ آپ کے تین لڑکیاں وجود میں آئیں۔ جنکے حالات نیچے درج ہیں اپنے شوہر کے انتقال کے ایک سال کے اندر آپ کا بھی انتقال ہوا اور بلہرہ میں دفن ہوئیں۔

**الف۔ کنیز عابد دختر شرف النساء:** راجہ ابوالحسن خاں مرحوم کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ اُن کے انتقال کے بعد آپ اُن کی جانشین ہوئیں تعلقہ کا اندراج آپ کے نام ہوا۔ اور رانی کے نام سے ملقب ہوئیں۔ آپ کی شادی

راجہ امیر احمد خاں صاحب والی ریاست محمود آباد کے ساتھ بتاریخ ۱ر شعبان ۱۳۴۵ھ مطابق ۵ر فروری ۱۹۲۷ء یوم چہارشنبہ بمقام بلہرہ ہوئی۔ بجید مذہبی۔ امورِ خیر میں حصہ لینے والی۔ خوش اخلاق اور اعزا سے محبت کرنے والی خاتون ہیں۔ متعدد بار زیارت سے مشرف ہو چکی ہیں اور کافی عرصہ عراق میں قیام رہا۔ فریضۂ حج سے سبکدوش ہو چکی ہیں۔ ایک بہت بڑا وقف کیا ہے۔ آپ کے دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے ہیں۔ دونوں صاحبزادیوں کی شادی ہو چکی ہے۔ صاحبزادے اس وقت لندن میں زیر تعلیم ہیں۔

**ب۔ کنیز باقر دختر شرف النساء:** آپ راجہ ابوالحسن مرحوم کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ راجہ صاحب مرحوم نے ایک علاقہ المعروف بہ مہنون ضلع گونڈہ میں خرید کیا تھا اور بموجب وصیت بعد انتقال راجہ صاحب مرحوم اُسکا داخلخارج آپ کے نام ہوا۔ جو آپ کی صغر سنی کی بناء پر کورٹ آف وارڈس کی نگرانی میں چلا گیا اور ۱۹۳۳ء میں واگذار ہوا۔ آپ منجلی بٹیا کے نام سے مشہور ہوئیں۔ نہایت سنجیدہ و منکسر مزاج، رحمدل، سخی، مخیر، خلیق، باسلیقہ اور ہر دلعزیز واقع ہوئی ہیں۔ عزاداری امام مظلوم سے بیحد اُنس ہے۔ ایک مذہبی وقف بھی کیا ہے۔ جس کی سالانہ اینوئٹی حکومت سے ملتی ہے۔ جو کار خیر وغیرہ میں باقاعدہ صرف ہوتی ہے۔ آپ نے ایک زنانہ اسپتال بنوانا چاہا تھا۔ جسکی عمارت بازار قادر پور کے متصل لب سڑک حیدر گڑھ و دریاباد روڈ پر اب بھی اپنی بدقسمتی پر شکوہ سنج ہے عمارت کافی بلندی تک پہونچ چکی تھی کہ چند لوگوں کی عدم توجہی کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکی اور کافی روپیہ صرف کرنے کے بعد بھی آپ کو غیر مکمل چھوڑ دینا پڑا۔ اسے دیکھنے والے راہگیر کف افسوس مل کر رہ جاتے ہیں تو ناظرین اندازہ کر پائیں کہ بانی اسپتال کو کسقدر رنج و ملال ہوگا۔ اگر یہ اسپتال بن کر تیار ہوگیا ہوتا تو لوگوں کو کسقدر سہولت اور فائدہ ہوتا

ساتھ ہی ساتھ آپ کا نام نامی ہمیشہ درخشاں ستارہ بن کر چمکتا رہتا۔ آپ نے متعدد بار عراق و ایران کی زیارتیں کیں۔ نیز بعیضہ حج ادا کیا۔ اپنی نانی مرحومہ کی نعش لیکر عراق گئیں۔ وہاں امور خیر پر زر کثیر صرف کیا اور کافی عرصہ تک وہاں مقیم رہیں۔ محرم زمانہ کی اقتصادی مشکلات کے باوجود بڑے انہماک سے انجام دیتی ہیں۔

**ج۔ کنیز علی دختر شرف النساء:** آپ راجہ ابوالحسن خاں آف بلہرہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ مثل اپنی منجھلی بہن کنیز باقر کے آپ کے لئے بھی راجہ صاحب مرحوم نے ایک علاقہ "بروا" ضلع گونڈہ میں خرید کیا تھا جو موصوفہ کو ملا۔ آپ کی شادی مہاراجکمار امیر حیدر خاں آف محمودآباد کے ساتھ ہوئی۔ آپ کی تربیت مہاراجہ صاحب محمودآباد کی نگرانی میں ہوئی۔ اس وقت تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔

## سید بخشش احمد ابنِ سید حسین بخش

بعد تحریر ہبہ نامہ سید موصوف بھی حصہ پدری پانے سے محروم رہے۔ صرف ڈھائی سو بیگہ خام سیر پائے ہوئے تھے اسی پر بسر اوقات تھی۔ سید موصوف کی نسبت مسماۃ جا جرہ دختر چودھری قاسم علی سلیمان پوری کے ساتھ ہوئی تھی جب مرحومہ کے بطن سے صرف ایک لڑکی مسماۃ ام سلمہ وجود میں آئی جو سید حسین پسر کلب حسین تیکری کو منسوب ہوئی۔ ۷ رجب ۱۳۱۸ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۱۰ء یوم پنجشنبہ کو آپ کا انتقال ہوا

بعد انتقال سید موصوف جو اراضی سیر کی آپ کے قبضہ میں تھی اسکے دعویدار خان بہادر بنیاد حسین ہوئے اور مسماۃ ہاجرہ بیوہ سید مرحوم کے خلاف عدالت سب جج کے یہاں مقدمہ دائر کر دیا۔ ۹ جولائی ۱۹۱۳ء کو فیصلہ مسماۃ ہاجرہ کے موافق ہوا۔ جس کی اپیل میر بنیاد حسین نے جوڈیشل کمشنر کی عدالت میں کی۔ یکم اگست ۱۹۱۴ء کو

مسماۃ ہاجرہ کا انتقال ہوگیا۔ اور مرحوم کی صاحبزادی اُمِ سلمہؓ انکی قائم مقام بنائی گئیں۔ ۲ر جون ۱۹۱۵ء کو اپیل منظور ہوگئی اور عدالت نے مع خرچہ ڈگری دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کل آراضی نکل گئی۔ اور مکان بھی نیلام ہو کر ختم ہوگیا۔ اور اُمِ سلمہ کا تعلق ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قادر پور سے ختم ہوگیا۔



# باب ششم

## سادات قصبہ

# ذکر خاندان سادات قصبہ

بعد انتقال سید منہاج الدین کے سید کالے و سید احمد و سید سالم نے جائداد تقسیم کرلی اور یہ پہلی تقسیم ہے جو اعقاب سید قبول میں واقع ہوئی اُسوقت تک جیٹھانسی کا رواج جاری نہیں ہوا تھا۔ اور یہ تقسیم بحصص مساوی وقوع میں آئی تھی۔ سید کالے چار مواضعات قصبہ، جسلاپور، علی پور و دولونی حصہ میں پاکر قابض و متصرف ہوئے۔ بوجہ عدم وجود اولاد جائز کے سید سالم کو حصہ نہیں ملا۔ سید سالم نے اپنا حصہ سید احمد کو دیکر موازی پانسو بگیہ آراضی پر قناعت کی۔

سید کالے کے تین بیٹے تھے۔ اول سید غلام محی الدین جنھوں نے لاولد انتقال کیا۔ دوسرے سید تاج الدین تیسرے سید سراج الدین۔ چونکہ عقب سید کالے کا دو لڑکوں سے قائم ہوا لہٰذا ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

## فرعِ اوّل در ذکرِ سید تاج الدین ابنِ سید کالے

سید تاج الدین کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام سید اکبر علی تھا جو مسماۃ داحن بیس کے خاندان کا علم نہیں ہے منسوب ہوئے۔ دو لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا۔ ایک سید مکرم علی جو مسماۃ سوندھی بی بی سے جن کے خاندان کا بھی علم نہیں ہے منعقد ہوئے اور لاولد فوت ہوگے۔ دوسرے سید سراج الدین جن کے تین لڑکے پیدا ہوئے اول سید جہانگیر جو لاولد فوت ہوئے۔ دوسرے سید تراب جن سے دو لڑکیاں وجود میں آئیں۔ ایک لڑکی میر عظمت اللہ قصبہ کو بیاہی گئی دوسری کے انعقاد کا حال نہیں معلوم ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ سید محمد عرف سید جان جبر گانواں کے ساتھ عقد ہوا تھا۔ تیسرے سید باگھ تھے جن سے

ایک لڑکی[1] و سید تبریز علی پیدا ہوئے۔ سید تبریز علی کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اول سید روشن علی جو لاولد فوت ہوئے۔ دوم سید مظفر علی جو نواب مقصود آباد کی سرکار میں ملازم تھے اور وہیں رحلت کی۔ اس سبب سے اُن کی اولاد کی کیفیت معلوم نہیں ہوئی سوم سید مراد علی جو مسماۃ نیسار دختر میر علی بخش جبر گانواں سے منعقد ہوئے جن سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ اول سید خورشید علی جو لاولد فوت ہوئے دوسرے میر امید علی جو مسماۃ فہمیدہ دختر سید تہور علی سنگورہ سے منعقد ہوئے۔ اس مرحومہ کے بطن سے دو لڑکے مسمیان سید سرفراز علی و مصاحب علی اور دو لڑکیاں مسماۃ کریماً جن کو فاطمہ بھی لکھا ہے و مسماۃ مونا وجود میں آئیں۔ مسماۃ کریماً میر خادم حسین جبر گانواں کو منعقد ہوئیں جنھوں نے لاولد انتقال کیا۔ اور مسماۃ مونا سید فضل احمد سونک پور کو منسوب ہوئیں۔ جن معظمہ کے بطن سے سید غلام جعفر، سید حیدر حسین سید علی احمد اور سید مہدی حسین پیدا ہوئے۔

چونکہ سید تہور علی سنگورہ طیب کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی اس لیے بعد وقوع عقد اپنی لڑکی کے میر امید علی کو اپنا متبنیٰ و جانشین کیا۔ اور کاروبار زمینداری سب اُن کو تفویض کیے۔ بعد انتقال سید تہور علی کے سادات سنگورہ مخاصمت پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور ارادہ کیا کہ میر امید علی کا قبضہ اٹھا دیں مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور میر امید علی اس جائداد پر بدستور قابض و متصرف رہے۔

## میر امید علی و سید خادم علی موتکچوری میں جنگ عظیم واقع ہونا اور عامل تلوکہ کا درمیان میں پڑنا

---

[1] لڑکی کا عقد سید شاہ محمد جبر گانواں کے ساتھ ہوا۔

سید امید علی کے زمانہ میں سید خادم علی موتک پوری نے بابتہ بقایا زرِ مالگزاری سید موصوف کی ضمانت کی تھی۔ مگر کوئی صورت ادائیگی کی نہ پیدا ہوئی آخر سید خادم علی نے جاکر سید موصوف کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ اس وقت مکان جلالپور میں واقع تھا۔ آخر کار فیما بین جنگ و جدال کی نوبت پہونچ گئی اور کئی آدمی عین ہنگامہ کارزار میں مارے گئے۔ آخر مدافعت سے گزر کر یہاں تک نوبت پہونچی کہ سید موصوف مکان کے اندر محصور ہو گئے اور دروازہ توڑا جانے لگا بھیکو بڑھئی کا باپ عین دروازہ چیرتے وقت گولی کا نشانہ بنا تھا۔ آخر کار عاملِ شاہی درمیان میں پڑا اور سید خادم علی کو مطالبہ ضمانت سے بری الذمہ کیا اور لڑائی موقوف ہوئی۔

## میر امید علی اور اُن کے بیٹے سید سرفراز علی میں نزاع واقع ہونا اور سید موصوف کا راہ غربت اختیار کرنا

کہتے ہیں کہ ایک بار میر امید علی اور ان کے بیٹے سید سرفراز علی میں کسی امر میں امور خانگی کی بابت کچھ جھگڑا ہو گیا تھا اور اس نزاع کو اسقدر طول ہوا کہ دشمنی و عداوت کی نوبت پہونچی۔ جب سید موصوف بیٹے کی عداوت سے نہایت تنگ ہوئے۔ ناچار راہِ غربت اختیار کی اور دہالو سنگھ راجہ پوری کے مکان پر آکر قیام کیا۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں میاں الماس علی خاں نے دہالو سنگھ کے مکان کا آکر محاصرہ کرلیا۔ لیکن قبل اس کے کہ شاہی لشکر پہونچے دہالو سنگھ کو پہلے ہی اطلاع ہو چکی تھی اور وہ مکان چھوڑ کر بھاگ چکا تھا۔ میر امید علی کو اس حال سے مطلق اطلاع نہ تھی اسی کے گھر میں مقیم تھے کہ لشکر شاہی کے محاصرہ میں پڑ گئے ناچار کمال جرات و دلاوری سے جان سے ہاتھ دھو کر باستقلال تمام تن تنہا

کوٹھے پر بندوق لے کر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ ۱۵ نفر سپاہی لشکر شاہی کے مقتول و مجروح ہوئے۔ جب لشکر شاہی نے ہر طرف سے ہجوم کیا معلوم ہوا کہ سوائے ایک جانب کے جس طرف سید موصوف بیٹھے تھے اور کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آتی ہے یہ سمجھ گئے کہ مکان خالی ہے۔ میاں الماس علی خاں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ درخت پر چڑھ کر حال دریافت کرے۔ اس نے درخت پر سے دیکھا کہ محض ایک شخص واحد کے جو زیر جامہ پہنے ہوتے بندوق چلا رہا ہے اور دوسرا کوئی اس مکان میں موجود نہیں ہے۔ سید موصوف کے لباس سے ظاہر ہوا کہ یہ کوئی مسلمان ہے ہندو نہیں ہے۔ فوراً حسب الحکم اس نے آواز دی کہ تم کون ہو اور کس واسطے لڑ رہے ہو۔ سید موصوف نے جواب دیا کہ ہم قصبہ بلالوں کے سادات سے ہیں اور نزاع خانگی کی وجہ سے ترک وطن کر کے یہاں آتے تھے۔ مگر دہالو سنگھ نے ہم سے فریب کیا کہ وہ خود آپ کی اطلاع پا کر بھاگ کھڑا ہوا اور حقیقت حال سے مجھکو اطلاع نہ دی اور اس مہلکہ میں پڑ کر محصور ہوگیا۔ چونکہ مجھکو اس آشوب بلا سے نجات پانا غیر ممکن معلوم ہوا اس لیئے جان سے ہاتھ دہو کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہوگیا اب بجز مار ڈالے جانے کے میرا دوسرا انجام ہونا نہیں ہے اس لیئے تحفظ جان کے لیئے سوائے لڑنے کے اور کوئی تدبیر نظر نہیں آتی ہے۔ اس کیفیت کو شن کر خواجہ سرائے موصوف نے جواب دیا کہ اب میں نے تم کو امان دی لڑائی سے ہاتھ اٹھاؤ باطمینان خاطر مکان سے باہر نکل آؤ تم کو اب کوئی مضرت نہ پہنچے گی۔ چونکہ سید موصوف اس کے مکر و فریب سے واقف نہ تھے۔ امان پا کر فوراً دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔ لشکر شاہی کے سپاہی سید موصوف سے لپٹ گئے اور زخمی کر دیا۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کی گرفتار کر کے میاں الماس علی خاں کے حضور میں لے آئے۔ اس بدعہد نے مطلق اپنے امان دینے کا لحاظ نہ کیا سید موصوف سے

خطاب کر کے کہنے لگا کہ اب ہاتھی کے پیر میں بندھوا کر پامال کرا ڈالوں ۔ سید موصوف نے جواب دیا کہ اے زنانے تیری کیا مجال ہے کہ مجھکو قتل کرے ۔ آخر کار خواجہ سرائے موصوف ناحق قتل و خونریزی سے درگزرا لیکن بحراست تمام سید موصوف کو اپنے ساتھ لے جاکر قلعہ گوشائین گنج میں قید کر دیا بعد چند دنوں کے اس قلعہ سے اپنے ساتھ لے جاکر قلعہ رسول آباد میں مقید کیا ۔ آخر تین سال قید کی تکلیفیں اٹھاکر رہائی پائی اور اپنے گھر واپس آئے ۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ سید سرفراز علی انکے بیٹے نے موضع قصبہ جلالپور رہن کر دیا ہے اور ایک انقلاب عظیم اہل و عیال کے حال پر پیدا ہو گیا ہے ۔ اس خرابی کو دیکھ کر سید موصوف نہایت المناک ہوئے لیکن چونکہ اس کی اصلاح آسان نہ تھی اس لیئے خاموش ہو گئے ۔ اور چند روز زندہ رہ کر اس جہان فانی سے طرف عالم جاودانی کے رحلت فرمائی چونکہ سید موصوف کے دو لڑکے تھے اس لیئے دو ثمروں میں جُدا جُدا ذکر کیا جاتا ہے ۔

## ثمرہ اوّل در ذکر سیّد سرفراز علی

میر سرفراز علی سے نزاع ہونے کے بعد میر امید علی نے اپنے دوسرے بیٹے مصاحب علی کے ساتھ جلالپور میں سکونت اختیار کی لیکن چند روز کے بعد مخالفت کو اس قدر ترقی ہوئی کہ ناچار میر امید علی بیٹے کے ظلم سے تنگ آکر راجہ پور چلے گئے جیسا بیان ہو چکا ہے ۔ اسی درمیان میں میر سرفراز علی بلاکسی نزاع و خصومت کے کل دیہات زمینداری پر قابض ہو گئے خداوند عالم منتقم حقیقی ہے باپ کے حق میں اولاد کی مخالفت کا ہمیشہ بُرا نتیجہ نکلتا ہے چند روز نہ گذرے تھے کہ سید موصوف کے گھر پر ایسی تباہی آئی کہ آج تک اسکی اصلاح نہ ہوسکی

چنانچہ بعد قبضہ ہونے میر امید علی کے سید سرفراز علی انصرام امور علاقہ داری میں مصروف ہوئے۔ چند روز نہ گذرے تھے کہ سید فضل احمد موتکپوری نے بابتہ بقایا زر مالگذاری مواضعات قصبہ و جلالپور ضمانت کی لیکن کوئی صورت ادائیگی زرِ ضمانت کی نہ ہوتی۔ جب عاملِ شاہی کی طرف سے سخت تدارک ہونے لگا۔ ناچار سید فضل احمد نے سید مذکور الصدر کو مصلحتاً قید کرلیا اور سخت تاکید کرنے لگے لیکن کوئی ادائیگی کی صورت نہ بندھی۔ آخر سید سرفراز علی نے عاملِ شاہی کے تقاضے سے تنگ آکر سید فضل احمد کو پیغام بھیجا کہ چونکہ اِس وقت کوئی تدبیر ادائیگی زرِ ضمانت کی ممکن نہیں ہے لہذا اُس کے معاوضہ میں مواضعات مذکور رہن میں لیکر متصرف ہو جئیے۔ چونکہ کل مطالبہ زرِ رہن کی تدبیر فی الفور سید فضل احمد سے نہ ہوسکتی تھی اِس لئے اس امر میں میر امام بخش قادرپور سے استصواب کیا سید موصوف نے جواب دیا کہ چونکہ بالفعل مجھ سے اتنے روپئے کی تدبیر اس وقت نہیں ہوسکتی ہے۔ لیکن معاملہ ریاست کا ہے مساوی حقوق کے لحاظ سے جس طرح سے ممکن ہوگا ہم اور آپ مل کر زرِ ضمانت ادا کریں گے۔ بہرحال بعد تکمیل شرائط معاہدہ سید سرفراز علی نے موضع جلالپور کو آٹھ سو روپیہ کے معاوضہ میں اور موضع قصبہ کو سات سو بائیس روپیہ کے معاوضہ میں رہن کردیا۔ بعد تصدیق دستاویز مرتہنان نے قرض لیکر کل مطالبہ مندرجہ دستاویز ادا کردیا۔ حصہ سرفراز علی کی دستاویز سید فضل احمد کے نام ہوئی اور حصہ اولاد میر گدا علی کی سید امام بخش کے نام ہوئی اور دونوں اپنی اپنی دستاویز کے بموجب قابض و متصرف ہوئے۔ اس معاملہ کے چند روز کے بعد سید موصوف کا انتقال ہوگیا نسبت سید موصوف کی مسماۃ شہادن ہمشیرہ نور علی زمیندار موضع بمنولی کے ساتھ جو متصل بھدرسہ ہے ہوئی تھی۔ اُس مرحومہ کے بطن سے تین لڑکے

سید مدد علی و سید ممتاز علی و سید سعادت علی اور دو لڑکیاں مسماۃ بچی و مسماۃ باندی وجود میں آئیں۔ جو علی الترتیب میر مہر علی لٹھوا و میر اولاد علی سیر باری کو منعقد ہوئیں

## ذکر واقعات سید مدد علی و سید ممتاز علی و سعادت علی

سید مدد علی بعد وفات اپنے جد و پدر کے باتفاق برادران خود انصرام اُمور علاقہ داری اپنے ذمہ لیکر باقی ماندہ جائداد یعنی پٹی سنگورہ طیب و سیر واقع موضع جلالپور و قصبہ پر قابض و متصرف ہوئے۔ چند روز نہ گذرے تھے کہ سادات سنگورہ طیب میر تہور علی کے حصہ کی نسبت مخاصمت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور حقیت کے دعویدار ہوکر جنگ پر تیار ہو گئے۔ یہ حال دیکھ کر میر مدد علی وغیرہ نے اپنے استحقاق پر نظر کر کے سپاہ جمع کی اور مدافعت پر آمادہ ہوئے۔ یہاں تک کہ سخت جنگ طرفین میں واقع ہوئی۔ اسی ہنگامے میں میر نادعلی سنگورہ طیبی قتل ہوئے۔ اور پٹی سنگورہ بدستور میر مدد علی وغیرہ کے قبضہ میں رہی اب میر مدد علی وغیرہ کو اپنے جدی مواضعات کے فکر رہن کی فکر ہوئی۔ باتفاق یہ رائے قرار پائی کہ اگر کل باغات مواضعات قصبہ و جلالپور کے فروخت کر ڈالے جائیں جنکی چودہ سو روپیہ قیمت لگتی ہے تو کل مواضعات چھوٹ جائیں گے۔ چنانچہ اس تدبیر پر عمل کر کے باغات فروخت کر کے سید فضل احمد کا روپیہ دیدیا۔ پچاس روپئے اصل مطالبہ میں باقی رہ گئے جس کے معاوضہ میں پٹی سنگورہ طیب مکفول کردی اور دستاویز برآمد کرلی اسی سبب سے ورثار سید فضل احمد پٹی سنگورہ طیب پر قابض و متصرف ہیں

بعد ادائے مطالبہ سید فضل احمد میر مدد علی وغیرہ نے میر امام بخش کو پیام دیا کہ بپابندی شرائط دستاویز زر رہن لے کر مواضعات

فکر بین کر دیں ۔ میر امام بخش نے روپیہ لینے سے انکار کر دیا ۔ اور فکر بین پر راضی نہیں ہوئے ۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں ایک روز ٹھاکر پیر بخش خاں تعلقدار ریاست عثمان پور قصبہ کی طرف سے گذرے اور میر حسین علی وغیرہ کے گھر پر بملاقات کی غرض سے اُتر پڑے ۔ جب یہ خبر سید امام بخش کو پہونچی خیال کیا کہ شاید خان موصوف استغاثۃً فکر بین کی تدبیر میں آئے ہیں غصہ کی وجہ سے ضبط نہ کر سکے اور چند کلمات ناصواب خان موصوف کے منافی شان کہہ ڈالے اور پیام کہلا بھیجا کہ خان صاحب سے جا کر کہدو کہ یہ معاملہ فکر بین کا ہے اس میں نہ پڑیں گے ورنہ ان کے لئے اچھا نہ ہوگا ۔ اور میں جائداد ہرگز نہ چھوڑوں گا ۔ اس پیغام کو سن کر خان موصوف بہت برافروختہ خاطر ہوئے و بمقتضائے حمیت سادات قصبہ کی اعانت پر اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ سید غلام جعفر موتکپوری جو معاونان مودعلی وغیرہ سے تھے ان کی استمداد حاصل کر کے ایک جمعیت کثیر کے ساتھ قادر پور کا محاصرہ کر لیا ۔ قریب تھا کہ فیمابین جنگ و جدال کی نوبت پہونچ جاوے کہ دوند سنگھ زمیندار تالاصلح کے لئے درمیان میں پڑے ۔ اور اقرار کیا کہ ایک ہفتہ کے اندر کل امور متنازعہ کا فیصلہ کرا دیں گے اور کوئی نزاع باقی نہ رہے گی ۔ بعد استحکام معاہدہ خان موصوف اپنے معاوناں کو رخصت کر کے عثمان پور چلے گئے ۔ لیکن قضائے اتفاقیہ میں کسی کو کیا دخل ہے ابھی ایفائے وعدہ کی مدت نہ گذری تھی کہ اسی ہفتہ میں میر امام بخش نے میر ممتاز علی کو دغا سے قتل کرا ڈالا ۔ اس وجہ سے معاہدہ درہم برہم ہو گیا ۔ اور قبضہ میر امام بخش کا مواضعات مرہونہ پر بدستور قائم رہا ۔ میر غلام جعفر پسر سید فضل احمد نے بعد فکر بین واگذاری کے ارادہ سے میر مودعلی کو پیام بھیجا کہ اب میں مواضعات مرہونہ سے دست کشی کرتا ہوں اپنا قبضہ کر لیں ۔ سید موصوف نے جواب دیا کہ

اس وقت قبضہ حاصل کرنے کے لئے قبولیت وغیرہ کے مصارف کل پڑیں گے ہندا جب تک مسلم جواضعات فکوہن نہ ہو جاویں اس وقت تک حصہ مذکور اپنے قبضہ میں رکھئے۔ پس برضامندی سید موصوف سید غلام جعفر بدستور قابض و متصرف رہے اور زر رہن واپس کر دیا۔ نسبت سید مدد علی کی مسماۃ ظہور النساء دختر بابو مرتضیٰ خاں حسین پوری کے ساتھ جو اب جگدیش پور مشہور ہے ہوئی تھی جس سے ایک لڑکی مسماۃ باندی المعروف بہ اماماً پیدا ہوئی۔ بعد چند روز کے جب میر مدد علی کا انتقال ہو گیا تو ان کی بیوہ رد اسم تعزیت سے فراغت کر کے معہ اپنی لڑکی کے اپنے باپ کے گھر چلی گئیں اور وہیں انتقال کیا۔ اور وہ لڑکی بدستور اپنے نانہال میں رہی۔

## سیّد ممتازؔ علی اور اُن کا قتل ناحق

سیّد ممتاز علی یگانہ روزگار ہیں تھے کہ دنیا نے شجاعت و اولوالعزمی میں بے مثال سید موصوف کو پیدا کیا تھا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اسقدر قوت ان کو کرامت فرمائی تھی کہ چالیس پچاس ہاتھ کی مکان کی بلندی سے بلاخوف وخطر کود پڑتے تھے اور بلا سیڑھی کی مدد کے مکان کی چھت پر جا پہونچتے تھے اور اس قدر سید موصوف کا خاص و عام میں خوف پیدا تھا کہ کسی کو مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اپنے زور قوت کی وجہ سے تن تنہا سو آدمیوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ اور میدان قتال میں بڑے بڑے بہادروں کا جگر ان کے خوف سے کانپتا تھا۔ لیکن پیر فلک نے ایسے بہادر کو امان نہ دی اور اجل کی ایک ضرب سے عین عالم شباب[1]

---

[1] شعر ۔۔۔ نہ یک گردش چرخ نیلوفری ۔ نہ نادر بجا ماند نے نادری

میں خاک میں ملادیا۔ جس وقت نسبت معاملات نکر ہن مواضعات قصبہ وجلالپور فیمابین، سید امام بخش و سید مدد علی بنا ء مخاصمت ظہور میں آئی اور نزاع کو ترقی ہوئی ایک روز سید ممتاز علی تلوار لیکر امام بخش کے بالاخانہ برجا پہونچے۔ سید امام بخش پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب دو چار ہوئے سید ممتاز علی نے سلام کر کے میر امام بخش سے خطاب کیا "کہیے چچا جو فتنہ آپ نے اٹھا رکھا ہے اس کا ایک ہی تلوار سے خاتمہ کردوں"۔ سید امام بخش ملک الموت کو اپنے سامنے استادہ دیکھ کر بہت متردد ہوئے اور سید ممتاز علی کی بہت تواضع و تکریم کی اور بہت ہی منت وسماجت سے پیش آئے۔ سید موصوف حمیت مردانہ سے سید امام بخش کے قتل سے درگزرے اور جس راستہ سے آئے تھے مکان کی دیوار پر سے کود کر مکان واپس گئے۔ ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

بعض کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ جس وقت سید ممتاز علی بالاخانہ پر پہونچے میر امام بخش موجود نہ تھے پس ان کی خوابگاہ کے قریب میر امام بخش کے انتظار میں بیٹھ گئے کہ جس وقت سید موصوف آویں فوراً کام تمام کر دیا جائے لیکن چونکہ حافظ حقیقی معین و مددگار تھا کوئی تدبیر نہ چلی اسی اثناء میں ایک کنیز بالاخانہ پر چراغ روشن کرنے کی نیت سے آئی جب سید ممتاز علی سے دوچار ہوئی قریب تھا کہ شور بلند کرے کہ سید موصوف نے اس کو بہت تشفی دینا چاہی اور کلمات تسلی آمیز بیان کئے اور کہا کہ تو خوف نہ کر تو عورت ہے تجھ کو کوئی صدمہ نہ پہونچے گا بشرطیکہ میرا راز فاش نہ کرے۔ ہر چند سید موصوف اسکو تسلی دیتے تھے مگر خوف وہراس اس پر اس قدر غالب تھا کہ تمام بدن اسکا کانپ رہا تھا آخر جان کے خوف سے ضبط نہ کرسکی اور بے اختیار فریاد وواویلا شروع کردی۔ اس کنیز کی فریاد سن کر آدمی ہر جانب سے دوڑ پڑے سید ممتاز علی

یہ رنگ دیکھ کر جس راہ سے آئے تھے اُسی طرف سے بھاگ کر اپنے گھر پہونچے بہرحال جو کچھ ہُوا ہو جب میر امام بخش نے سید ممتاز علی کی شجاعت و دلاوری معائنہ فرمائی اور اپنی جان کو معرضِ ہلاکت میں پایا جان کے خوف سے قتل کی فکر کرنے لگے۔

## خونِ ناحق کرنے کی تدبیر اور قتلِ سید ممتاز علی میں کامیابی

ایک روز میر امام بخش نے ایک برہمن کو طلب کر کے سید ممتاز علی کے قتل پر آمادہ کیا۔ چونکہ سید ممتاز علی پر قابو حاصل کرنا کوئی آسان امر نہ تھا اس لئے یہ تدبیر سوچی گئی کہ برہمن مذکور سید موصوف کی ملازمت میں داخل ہو جائے اور غفلت میں جس وقت موقع ہاتھ لگے بلا تامل سید موصوف کو قتل کر ڈالے۔ لیکن سید موصوف کی شجاعت سے وہ خود اپنی جان کا اندیشہ کرتا تھا یہانتک کہ کسی طرح اُن کو قتل کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک روز اُس نے خیال کیا کہ اُسکی ہمت اس امر عظیم کے سرانجام دینے میں قاصر ہے۔ اب کسی حیلہ سے کام لینا چاہیئے۔ چنانچہ سید موصوف سے آکر گذارش کی کہ ایک عورت نہایت صاحب جمال اور متمول کہ مثل اس کا عالم میں ممکن نہیں ہے موضع سمرالواں میں اقامت پذیر ہے اور حضور کے حسنِ معاشرت کی کیفیت سُن کر ازحد مشتاقِ ملاقات ہے اور مجھ سے پیام دیا ہے کہ اگر سید موصوف یہاں تشریف لاویں اور رسم واتحاد قبول فرماویں تو میں یہاں کی سکونت ترک کرنے پر تیار ہوں اور جہاں سید موصوف فرمادیں گے اُن کی محبت کی خاطر رہنا گوارا کروں گی۔ چونکہ سید ممتاز علی نشۂ شرابِ جوانی سے کسیقدر پابند ہوائے نفسانی کے تھے اس کیفیت کو سُن کر ایسا گرویدہ ہوئے کہ بلا کسی حزم واحتیاط کے اُس

کافر بد نہاد کی محبت میں تنہا اُسی برہمن کو ساتھ لئے ہوئے چلدیئے۔ جس وقت پورہ جھلجلیا کے قریب پہونچے ملازمان سید امام بخش جو اس برہمن کی طلب پر کمینگاہ میں بیٹھے تھے عقب سے آپڑے اور اپنی تلواروں کی علی الاتصال ضربات سے سید موصوف کو قتل کر ڈالا اور اس پر بھی اکتفا نہ کی بلکہ مُوئے سر کو آگ سے پھونک دیا اِس لئے کہ لاش کو کوئی شخص شناخت نہ کر سکے اور نعش اُس سید مقتول کی کنوئیں میں ڈال کر واپس گئے۔ میر مدد علی جو حقیقت حال سے لاعلم تھے۔ دوسرے روز جب انھوں نے اپنے بھائی کو نہ دیکھا۔ خیال کیا کہ معمولاً شاید کسی عزیز کی ملاقات کو گئے ہوں گے کچھ زیادہ تفحص حال نہ کر کے بدستور اُس مرحوم کی شادی کے انتظام میں مصروف رہے جو نسبت مسماۃ امام ذہی دختر تیغ علی اسندرہ کے ساتھ ٹھہری تھی اور نکاح کو صرف تین ہی چار یوم باقی تھے۔ جب قتل کے تین چار یوم بعد پورہ جھلجلیا کے کنوئیں سے ایک لاش برآمد ہونے کی خبر مشتہر ہوئی سید مدد علی کسی قدر مشوش ہو کر اپنے بھائی کی خبر دریافت کرنے کی غرض سے نکلے ہر چند دریافت کیا مگر کچھ مفصل حال نہ ملا۔ آخر ایک شخص کو پورہ مذکور روانہ کیا کہ نعش کو پہچان کر فوراً حقیقت حال سے اطلاع کرے۔ اس شخص نے حکم کے بموجب جا کر نعش کو پہچانا اور اس واقعہ ناگزیر سے آکر اطلاع دی۔ جسوقت یہ خبر پہونچی سید مدد علی کمال بیتابی سے خاک پر لوٹنے لگے۔ جو ملال اُنکو ہوا اُس کی شرح غیر ممکن ہے۔ بھائی کی نعش کو پورہ مذکور سے لاکر بعد تجہیز و تکفین سپرد خاک کیا۔ شعر

دیدی کہ خون ناحقِ پروانہ شمع را — چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

## سید سعادت علی

بعد انتقال سید مدد علی کے سید سعادت علی موجودہ جائداد یعنی سیر و باغات موضع قصبہ و جلالپور پر قابض ہوئے اور اپنی زندگی بھر متوسط حالت میں گذارہ معینہ بر لبسر کرتے رہے۔ انتزاع سلطنت تک کوئی دعویٰ اُن سے ظہور میں نہیں آیا اور نہ کسی سے مخالفت کی نوبت آئی۔ لیکن ملکہ قیصرۂ ہند کے زمانہ میں بندوبست سرسری و پختہ میں نسبت فکر ہن مواضعات مذکور کے دعویدار حقیت ہوتے۔ لیکن بر بنائے بحث میعاد سماعت مقدمہ متدائرہ خارج ہوگیا۔ اول نسبت سید موصوف کی سماۃ اگھادن دختر بابو مرتضیٰ خاں حسین پوری سے ہوئی تھی۔ لیکن جب اس مرحومہ نے لاولد انتقال کیا تو دوسرا عقد سماۃ امام دی دختر تیغ علی اسندرہ کے ساتھ ہوا جو اولاً سید ممتاز علی سے منسوب ہوئی تھیں اور عقد کی نوبت نہیں آئی تھی کہ وہ مقتول ہو گئے تھے۔ جس مرحومہ کے بطن سے دو لڑکے سید قائم حسین و سید خیرات حسین وجود میں آئے۔ قائم حسین صغر سنی میں بعارضہ چیچک میں علیل ہو کر انتقال کر گئے اور مسمی خیرات حسین بارود میں جل کر مر گیا چار لڑکیاں بھی تھیں۔ اول سماۃ مینڈان جو میر الطاف حسین ٹٹوا کو منسوب ہوئیں دوسری سماۃ رابج بی بی جو میر کاظم حسین قصبہ کے ساتھ منعقد ہوئی۔ تیسری سماۃ صغریٰ جو ناکتخدا فوت ہوئی۔ چوتھی سماۃ زینب جس کا عقد میر فضل علی دیاؤ مرا کے ساتھ ہوا

## ثمرۂ دوم ذکر اعقاب سید مصاحب علی ابن سید امید علی

جب میر امید علی اپنے بیٹے فراز علی کے حرکات سے تنگ آ کر معہ اپنے چھوٹے بیٹے مصاحب علی کے جلالپور چلے آئے اور یہیں سکونت اختیار کی اور مخالفت کو طول ہوا۔ مصاحب علی کو جلالپور میں چھوڑ کر راجہ پور چلے گئے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اب بیان یہ کرنا ہے کہ اولاد سید موصوف کی موضع نبکٹ

میں جاکر کیوں آباد ہوئی۔ جس وقت کندن لال پاٹک کے عہد حکومت چکلہ داری میں مسماۃ جنگلو طوائف ادہولی نے بمقدمہ مہدی حسین موتکپوری جس کا ذکر مہدی حسین موتکپوری کے بیان میں مفصل ہو چکا ہے۔ استغاثہ دائر کیا اور سرکار شاہی سے سخت تدارک عمل میں آیا اس وقت میر غلام جعفر موتک پوری ایک طوائف کے مقابلہ میں اپنی حاضری عار اور توہین سمجھے اور راہِ فرار اختیار کی اور چکلہ دار کے حکم سے فوج شاہی نے سید غلام جعفر و دیگر سادات قصبہ کے مکانات کو منہدم کردیا۔ اس وقت سید مصاحب علی معہ اپنے اہل وعیاں کے بمعیت اہل وعیال سید غلام جعفر موضع سعدی پور چلے گئے۔ جب ایک مدت اسی طرح گذری اور اور اطمینان کلی نہ ہوا اس وقت یہ رائے قرار پائی کہ میر مصاحب علی اپنے اہل وعیال کو اُن کے نانہال بھجوادیں۔ آخر زوجہ مصاحب علی اپنے پانچ بیٹوں اور ایک دختر کو لیکر اپنے باپ کے گھر چلی گئیں۔ اسی زمانہ میں خود معہ لڑکی کے عارضۂ ہیضہ میں مبتلا ہو کر انتقال کرگئیں۔ سید دلاور علی اس مرحومہ کے بھائی نے جن کے کوئی اولاد نہ تھی اپنی بہن کی اولاد کو کنارِ عاطفت میں لیکر پرورش کرنا شروع کیا اور اُن کی تربیت میں مصروف ہوتے۔ چونکہ سرکار شاہی سے پانسو بیگہ آراضی بطور معافی کے پائے ہوئے تھے لہٰذا اولاد سید مصاحب علی باستثناء سید کاظم حسین جن کا عقد میر سعادت علی کی لڑکی سے ہوا تھا اور قصبہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ بحیثیت وارثِ جائز جائداد مذکور پر قابض و متصرف ہوئی اور وہی ان کا وطن ہوگیا۔ نسبت سید مصاحب علی کی مسماۃ مُنا دختر میر امیر علی دہارہرا سے ہوئی تھی لیکن جب اس مرحومہ نے لاولد انتقال کیا تو عقد ثانی سید موصوف نے مسماۃ سرشتہ بی بی دختر سلطان علی خاں ننکبی ٹ کے ساتھ کیا۔ جس کے بطن سے پانچ لڑکے سید کاظم حسین و سید علی اسد و سید فضل حسین و

سید اصغر حسین وسید صادق حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ شمس النساء وسید النساء جو دونوں صغر سنی میں فوت ہوئیں وجود میں آئیں بہرحال چونکہ سید صاحب علی کا عقب پانچ بیٹوں سے قائم ہوا لہٰذا ہر ایک کا جُدا جُدا ذکر کیا جاتا ہے۔

**ثمرہ اوّل ذکر سیّد کاظم حسین:** سید کاظم حسین مسماۃ راج بی بی دختر میر سعادت علی قصبہ سے منسوب ہوئے۔ جن سے صرف ایک لڑکی مسماۃ مسلماً وجود میں آئی۔

**ثمرہ دوم ذکر سیّد علی اسد:** سید موصوف مسماۃ خیر النساء دختر میر آغا بھبرام لوری سے منعقد ہوئے۔ چونکہ میر آغا موصوف کے بجز اس لڑکی کے اور کوئی اولاد نہ تھی اس لئے اپنی لڑکی کو سید موصوف نے اپنا متبنّیٰ اور جانشین کیا۔ چار پانچ سال گزرنے کے بعد مسمی لال سنگھ بھبرام لوری جو میر آغا سے عداوت قلبی رکھتا تھا۔ وقت فرصت کے انتظار میں تھا۔ ایک روز عین غفلت میں دوڑ لاکر میر آغا کے تمام خاندان کو قتل کر ڈالا۔ اناث ذکور میں کوئی شخص باقی نہ بچا۔ اُسی حادثۂ ہولناک میں سید علی اسد معہ اپنی زوجہ کے اُس بدنہاد کی تیغ بیدریغ سے قتل ہو گئے۔

**ثمرہ سیوم ذکر سید فدا حسین:** سید موصوف مسماۃ باندی دختر میر سلطان علی مونگرا سے منعقد ہوئے۔ تین لڑکے مسمیان سید سجاد حسین وسید احسان حسین وسید اکبر حسین اور ایک لڑکی مسماۃ صغرا وجود میں آئی۔

**ثمرہ چہارم ذکر سید اصغر حسین:** نسبت سید موصوف کی مسماۃ امتناً دختر میر غالب علی زیدپوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ دو لڑکے سید امداد حسین وسید مہدی حسین اور ایک لڑکی مسماۃ لغاتاً وجود میں آئی۔

**ثمرہ پنجم ذکر سید صادق حسین:** سید موصوف مسماۃ راج بی بی

دختر قلندر بخش خاں دنتھوا سے منعقد ہوئے۔ چار لڑکے سید الطاف حسین۔ سید رضا حسین۔ سید مظہر علی و سید واجد علی اور تین لڑکیاں مہر النساء۔ رئیس النساء اور نبیا وجود میں آئیں۔

## فرع دوم در ذکر سید سراج الدین ابن سید کالے

سید موصوف کے دو بیٹے تھے۔ سید زینی و سید مداری۔ سید زینی کے صرف ایک لڑکی تھی جو رحم اللہ قصبہ کو بیاہی گئی۔ سید مداری کے صرف ایک لڑکا سید عظمت اللہ پیدا ہوا۔ جو سید تراب کی لڑکی سے منعقد ہوا۔ جس سے سید رحم اللہ پیدا ہوئے۔ بہرحال اول نسبت سید رحم اللہ کی سید زینی کی دختر سے وقوع میں آئی لیکن ایک لڑکی پیدا ہو کر اس مرحومہ کا انتقال ہو گیا۔ دوسری نسبت سید موصوف کی خاندان اسندرہ میں ہوئی لیکن وہ مرحومہ بھی دو لڑکیاں چھوڑ کر مر گئیں۔ اس لئے تیسرا عقد سید مذکور الصدر کا چودھری مخدوم بخش بہنوی کے یہاں ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس عقد کے زمانہ میں سید رحم اللہ کی عمر درجہ شیوخیت کو پہونچ گئی تھی اور عقد منظور نہ تھا لیکن چونکہ کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے لڑکیوں کے اصرار سے ناچار راضی ہو گئے۔ پس اس عالم یاس و ناامیدی میں کہ توقع اولاد کی منقطع ہو چکی تھی حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک لڑکا کرامت فرمایا جو گدا علی کے نام سے موسوم ہوا۔ بہرحال بڑی لڑکی کا عقد میر جعفر علی سنگو طیب کے ساتھ ہوا اور دوسری کا میر قطب علی لکھنوی کے ساتھ ہوا جو محلہ رستم نگر میں سکونت پذیر تھے۔ تیسری لڑکی مسماۃ فاطمہ سید جنگ علی قادر پوری کے عقد میں آئی جس سے سید امام بخش وغیرہ پیدا ہوئے۔

## سید گدا علی

سید موصوف مسماۃ ارمانی دختر سید مظفر علی جبر گالواں سے منعقد ہوئے۔ اُس مرحومہ کے بطن سے چھ لڑکے مسمیان سید رجب علی و سید امام علی و حسین علی و عابد علی و زاہد علی و سید منور علی اور ایک لڑکی مسماۃ کلثوم وجود میں آئی۔ جو میر بدر علی عرف بدلو میرانپوری کو منعقد ہوئی، چونکہ عقب سید گدا علی کا چھ بیٹوں سے قائم ہوا لہذا ہر ایک کا ذکر جُدا جُدا چھ ثمروں میں کیا جاتا ہے۔

**ثمرہ اول ذکر سید رجب علی :** سید موصوف مسماۃ اُتّل دختر میر پیر بخش سرائے سالم سے منسوب ہوئے۔ ایک لڑکا مسمی سید صمصام علی عرف جھمّو اور دو لڑکیاں مسماۃ جھیدن جو میر اصغر علی سرائے سالم کو منسوب ہوئی اور دوسری مسماۃ لبیرا جو میر تجمل حسین سرائے سالم کے عقد میں آئی۔ وجود میں آئیں۔ اوّل نسبت سید صمصام علی کی مسماۃ نجم النساء دختر سید امام علی قصبہ کے ساتھ ہوئی تھی لیکن جب اُس مرحومہ نے لاولد انتقال کیا۔ تو عقد ثانی سید مذکور الصدر کا مسماۃ قطب النساء دختر میر شمس الدین اودہ کے ساتھ ہوا۔ جس سے ایک لڑکی مسماۃ ممّن اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ جو سب صغر سنی میں انتقال کر گئے۔ اِس لئے سید صمصام علی نے لاولد انتقال کیا۔

**ثمرہ دوم ذکر سید امام علی :** سید موصوف مسماۃ میٹھن قصبہ اچھولی سے منعقد ہوئے۔ ایک لڑکا سید احمد علی اور ایک لڑکی مسماۃ نجم النساء جن کا عقد سید صمصام علی کے ساتھ ہوا تھا پیدا ہوئی۔ اوّل نسبت سید احمد علی کی بابو علی مردان خاں مہونہ کی لڑکی کے ساتھ ہوا تھا جس سے دو لڑکے مسمیان سید نواب علی و سید منصب علی پیدا ہوئے جو لاولد انتقال

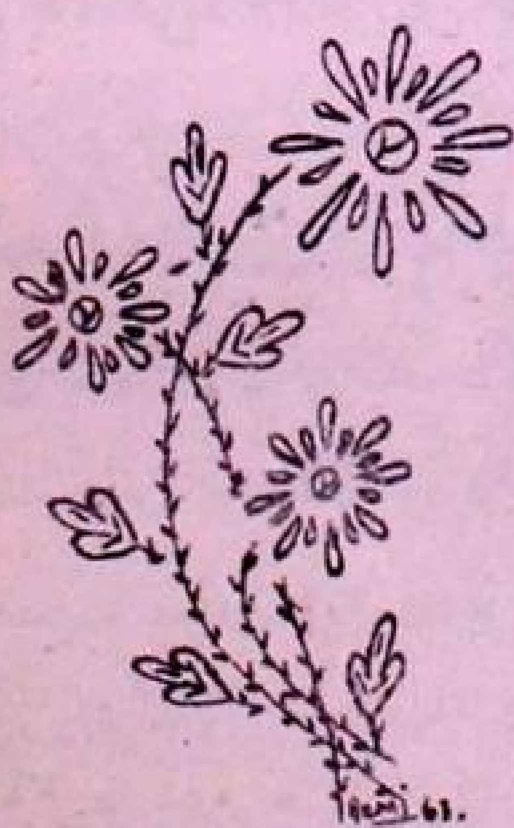
کر گئے اور دو لڑکیاں مسماۃ ابادن و صغرا پیدا ہوئیں۔ بعد انتقال اس مرحومہ کے عقد ثانی سید مذکور الصدر نے مسماۃ عظیماً دختر رمضان علی جبر گانواں کے ساتھ کیا جس سے ایک لڑکا محمد حنیف پیدا ہوا۔ مسماۃ آبادن میر سلطان علی سرائے پیرزادہ کو منعقد ہوئی

**ثمرہ سیوم ذکر سیّد حسین علی :** اوّل نسبت سید حسین علی کی مسماۃ بیبہ دختر میر حب علی شاہ سرونبوری کے ساتھ ہوئی تھی جب اُس مرحومہ نے لاولد انتقال کیا تو عقد ثانی مسماۃ شجانی دختر راجہ فضل علی خاں بھونہ کے ساتھ کیا۔ جس سے ایک لڑکا سید فدا حسین جس کا صغر سنی میں انتقال ہوگیا اور ایک لڑکی مسماۃ گمن وجود میں آئی جو سید عنایت حسین سنگورہ کو منسوب ہوئی۔

**ثمرہ چہارم ذکر سیّد عابد علی :** سید موصوف مسماۃ حفیظاً ہمشیرہ صاحب علی سے منسوب ہوئے۔ ایک لڑکا جس کا صغر سنی میں انتقال ہوگیا اور دو لڑکیاں مسماۃ فیضاً و مسماۃ حیاتاً وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید رمضان علی جبند وارہ اور میر عطا حسین عظیم آبادی حال وارد مرچیا کو منعقد ہوئیں۔

**ثمرہ پنجم ذکر سید زاہد علی :** سید موصوف کا عقد مسماۃ کریماً دختر راجہ فضل علی خاں مہونہ کے ساتھ ہوا تھا مگر کوئی اولاد وجود میں نہیں آئی۔

**ثمرہ ششم ذکر سید منوّر علی :** نوبت عقد کی نہیں آئی تھی کہ انتقال ہوگیا۔



# باب ہفتم

## سادات سرائے سالم

# ذکر خاندان سادات سرائے سالم

سید سالم نے محض بالنسو بیگہ آراضی اپنے گزارہ میں لیکر ایک موضع سرائے سالم آباد کیا اور وہیں سکونت اختیار کی اور کل حصہ اپنا اپنے بھائیوں کو دیدیا۔ سادات سرائے سالم اپنا سلسلہ نسب اس طور سے قائم کرتے ہیں کہ سید سالم بن سید منہاج الدین بن سید قبول بن سید علیم الدین محمد ثانی کے چار بیٹے تھے۔ سید علیؒ۔ سید سلیمؒ۔ سید خان محمدؒ اور سید حسین۔ دو آخر الذکر لاولد فوت ہوئے۔ سید سلیم کے صرف ایک لڑکی تھی جو سید عبد اللطیف پسر سید علی سرائے سالم کو منسوب ہوئی۔ سید علی کے بیٹے سید عبد اللطیف اُن کے بیٹے سید بدلے جن سے چھ اولادیں تین لڑکے سید عبد الحکیمؒ۔ سید شفیعؒ۔ سید عاشق محمدؒ اور تین لڑکیاں مسماۃ سوندھی زوجہ ہزبر علی قصبہ و مسماۃ شوگھن زوجہ سید محمد صالح سنگورہ طیب اور تیسری لڑکی جس کا نام معلوم نہیں ہوا سید بدل سرائے میر کو منسوب ہوئی تھی وجود میں آئیں۔ سید عاشق محمد لاولد فوت ہوتے۔ سید شفیع کے صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام سید گل محمد تھا۔ وہ بھی لاولد فوت ہوا۔ سید عبد الحکیم سے چار اولادیں تین لڑکے سید مردان علیؒ مفقود الخبر۔ سید بہادر علیؒ و سید ہیر علی اور ایک لڑکی جو نا کتخدا فوت ہوئی وجود میں آئی۔ چونکہ عقب سید عبد الحکیم کا دو بیٹوں سے قائم ہوا اِس لئے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

## عقب اوّل ذکر سید بہادر علی

سید بہادر علی کے چار بیٹے مسمیان سید فقیر بخشؒ، سید میر علیؒ

سید پناہ علیؔ و سید غلام علی اور دو لڑکیاں مسماۃ عظیماً و سکینہ وجود میں آئیں جو ولایت علی مرجپا اور تیغ علی سرائے سالم کو منسوب ہوئیں۔ ہر ایک اولاد کا چار شعبوں میں جُدا جُدا ذکر کیا جاتا ہے۔

**شعبۂ اوّل سیّد فقیر بخشؔ:** سفر کو گئے تھے۔ مفقود الخبر ہو گئے۔

**شعبۂ دوم سیّد میر علیؔ:** سید میر علی کی نسبت مسماۃ شُجانی دختر امام علی سنگورہ طبیب کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے دو لڑکے سید لطف علی و رجب علی اور دو لڑکیاں مسماۃ سکونت و مسماۃ چھوکا وجود میں آئیں جو سید حسین علی سرائے سالم و سید سیف علی میرا نبور کو منسوب ہوئیں۔ سیّد لُطف علی نے لاولد انتقال کیا۔ سید رجب علی سے پانچ اولادیں تین لڑکے سید ریحان حسین۔ سجاد حسین۔ صادق حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ نبیھن زوجہ تصدق حسین و مسماۃ مُحسنہ زوجہ تفضل حسین سرائے سالم وجود میں آئیں۔

**شعبۂ سیوم سیّد پناہ علیؔ:** سید پناہ علی کے تین بیٹے سید فیض علی۔ سید حسن علی و سید حسین علی تھے۔ ہر ایک کا تین ثمروں میں ذکر کیا جاتا ہے۔

**ثمرۂ اوّل سیّد فیض علیؔ:** سید موصوف نے حیدرآباد دکھن میں جاکر ملازمت کی تھی اور وہیں عقد کر کے سکونت اختیار کر لی۔

**ثمرۂ دوم میر حسن علیؔ:** کی نسبت مسماۃ ظہورن دختر اولاد علی سرائے سالم کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے پانچ لڑکے سید تجمل حسین۔ سید تلطف حسین۔ محسن علی۔ ناظم علی اور ضامن علی اور تین لڑکیاں مسماۃ کلثوم مسماۃ امین وکھیمن وجود میں آئیں جو سید تفضل حسین سرائے سالم و حافظ علی

سیر بار و سید اکبر علی اسندرہ کو منسوب ہوئیں۔

**تحمل حسین** کا عقد مسماۃ بشیراً دختر رجب علی قصبہ کے ساتھ ہوا تھا جس سے صرف ایک لڑکی مسماۃ علیمن زوجہ محمد ہادی سیر باری وجود میں آئی۔

**تلطف حسین** کا عقد مسماۃ محسنہ دختر رجب علی سرائے سالم کے ساتھ ہوا تھا جس سے منزمل حسین وجود میں آئے۔

**محسن علی** کا عقد مسماۃ منیراً دختر معصوم علی سرائے پیر زادہ کے ساتھ ہوا تھا۔ جس سے ایک لڑکی وجود میں آئی۔

**ناظم علی** کی اول نسبت مسماۃ نعامل دختر میر عابد علی کے ساتھ ہوئی تھی جس سے ناظم کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسرا عقد مسماۃ حبیب النساء دختر کرم حسین اسندرہ کے ساتھ کیا جس سے ایک لڑکی مسماۃ کنیز بانو وجود میں آئی۔

**ضامن علی** کی نسبت مسماۃ سکینہ دختر رمضان علی جرگانواں کے ساتھ ہوئی تھی مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

**ثمرہ سیوم میر حسین علی** کی نسبت مسماۃ سکونت دختر میر علی سرائے سالم کے ساتھ ہوئی تھی جس سے دو لڑکے سید تفضل حسین و تصدق حسین اور ایک لڑکی مسماۃ اگھادن زوجہ مدد علی میرانپور وجود میں آئی یہ داروغہ توپ خانہ شاہی تھے۔

**سید تفضل حسین** کی نسبت مسماۃ آمین دختر میر حسن علی سرائے سالم کے ساتھ ہوئی تھی جس سے تین لڑکیاں مسماۃ مینڈان زوجہ احمد علی ردولی، مسماۃ حسینہ زوجہ کبیر علی رسولپور پرگنہ سلون، مسماۃ طاہرن زوجہ ثانیہ احمد علی ردولی مذکور وجود میں آئیں۔

**سید تصدق حسین** کی نسبت مسماۃ نیشن دختر رجب علی سرائے سالم کے ساتھ ہوئی تھی جس سے ایک لڑکا بنیاد حسین اور ایک لڑکی مسماۃ ہاجرہ وجود میں آئی۔ تصدق حسین نے سکونت کربلائے معلی کی اختیار کی اور وہیں اُن کی اولاد موجود ہے۔

**شعبۂ چہارم سید غلام علی** کی نسبت مسماۃ جادی دختر منصور علی کے ساتھ ہوئی تھی، جس سے دو لڑکے سید ابراہیم علی و علی حسین اور تین لڑکیاں مسماۃ صحبتن زوجہ رجب علی سرائے سالم و مسماۃ فصول زوجہ حیدر علی و مسماۃ رحل زوجہ امیر علی میرانپور وجود میں آئیں۔

**ابراہیم علی** کی نسبت مسماۃ جمعیت دختر ذوالفقار علی میرانپوری کے ساتھ ہوئی جس سے سید عباد علی و مسماۃ عنایتن و مسماۃ سراجن و مسماۃ دہاجن و مسماۃ نیازن و مسماۃ سرتاجن وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید علی احمد مرچا و سید علی شیر کھرکا و سید ریحان حسین سرائے سالم و سید طالب علی سیربار۔ نیازن و سرتاجن یکے بعد دیگرے دونوں سید طالب علی مذکور کو منسوب ہوئیں۔ دوسرا عقد سید موصوف نے مسماۃ پنجتن دختر غلام نجف سلونی کے ساتھ کیا تھا جس سے قاسم علی وجود میں جو لاولد فوت ہوئے۔

**میر علی حسین** دویمی سید غلام علی کی نسبت مسماۃ خدادی دختر سید ہزبر علی ننگورہ طیب کے ساتھ ہوئی تھی جس سے تین لڑکیاں مسماۃ آمنہ زوجہ سجاد حسین سرائے سالم و مسماۃ عنایتن زوجہ خیرات حسین موکھری و مسماۃ خاتونا زوجہ علی یوسف سرائے جھولی وجود میں آئیں۔ جس سے انکسار حسین نیاز حسین، اور مرتضیٰ حسین پیدا ہوئے۔

## عقب دوم ذکر سیّد پیر علی

سید پیر علی کی اول نسبت مسماۃ بٹن سنگورہ طیب سے ہوئی تھی جس سے سید منصور علی پیدا ہوئے۔ دوسرا عقد مسماۃ صحت دختر سید جعادہ کے ساتھ کیا جس سے پانچ لڑکے مسمیان سید قدرت علی لاولد۔ امیر بخش نجابت علی۔ تیغ علی و علی بخش وجود میں آئے

**ثمرہ اوّل سیّد منصور علی** کے محض دو لڑکیاں تھیں۔ مسماۃ بتول و مسماۃ جادی جو علی الترتیب سید پناہ علی و سید غلام علی سرائے سالم کو منسوب ہوئیں۔

**ثمرہ دوم سیّد قدرت علی** لاولد فوت ہوئے۔

**ثمرہ سیوم سید امیر بخش** کے ایک لڑکا مسمی سید حسن رضا اور ایک لڑکی مسماۃ امتل تھی جو رجب علی قصبہ کو منسوب ہوئی۔ سید حسن رضا کی نسبت مسماۃ حسن دی دختر سید علی اکبر جنداوارہ کے ساتھ ہوئی تھی جس سے دو لڑکے مسمیان سید اصغر علی و سید مقصود علی اور ایک لڑکی مسماۃ باندی زوجہ کرم حسین سرائے سالم وجود میں آئی۔

**سید اصغر علی** کی نسبت مسماۃ چھیدن دختر رجب علی قصبہ کے ساتھ ہوئی تھی جس سے دو لڑکیاں مسماۃ مجید النساء و مسماۃ حکیما وجود میں آئیں جو سید تصدق حسین و سید احمد علی سرائے سالم کو منسوب ہوئیں

**سیّد مقصود علی** کی نسبت مسماۃ نجم النساء دختر علی بخش سرائے سالم کے ساتھ ہوئی تھی جس سے چار لڑکے سید آغا علی۔ سید مرتضیٰ حسین۔ سید محمد عابد۔ سید زوار حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ عظیمل و مسماۃ عظمتل جو یکے بعد دیگرے فدا حسین وکیل نگرام کو منسوب ہوئیں۔

**سید آغا علی** کی نسبت مسماۃ غفوراً دختر نذیر حسین نگرام)

کے ساتھ ہوئی تھی جس سے دو لڑکے مسمیان سید ابوالحسن و سید سخاوت علی اور تین لڑکیاں وجود میں آئیں۔ آغا علی سکونت سرائے سالم کی ترک کر کے حیدر آباد دکن چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔

**سید مرتضیٰ حسین** ناکتخدا فوت ہوتے۔

**سید محمد عابد** کی نسبت مسماۃ سکینہ دختر سید باسط علی نگرامی کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے ایک لڑکا سید محمد زاہد اور ایک لڑکی وجود میں آئی۔

**سید زوار حسین** کی نسبت دختر سید ظہور حسین میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی۔

**ثمرہ چہارم سید نجابت علی** کی نسبت دختر محمد نواز سرائے میر کے ساتھ ہوئی تھی جس سے دو لڑکے میر بجو و حیدر علی وجود میں آئے۔ میر بجو لاولد فوت ہوئے۔ حیدر علی کے چار لڑکے۔ کلب علی۔ فدا حسین۔ برکت علی و قائم علی اور ایک لڑکی مسماۃ روشن دی وجود میں آئی جو دائم علی شاہ سرو پور کو منسوب ہوئی۔

**ثمرہ پنجم سید تیغ علی** کے ایک لڑکا سید مراد علی اور دو لڑکیاں تھیں جو سید کرم حسین و سید زاہد علی اسندرہ کو منسوب ہوئیں۔

**ثمرہ ششم سید علی بخش** کی نسبت مسماۃ ظہورن دختر چودہری پیر بخش محی الدین پور کے ساتھ ہوئی تھی جس سے تین لڑکے سید کرم حسین، سید غلام عباس المتوفی ۱۳۱۹ھ و سید کاظم حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ کمل زوجہ سید مقصود علی مسماۃ کرمل زوجہ میر بجو وجود میں آئیں۔ میر کرم حسین کی نسبت مسماۃ باندی دختر حسن رضا سرائے سالم کے ساتھ ہوئی تھی مگر کوئی اولاد وجود میں نہیں آئی اور لاولد انتقال کیا۔

**میر غلام عباس** کی نسبت مسماۃ خیراً دختر ہزیر حسین نگرامی کے ساتھ ہوئی تھی مگر یہ بھی لاولد فوت ہوئے ۔

**میر کاظم حسین** کی نسبت مسماہ لعل دختر امیر علی میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی جس سے دو لڑکے محمد اکبر و محمد اصغر وجود میں آئے ۔

## ذکر سادات چوتھائی سریاں

ایک خاندان سادات کا سرائے سالم میں اور آباد ہے جو چوتھائی خاندان مشہور ہے ۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ خاندان سرائے سالم ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اسی سلسلہ نسل سے یہ بھی تعلق رکھتا ہے ۔ مگر یہ نہیں معلوم کس وجہ سے سلسلہ قرابت دونوں خاندانوں میں مسدود ہے ۔ اور کسی وقت قرابت کے ہونے کا پتہ نہیں چلتا ہے ۔ خاندان مذکور اپنے کو سید سالم کی نسل سے بتاتا ہے اور اپنا شجرۂ نسب اس طور سے قائم کیا ہے کہ سید عبدالحکیم بن سید بدے بن عبداللطیف بن سید علی بن سید سالم کے ایک چوتھے بیٹے سید رضا علی بھی تھے ۔ جن کے تین بیٹے پیر غلام ۔ اشرف علی اور دلاور علی پیدا ہوئے ۔ تینوں بیٹوں کا ہر ثمرہ میں جُدا جُدا ذکر کیا جاتا ہے ۔

**ثمرہ اوّل پیر غلام** کے تین بیٹے سلطان علی ۔ مدد علی اور شجاعت علی

**سلطان علی** کے چار بیٹے ہوئے ۔ میر کلن ۔ مظفر علی ۔ وزیر علی اور امام علی ۔ میر کلن کے انعام حسین اور مظفر علی کے نواب علی ہوئے ۔ میر وزیر علی کے دو بیٹے ہوئے امداد علی و عابد علی ۔ امداد علی کے محمد سعید اور عابد علی لاولد فوت

امام علی کے دو بیٹے ہوئے ۔ حسین علی و علی احمد دونوں لاولد فوت ہوئے

**میر مدد علی** کے تین بیٹے ہوئے نعمت بخش ۔ چراغ علی اور ادلاد علی

فقیر بخش کے ایک بیٹا سید چھنگا اور چراغ علی کے دو بیٹے ناظر حسین اور عبدالحسین
ناظر حسین کے محمد حسین اور عبدالحسین کے الطاف حسین۔

اولاد علی کے صرف ایک لڑکی تھی جو ناظر حسین مذکور الصدر کو منسوب ہوئی۔

**شجاعت علی** کے ایک لڑکا نظام علی پیدا ہوا۔ ان کے محض لڑکیاں تھیں جو موضع برہری میں منسوب ہوئیں۔

**ثمرہ دوم سید اشرف علی** کے دو بیٹے امام بخش و حب علی ہوئے

**امام بخش** کے صفدر علی صرف ایک لڑکا ہوا اور صفدر علی کے شمشیر علی پیدا ہوئے۔

**حب علی** کے دو بیٹے ہوئے جعفر علی و سجاد علی۔ جعفر علی کے چار بیٹے ہوئے۔ علی حسن۔ عاشق علی۔ رحم علی اور مبارک علی۔ علی حسن کے قمرالدین حسین اور رحم علی کے محمد علی اور مبارک علی و عاشق علی لاولد فوت ہوئے۔

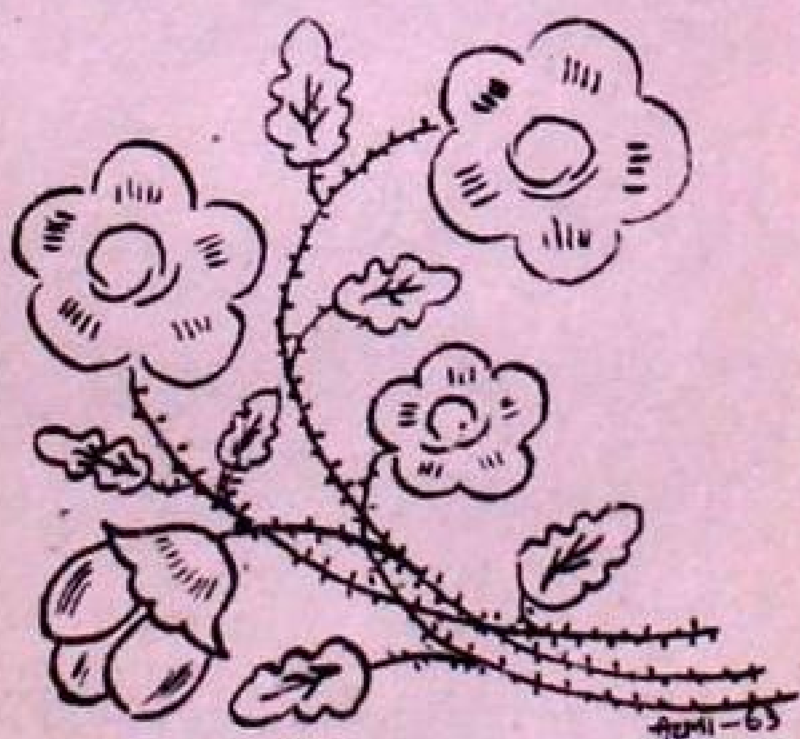
سجاد علی کے دو بیٹے ہوئے۔ اکرام حسین و احسان حسین۔ اکرام حسین کے باقر حسین اور احسان حسین کے ذاکر حسین پیدا ہوئے۔

**ثمرہ سیوم میر دلاور علی** کے دو بیٹے ہوئے۔ سید جھیدا اور سعادت علی۔

**سید جھیدا** کے ایک بیٹا سید رمضان علی اور سید رمضان علی کے چار بیٹے ہوئے۔ محمد حسین۔ منصب علی۔ قاسم علی اور ناظم علی۔
محمد حسین کے ایک لڑکا قربان حسین پیدا ہوا اور منصب علی و قاسم علی

اور ناظم علی لاولد فوت ہوئے۔

میر سعادت علی کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔



# باب ہشتم

• فصل اوّل : سادات مصطفےٰ آباد

• فصل دوم : سادات شاہ آباد

# فصل اوّل

# ذکر خاندان مُصطفےٰ آباد

## سیّد ملوک ابنِ سیّد علیم الدّین محمّد ثانی

سیّد ملوک جب لودیوں کی قید سے چھوٹ کر بعد لاؤں واپس آئے انصرام تعلقہ میں مصروف ہوئے اس وقت سید قبول خورد سال تھے۔ جب بن شور کو ہوبچے علاقہ باہم تقسیم کرلیا۔ جس کا ذکر سید قبول کی سوانح حیات میں مفصّل بیان ہوچکا ہے۔ یہ تقسیم بحصّہ مساوی ہوئی تھی کوئی تفصیل جیٹھہ النسی وغیرہ کی نہ تھی سید ملوک کی نسبت شیخ زادگان سدہورہیں ہوئی تھی جن سے تین بیٹے متولد ہوئے سید میرانجی۔ سید میر۔ سید غلام مصطفےٰ۔ زیادہ واقعات سید موصوف کے مدت مدید گزر جانے کی وجہ سے معلوم نہیں ہوسکے۔ سید ملوک مسماۃ شاہجہاں بیگم دختر ازدرخاں بدخشی کے بطن سے تھے۔

## سیّد غلام مُصطفےٰ

بعد وفات سید ملوک کے ریاست تینوں بھائیوں نے برابر تقسیم کرلی۔ سید میرانجی نے موضع میرانپور۔ سید میر نے سرائے میرا اور سید غلام مُصطفےٰ نے مصطفےٰ آباد آباد کرکے وہیں سکونت اختیار کی۔ سید غلام مصطفےٰ کے صرف ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید بدرجہاں تھا۔

## سیّد بدرجہاں

نسبت سید موصوف کی دختر میرانجی میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن
سے دو بیٹے متولد ہوئے۔ سید صدر جہاں و سید ملوک۔ چونکہ سید غلام مصطفےٰ کے
سوائے بدر جہاں کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے بعد انتقال اپنے باپ کے
بلاشرکت غیرے قابض ریاست ہوئے۔ سید ملوک مورث خاندان جبر گانوان
ہوئے اس کا ذکر جداگانہ کیا جائے گا۔

## سید صدر جہاں

بعد وفات سید بدر جہاں کے دونوں بھائیوں نے علاقہ بحصہ مساوی
تقسیم کرلیا۔ سید ملوک جبر گانواں پر قابض ہوئے۔ سید صدر جہاں کے ایک
طوائف تھی جس کا نام مسماۃ بنتو تھا جو سید موصوف کے عقد نکاح میں آئی تھی
اس کے بطن سے دولڑکے مسمیان گدا وبھکاری وجود میں آئے۔ ایک عقد جو سید
موصوف نے خاندان میں کیا تھا اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو سید پرویز
میرانپور کو بیاہی تھی جس وقت سید موصوف نے امور ریاست مسمیان گدا و
بھکاری کے سپرد کئے۔ سادات میرانپور نہایت آشفتہ خاطر ہوئے اور آپس میں
مشورہ کیا کہ وراثت سوائے خاندان سید کے اولاد غیر کفو کو نہیں پہونچ سکتی ہے
آخر کار بعد اتفاق رائے ایک جماعت کثیر فراہم کرکے سید جعفر جو سید صدر جہاں
کے نواسے تھے ان کو ساتھ لیکر مصطفےٰ آباد آئے۔ سید صدر جہاں کو مقید کیا
اور سید جعفر کے ساتھ رسم دستار بندی ادا کی اور سید جعفر کی حفاظت کیلئے
ہر ایک نے اپنے اپنے سپاہی مصطفےٰ آباد میں چھوڑ دیئے اور اپنے گھروں کو واپس آئے
آخر سید صدر جہاں نے ارباب بہادری کی مخالفت خلاف مصلحت دیکھ کر ناچار
ان سے مستدعی ہوئے کہ اگرچہ مسمیان مذکور طوائف کے بطن سے ہیں لیکن

اس وقت تک مالک ریاست رہ چکے ہیں۔ ان کے گذارہ کے لئے کچھ تجویز ہونا چاہیئے۔ آخر کار بعد گفتگو یہ صورت قرار پائی کہ تعلقہ مصطفےٰ آباد میں موضع رسولپور و لپورہ لودہ مزرعہ میران نگر جو دوسی لوپر کہلاتا ہے گذارہ میں دیا جائے۔

## مصطفےٰ آباد میں خاندان میرانپور

## سیّد جعفر نواسۂ سیّد صدر جہاں

بعد فیصلہ ثالثی سید جعفر قابض ریاست ہوئے۔ بڑے جرّار د صاحب حوصلہ شخص تھے۔ انکی جرارت و مردانگی کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کئی گانوں تعلقہ سمری کے بزور شمشیر تعلقہ مصطفےٰ آباد میں شامل کر لئے۔ ازانجملہ موضع بُہریٰ انھیں میں سے ہے۔

## سیّد جعفر و سیّد نواز علی مونکپوری میں جنگ ہونا اور سید جعفر کا سیّد نواز علی کے ہاتھ سے شکست کھانا

کہتے ہیں کہ ایک طوائف جو سید جعفر کی ملازمت میں تھی سیر و تماشہ کی غرض سے ایک روز قصبہ کے بازار کو آئی اس وقت بازار قصبہ میں ہوتا تھا۔ ملازمان سید نواز علی نے اس کے ساتھ کچھ مذاق کیا اس نے واپس جاکر سید جعفر سے شکایت کی۔ سید جعفر بہت آشفتہ خاطر ہوئے اور آکر قصبہ کی بازار کو لوٹ لیا۔ جب سید نواز علی کو بازار کی تاراجی کی اطلاع ہوئی سپاہ جرّار

لے کر حملہ آور ہوئے اور مصطفےٰ آباد میں آگ لگادی ۔ سید جعفر چار سو سپاہی لے کر مقابلہ کو نکلے ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ آخر سید نواز علی کے آدمیوں کے پیر اُٹھ گئے عید گاہ تک سید جعفر نے ان کا تعاقب کیا لیکن سید نواز علی کے للکارنے سے پھر سپاہی سنبھلے اور جم کر لڑنے لگے اور سب نے متفق ہو کر دلیرانہ حملے کرنے شروع کر دیئے یہانتک کہ سید جعفر کی سپاہ پراگندہ ہو گئی ۔ اس دار و گیر کی حالت میں دو سو پچاس آدمی سید جعفر کے کام آئے اور باقی ماندہ نے راہِ فرار اختیار کی سید نواز علی ان کا تعاقب کرتے ہوتے سید جعفر کے مکان میں داخل ہو گئے ۔ سید جعفر نے بھاگ کر لاکھو پور علاقہ لبینی میں پناہ لی ۔ چند روز کے بعد عمالِ شاہی سے شکایت کی جس کا مفصل ذکر سید نواز علی کے سوانح حیات میں بیان ہو چکا ہے ۔ جس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا ۔

## سید جعفر کا موضع جبر گانواں پر قبضہ اور شاملِ تعلقہ مصطفےٰ آباد کرنا

سید جعفر کے زمانہ میں سادات موضع سنگورہ و جبر گانواں میں کسی بات پر نزاع کو اسقدر طول ہوا کہ نوبت جدال و قتال کی پہونچی ۔ آخر کار سید میاں مع اپنے بھائیوں و خانہ زادوں مثل بدھو و بھکاری کے سادات سنگورہ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے ۔ اس خبر کو سن کر بخیال اس قرابت کے جو سادات جبر گانواں کو سید بدر جہاں مصطفےٰ آبادی سے حاصل تھی سید جعفر فوراً جبر گانواں آئے ۔ اور سید موصوف کی نعش کو تجہیز و تکفین کر کے دفن کیا ۔ چونکہ سوائے طفلانِ نابالغ کے دوسرا کوئی اس خاندان میں باقی نہ تھا اس لئے سید جعفر نے تیس تیس بیگہ اراضی ان کی پرورش کے لئے مقرر کر کے کل علاقہ جبر گانواں کو اپنے قبضہ و تصرف میں لے آئے اور اس زمانہ سے میر فضل علی کے زمانہ تک تعلقہ مذکور

بدستور سادات مصطفےٰ آباد کے قبضہ میں رہا۔

## کیفیت قتل سید جعفر

کہتے ہیں کہ زمینداران رام نگر قوم بہر لیا سے ہمیشہ عداوت و دشمنی رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ موضع راوت سرائے سے انکا قبضہ اٹھادیں آخرالامر راجہ بکہرا سے اتفاق و اتحاد کر کے اور زمینداران قرب وجوار سے مدد حاصل کر کے حملہ کر دیا منجملہ ان کے سید جعفر بھی تھے جو بپاس رواسم و اتحاد ایک جماعت کثیر ساتھ لے کر گئے تھے الحاصل بعد مقابلہ نوبت جدال و قتال کی پہونچی۔ آخر کار زمینداران رام نگر مظفر و منصور ہو کر راوت سرائے پر قابض ہو گئے اور فوج بہرلیا کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ جس وقت سپاہ مخالف نے راہ فرار اختیار کی سید جعفر بہت دور تک تعاقب کرتے چلے گئے اثناء راہ میں ایک بہرلیا ایک درخت پر گھات میں بیٹھا تھا۔ جس وقت سید جعفر اس درخت کے نیچے سے ہو کر گذرے اس نے درخت پر سے بندوق جھونک دی۔ چونکہ آفتاب عمر لب بام آگیا تھا سر پر گولی کاری پڑی اور فوراً اس کے صدمے سے روح اس سید عالی نسب کی گلشن جاودانی کو پرواز کر گئی۔ اس واقعہ روح فرسا کے بعد نعش مصطفےٰ آباد لائی گئی اور بعد تجہیز و تکفین دفن کیگئی۔

نسبت سید جعفر کی دختر عنایت خاں لاکھوپوری کے ساتھ ہوئی تھی جن سے ایک لڑکا سید قایم اور دو لڑکیاں مسماۃ بختاور[ل] و مسماۃ مہتاب پیدا ہوئیں دوسرا عقد سید جعفر کا مسماۃ صاحبی دختر سید بہادر نظام آبادی کے ساتھ ہوا تھا۔

---

ل۔ مسماۃ بختاور و مسماۃ مہتاب علی الترتیب دوست محمد میرانپوری اور داد علی سرائے میر کو منسوب ہوئیں

اور اس مرحومہ سے ایک لڑکی مسماۃ ننھی پیدا ہوئی کہتے ہیں کہ سید بہادر بوجہ صاحبِ اولاد ہونے سید جعفر کے اپنی لڑکی کی شادی پر راضی نہیں ہوتے تھے لیکن بعد فہمائش بابو دینا پت اکھیا پور اس اقرار پر راضی ہوئے کہ اگر ان کی لڑکی کے بطن سے اولاد ہو عام اس سے لڑکا ہو یا لڑکی اپنی حیات میں سید جعفر اس کا نصف حصہ تقسیم کر دیں تاکہ زوجہ اولیٰ کی اولاد سے جھگڑا نہ ہو۔ لیکن قضائے الٰہی کہ بعد وقوع عقد کے وہ مرحومہ حمل سے تھیں کہ سید جعفر زمینداران سونک پور کی امداد میں ایک بہر ہلیا کے ہاتھ سے قتل ہو گئے اس واقعہ کے بعد مسماۃ ننھی مرحومہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ جب وہ سنِ رشد کو پہونچیں سید قائم نے نہایت فراخ حوصلگی سے ان کا عقد راحت علی خاں ساکن داعی[۱] پور سے کر دیا اور اپنے باپ کی پابندی عہد میں حصہ جدی انبا واقع میرا نپور مسماۃ ننھی بی بی کو دیگر قبضہ دیدیا۔ اور یہ گھر بعد کو ٹکیت کے نام سے مشہور ہوا۔

## سید قائم

سید قائم بعد سید جعفر کے متمکن ریاست ہوئے۔ نسبت سید موصوف کی بخانۂ چودہریان موضع بھنولی[۲] ہوئی تھی جن مرحومہ سے چار لڑکے مسمیان سید منصور علی و سید مراد علی۔ میر شیر جنگ و سید مہابت علی پیدا ہوئے

## سید منصور علی

بعد انتقال سید قائم کے چاروں بھائیوں نے حصہ تقسیم کر لیا

---

[۱] - داعی پور ضلع فرخ آباد میں ہے۔ [۲] موضع بھنولی ضلع سلطانپور میں ہے۔

مراد علی نے شاہ آباد ۔ شیر جنگ نے بھٹیا اور مہابت علی نے سمری حصہ میں حاصل کیا۔ منصور علی تعلقہ مصطفیٰ آباد کے مالک ہوئے ۔ مورثان سید منصور علی اگرچہ حصہ جدی اپنا واقع موضع میرانپور مسماۃ ننھی بی بی دختر سید جعفر کو دے چکے تھے ۔ لیکن رسوم زمینداری مثل محصول راہداری وغیرہ اپنی حق ملکیت میں باقی رکھا تھا چنانچہ ایک سال زمینداران میرانپور نے بخلاف عملدرآمد محصول راہداری پر بھی دست اندازی کی ۔ جب یہ خبر سید منصور علی کو پہونچی پہلے چاہا کہ افہام و تفہیم سے کام چل جائے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا اور وہ لوگ اپنے فعل سے باز نہ رہے ۔ آخر ناچار ہوکر سید منصور علی نے معہ ایک جماعت کثیر کے حملہ کر دیا اور نصف موضع میرانپور کو تاراج کر ڈالا ۔ سادات میرانپور کو اس امر کی اطلاع نہ تھی ۔ پھر بھی مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے لیکن کثرت سپاہ کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے ۔ بلکہ بعض اہل کسان میں سے مثل جے سنگھ بسین و رعایت خاں پٹھان کے مقابلہ میں جمے رہے جو آخر کو قتل ہو گئے اور بعض لوگ مثل شیخ پیارے وغیرہ کے نہایت خستہ و مجروح ہوئے ۔ اسی اثنا میں جے سنگھ بسین کی بندوق کی گولی سید منصور علی تک پہونچی اور تلوار جو کمر میں لگی ہوئی تھی اسکو کاٹ کر ران کی ہڈی پر جا پڑی اس حالت میں سید موصوف نے بعد غارت و تاراج میرانپور واپسی کا حکم دیا ۔ جس وقت مصطفیٰ آباد واپس آئے میر مراد علی شاہ آباد و میر شیر جنگ بھٹیا جو بغرض اعانت آئے تھے واپس ہوتے لیکن میر مہابت علی سمری بوجہ اس کے کہ ان کے بھائی سید منصور علی زخمی ہو گئے تھے ان کی تیمارداری کے لئے ٹھہر گئے ۔

## سادات میرانپور کا موضع مصطفیٰ آباد کا محاصرہ کرنا

بعد واپسی سید منصور علی سادات میرانپور نے زمینداران بسینی کے

پاس جاکر استعانت و حمایت چاہی۔ چنانچہ ایک جماعت کثیر اپنی مدد کے لئے آمادہ کرلی۔ جب کل جماعت فراہم ہوگئی باتفاق زمینداران بسین سادات میرا پنور نے مصطفےٰ آباد کا جاکر محاصرہ کرلیا۔ آخر کار طرفین سے ہنگامہ کارزار گرم ہوگیا لیکن چونکہ ملازمان سید منصور علی پہلی جنگ سے بالکل خستہ ہورہے تھے اور وہ اصحاب جو کمک کے لئے آئے تھے سب رخصت ہوکر اپنے اپنے گھر جاچکے تھے اس لئے تاب مقابلہ کی نہ لاکر محصور ہوگئے۔ قوم بسین نے معہ زمرہ سادات کی غارت و تاراجی کا عیوض لینے کے لئے رعایا کے گھروں کو لوٹنا شروع کیا اور متواتر حملوں سے عرصہ کارزار کو نمونۂ محشر کردیا۔ قریب تھا کہ غلبہ و یورش سے مکان محصور مفتوح ہوجائے کہ اسی اثنا میں حمید اخاں عثمانپوری کمال دلاوری سے ایک سخت حملہ کرکے مکان کے قریب پہونچگیا۔ لیکن بندوق کی ایک گولی نے بہادری خاک میں ملادی۔ جہان خاں اس کے بہنوئی نے چاہا کہ مقتول کی نعش اٹھالاوے کہ وہ بھی گولی کھاکر اس سے ملحق ہوا۔ اسی طرح جو شخص گیا وہ قتل ہوا۔ یہانتک کہ ۸ نفر مارے گئے۔ ناچار اس مقام پر ٹھہرنا نامناسب سمجھ کر پسپا ہونے لگے۔ اسی دارو گیر کی حالت میں دولم سنگھ بہرلیا نے پورہ سے سو نفر سپاہیان جرار لئے ہوئے سید منصور کی مدد کو پہونچ گیا اور ساحل گومتی کے اس جانب سے اس مورچہ پر جو لکھ پڑے سے قریب تھا یکبارگی بندوقیں سر کرنا شروع کیں۔ آخر سپاہ مخالف مورچہ سے ہٹنا شروع ہوئی دولم سنگھ موقع پاکر کمال دلاوری سے مکان کے اندر داخل ہوگیا۔ سپاہیان سید منصور علی جو نہایت خستہ ہورہے تھے ان لوگوں کے پہونچنے سے تازہ دم ہوگئے اور دم لینے کا موقع مل گیا۔ پس دولم سنگھ نے اپنی سپاہ کو ان کی جگہ پر تعینات کرکے لڑنا شروع کیا۔ ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ ابدیوت خاں لاکھوپوری

جو سادات مصطفےٰ آباد سے قرابت قریبہ رکھتے تھے۔ ایک جماعت کثیر کے ساتھ پہونچ گئے۔ جس وقت ان کے آنے کی خبر ہوئی مقابل کی سپاہ خصوصاً قوم بسین نہایت مضطرب و پریشان ہوئی اور سمجھے کہ اب یہ کام مدد کے درجہ سے ہٹ کر آنیس کی مخالفت تک پہونچ گیا ہے۔ پس چارہ کار بجز فرار نہ دیکھ کر یکبارگی سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ حال دیکھ کر سپاہیان سید منصور علی مکان محصور سے باہر نکل آئے اور ان لوگوں کو جو سادات میرانپور کے ساتھ محض لوٹ مار کے لیے ساتھ آئے تھے اور اپنے کام میں مشغول تھے تلوار پر رکھ لیا۔ آخر ان لوگوں نے بھی راہِ فرار اختیار کی۔ بعض کہتے ہیں کہ قوم بسین ٹھاکر ابدہوت خاں لاکھوپوری کے سمجھانے سے واپس گئی۔ آخر سادات میرانپور بھی ناچار واپس آئے۔

## کیفیت قتل میر غلام محمد رسول پوری

کہتے ہیں کہ اگلے زمانے میں یہ دستور تھا کہ آغاز سال میں حسب تاریخ رسم شگون کی قرار پاتی تھی تو ذریعہ اشتہار جملہ سادات پرگنہ کھدلاؤں طلب ہوتے تھے اور عامل کے حضور میں حاضر ہو کر نذر گزارتے تھے اور ابتدا اس کام کی میر منصور علی مصطفےٰ آبادی سے کیجاتی تھی اس کے بعد موافق درجہ و رتبہ کے دیگر سادات رفیع الدرجات یکے بعد دیگرے نذر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک سال جب شگون کی تاریخ مقرر ہوئی اور ساعت سعید قرار پائی۔ قلعہ کھدلاؤں کے عامل نے ایک ملازم کو سید موصوف کی طلب میں روانہ کیا کہ مقررہ ساعت کی اطلاع دیکر یہ عرض کرے کہ جس قدر جلد ممکن ہو حاضر ہوں۔ سید موصوف جانے پر تیار تھے کہ دوسرا ملازم پہونچا اور کہا کہ ساعت سعید گزری جاتی ہے بہت جلد عامل کے حضور میں حاضر ہو جیے۔ القصہ جب تک سید موصوف روانہ ہوں متواتر پیام پر پیام

پہونچتے رہے۔ بالآخر آخری پیام پہونچا کہ اب اسقدر تنگ وقت ہے کہ انتظام نہیں کیا جاسکتا۔ اور جو ساعت شگون کے لئے مقرر کیگئی ہے وہ گزر رہی ہے۔ چونکہ نذر شگون کی ابتدا آپ پر منحصر ہے لہذا فوراً قلعہ میں تشریف لے چلئے۔ سید موصوف نہایت عجلت سے روانہ ہوئے لیکن قبل اس کے کہ قلعہ میں پہونچیں۔ جب سید موصوف کا بہت انتظار کیا گیا تو غلام محمد رسولپوری نے عامل سے عرض کیا کہ اگر ادائے رسم شگون میر منصور علی کے آنے پر منحصر ہے تو بہتر ورنہ میں بھی انھیں کے خاندان سے ہوں اگر حکم ہو میں شگون کی نذر نذر گزار دوں۔ کیونکہ وقت گذر رہا ہے۔ چنانچہ عامل کا اشارہ پاتے ہی غلام محمد نے نذر گزار دی کہ اسی اثنار میں میر منصور علی قلعہ کے دروازہ پر پہونچ گئے۔ عیا بیان سرکار نے سید منصور علی کو حقیقت حال سے آگاہ کیا کہ چونکہ آپ کے آنے میں دیر ہوئی اسلئے رسم شگون غلام محمد رسولپوری نے ادا کردی۔ جس وقت یہ خبر سید موصوف نے سنی نہایت آشفتہ خاطر ہوئے اور اسی جگہ سے اپنے گھر کو واپس آئے۔ اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا کہ اس غلام محمد نے آج رسم شگون میں سبقت کی ہے اور ہماری قدیم رسم میں دست اندازی کی ہے اب کسی تدبیر سے اسکو قتل کرڈالنا چاہیے اور اس فتنہ کو جلد ختم کردینا چاہیے۔

میر مہابت علی سمری و میر شیر جنگ بھٹیا نے جواب دیا کہ اعلانیہ مقابلہ کرکے اس کا کام تمام کردینا چاہیے۔ لیکن منصور علی نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ میر مہابت علی اور میر شیر جنگ ایسے قتل سے جو مکر و فریب سے ہو انکار کر گئے۔ لیکن مراد علی شاہ آباد نے اپنے بھائی کی رائے سے اتفاق کیا۔ آخر بعد غور و فکر یہ قرار پایا کہ ماہ محرم الحرام میں جب علم لیکر ان کے گھر پہونچیں فوراً غلام محمد کو قتل کر ڈالیں۔

الحاصل اس امر پر اتفاق کرکے چھٹی یا ساتویں تاریخ کو میر مراد علی علم لئے ہوئے ایک جماعت کثیر کے ساتھ غلام محمد کے مکان پر پہونچے اور بعد شربت پینے کے جیسا دیہات میں رواج ہے فرصت وقت دیکھ کر سید منصور علی کے سپاہیوں نے

غلام محمد کو قتل کر ڈالا ۔ یہ حال دیکھ کر غلام محمد کے سپاہی اٹھ کھڑے ہوئے ۔ مراد علی نے وہاں کا توقف خلاف مصلحت دیکھ کر مصطفےٰ آباد کا رُخ کیا ۔ لیکن غلام محمد کے سپاہی تعاقب کرتے ہوئے چلے آرہے تھے ۔ میر مراد علی ان کے مقابلہ میں لڑتے ہوئے جا رہے تھے یہاں تک کہ تعلقہ مصطفےٰ آباد کے حُدود میں پہونچ گئے ۔ ناچار غلام محمد کے سپاہیوں نے خیال کیا کہ اب تعاقب کرنا بیکار ہے ۔ بر ہری واپس آئے ۔

سید منصور علی کی نسبت دخترِ چودھری جمال الدین حسین سبیحہ سے ہوئی تھی جن سے چھ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں ۔ سید فضل علی ۔ سید کلن ۔ سید سرفراز علی ۔ سید حسین علی ۔ سید الطاف حسین و سید امام علی اور مسماۃ بلاقا و مسماۃ مصری ۔

## سیّد فضل علی ابنِ سیّد منصور علی

بعد انتقال اپنے باپ کے انصرام علاقہ میں مصروف ہوئے ۔ اول نسبت سید موصوف کی مسماۃ خیراً دخترِ ٹھاکر ابدہوت خاں لاکھو پوری کے ساتھ ہوئی تھی لیکن بعد پیدا ہونے ایک لڑکی کے جن کا نام مسماۃ رحمانی تھا جو سید نواب علی سمری کے عقد میں آئی تھیں اس مرحومہ نے انتقال کیا ۔ اس سبب سے عقد ثانی سید فضل علی کا مسماۃ کریماً دخترِ خورد ٹھاکر ابدہوت خاں کے ساتھ ہوا ۔ وہ بھی بعد پیدا ہونے ایک لڑکی کے جن کا نام سعیداً تھا انتقال کر گئیں ۔ اس لئے سید موصوف نے لاولد دنیا سے انتقال کیا ۔

## کیفیت قبضہ تعلقہ سبیحہ

واضح ہو کہ چودھری جمال الدین حسین سبیحہ کے دو لڑکیاں تھیں ۔ ایک

سید منصور علی مصطفےٰ آبادی کو بیاہی تھی اور دوسری قصبہ دیوا میں منعقد ہوئی تھی۔ اور دونوں صاحبِ اولاد تھیں۔ چودہری جمال الدین حسین کو چودہری محمد قائم و چودہری فرحت اللہ نے کسی عداوت سے قتل کر ڈالا اور ان کی ریاست پر قابض ہوگئے۔ بعد چند دنوں کے جب چودہری محمد قائم نے انتقال کیا۔ چودہری فرحت اللہ کو زمینداران بھٹیا نے فریباً مدعو کر کے قتل کر ڈالا۔ چودہری نواب علی پسر فرحت اللہ و چودہری محمد ماہ پسر محمد قائم نے ریاست سے قطع تعلق کر لیا اور صرف آٹھ ہزار روپیہ جو سرکار شاہی سے پاتے تھے اسی پر اکتفا کر کے باہم تقسیم کر لیا کرتے تھے اسوجہ سے ہر شخص نے چاہا کہ تعلقہ سبیجہ کو اپنی قبولیت میں لا دے۔ جب سید فضل علی نے یہ حال دیکھا اپنے مادری حق کی وجہ سے ریاست مذکور کو اپنی قبولیت میں لاکر بیس سال اس پر قابض رہے۔ جب اس طرح ایک عرصہ گزر گیا۔ جمع سرکار میں سالانہ اضافہ کی وجہ سے نقصان معلوم ہونے لگا۔ ناچار ریاست مذکور سے سید موصوف نے استعفیٰ دیدیا۔ سید موصوف کے استعفیٰ کے بعد سید الطاف حسین نے بلا استصواب اپنے بھائی کے قبولیت ریاست مذکور کی اپنے نام کرالی لیکن چونکہ سید الطاف حسین نہایت فضول خرچ تھے مالگذاری سرکار نہیں ادا ہوتی تھی اور جس قدر محاصل ریاست تھا سب اپنے صرف میں لاتے تھے۔ جس وقت سرکار شاہی سے مالگذاری کی تاکید ہوئی ناچار بھاگ کر مصطفےٰ آباد آئے۔ سرکار شاہی سے ٹھاکر مدار بخش لاکھوپوری بر واسطے مطالبہ مالگذاری کے سزاول مقرر ہوئی۔ کیونکہ انھوں نے سید الطاف حسین کی ضمانت کی تھی۔ جب خان مذکور سرکار کے تقاضہ سے تنگ آگئے مصطفےٰ باد آکر مالگذاری کی ادائیگی کی سخت تاکید کی۔ آخر سید فضل علی نے مالگذاری ادا کر کے ایک دستاویز بیعنامہ میر الطاف حسین سے بابتہ حصہ تعلقہ

مصطفےٰ آباد لکھوالی - اس کے بعد چند دنوں تک ریاست سبیحہ خام تحصیل رہ کر مقدمان کے قبضہ میں رہی - یہاں تک کہ چودھری حسین بخش سلیمانپوری اپنی قبولیت میں لے آئے - اور کل ریاست پر قابض و متصرف ہوئے -

## سیّد کلّن ابنِ سیّد منصور علی

بعد انتقال میر فضل علی کے جس وقت تقریب سیوم میں ارباب برادری بغرض فاتحہ خوانی جمع ہوئے - باتفاق یہ تجویز ہوئی کہ الطاف حسین نہایت فضول خرچ ہیں - پس اس حالت میں احتمال ریاست کے تباہ و برباد ہو جانے کا ہے - ریاست کے تحفظ پر نظر کر کے رسم دستاربندی میر کلن کے ساتھ ادا ہونا چاہئے - الحاصل اس امر پر اتفاق کر کے رسم ادا کی گئی اور میر کلن مالک ریاست ہوئے - پانچ چھ سال تک نہایت خوبی سے انتظام کیا - مگر فرشتۂ اجل نے مہلت نہ دی اور بلا ولد اس جہانِ فانی سے رحلت کر گئے - نسبت سید موصوف کی مسماۃ اشرف النساء دختر میر مقصود علی میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی -

## سیّد الطاف حسین ابنِ سیّد منصور علی

بعد انتقال میر کلن کے سید الطاف حسین مالک ریاست ہوئے نسبت سید موصوف کی مسماۃ ارزانی دختر چودھری فرحت اللہ سبیحہ کے ساتھ ہوئی تھی جن کے بطن سے ایک لڑکا محمد حسین اور ایک لڑکی مسماۃ صاحبزادی پیدا ہوئی - بعد چند دنوں کے سید الطاف حسین نے اپنی لڑکی کی شادی سید جمعیت حسین سمری کے ساتھ کی لیکن مصارف تقریب میں زیر بار ہو گئے - مالگزاری سرکار کی دہائند میر بخش کمیدان کی پلٹن کے نام ہوئی - جب روپیہ وصول نہ ہوا

ناچار سید موصوف نے اپنے بیٹے سید محمد حسین کو ان کی حراست میں دیا اور اسی زمانہ میں پانچ چھ روز کے بعد عارضہ فالج میں مبتلا ہو کر یکم رمضان المبارک کو اس جہانِ فانی سے رحلت کر گئے۔

## سید محمد حسین ابنِ سید الطاف حسین

جس وقت میر الطاف حسین کا انتقال ہوگیا اور میر محمد حسین فوج کی حراست کی وجہ سے اپنے باپ کی تجہیز و تکفین میں نہ شریک ہو سکے میر شہامت علی بھٹیا و میر نواب علی سمرہی نے محمد حسین کو اپنی ضمانت میں حاکم نے طلب کیا۔ الحاصل بعد حصول اجازت سید محمد حسین مصطفےٰ آباد آئے اور رسم فاتحہ خوانی میں شریک ہوتے۔ جس وقت ارباب برادری رخصت ہوئے صاحبانِ ضمانت سید محمد حسین کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے تم کو اپنی ضمانت میں عامل سے طلب کیا تھا لیکن اب مناسب یہ ہے کہ جس طرح ممکن ہو مالگذاری سرکار کی ادا کر دو۔ تاکہ پھر قید خانہ میں نہ پڑو۔ سید محمد حسین نے جواب دیا کہ میں امورِ ریاست سے بالکل نابلد ہوں اور نہ مجھکو علم ہے کہ روپیہ کہاں رکھا ہوا ہے۔ اصحاب ضمانت نے جواب دیا کہ تمہاری والدہ کے پاس زر و زیور کافی موجود ہے۔ ان سے لیکر ہمارے سپرد کر دو جس میں رہائی کی صورت نکلے آخر اسی بحث میں دو گھڑی دن باقی رہ گیا سید محمد حسین اصحاب ضمانت سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اگر آپ لوگ سپاہیوں کی ضمانت سے مجھکو اتنی مہلت دلوا دیں کہ اپنی مادر گرامی سے جا کر حقیقت حال بیان کر دوں اور ان کے پاس زیور و اسباب موجود ہے اور وہ دینے پر رضامند ہیں تو ان سے لیکر آپ لوگوں کے سپرد کر دوں بالآخر صاحبانِ ضمانت اس رائے سے راضی ہو کر دو نفر سپاہیوں کی حراست میں

سید محمد حسین کو گھر کے اندر جانے کی اجازت دیدی۔ چونکہ دن بہت تھوڑا باقی رہ گیا تھا۔ سید محمد حسین بمقتضائے مصلحت وقت اپنی ماں کے پاس دیر تک اظہار حقیقت کرتے رہے اور سلسلہ گفتگو کو اسقدر طول دیا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ شعر۔ قرص خورشید درسیاہی شد ٭ یونس اندر دہانِ ماہی شد۔ مکان کی کھڑکی سے جو پشت مکان پر تھی نکل کر اس تاریکی شب میں میر سرفراز علی قصبہ کے مکان میں جا پہونچے اور وہاں سے ایک خط اپنی حقیقت حال کا چودہری حسین بخش سلیمانپور رہی کو جو سید محمد حسین کے خالو تھے لکھ کر روانہ کیا۔ چودہری موصوف جب مضمون خط سے مطلع ہوئے فوراً ایک پالکی اور ایک گھوڑا اپنے سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ سید موصوف کو مع ان کی مادر گرامی کے سلیمانپور پہونچادیں۔ جس وقت صاحبان ضمانت پر یہ امر ظاہر ہوا کہ میر محمد حسین فریب دیکر ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ اور سبیحہ پہونچے بہت آشفتہ خاطر ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ طفل نابالغ ہم لوگوں کو فریب دیکر بھاگ گیا اب ایسی کوشش کریں گے کہ اس کو مصطفےٰ آباد آنا نصیب نہ ہوگا۔ چونکہ ان کے باپ نے حصہ اپنا بیع کر ڈالا ہے اس لئے ان کو کوئی استحقاق یہاں باقی نہیں رہا۔ الحاصل محمد حسین باطمینان خاطر سلیمانپور میں رہنے لگے اور معاملات کی درستگی میں مصروف ہوئے۔ چودہری موصوف نے بلحاظ قرابت قریبہ کے کوشش کر کے سید محمد حسین کو پھر تعلقہ مصطفےٰ باد کی حکومت پر متمکن کرادیا نسبت سید موصوف کی مسماۃ امتل دختر سید امام علی کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے دو لڑکے مسمیان سید قائم حسین و سید صادق حسین المتوفی سنہ ۱۳۰۹ھ پیدا ہوئے۔

## سید امام علی ابن سید منصور علی

نسبت سید موصوف کی مسماۃ زینب دختر میر سخیر جنگ بھٹیا کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے ایک لڑکا مسمی رحمت علی اور پانچ لڑکیاں اول مسماۃ امتل جو سید محمد حسین مصطفےٰ آبادی کو بیاہی گئیں دوسری مسماۃ ہنیگا جو تلطف حسین میرانپور کے عقد میں آئیں۔ تیسری مسماۃ حمائل جو اولاد حسین نویدپور کو منسوب ہوئیں۔ چوتھی مسماۃ اگہا جن کی شادی غلام حضرت[۱] میرانپوری کے ساتھ ہوئی۔ پانچویں مسماۃ لیماجن کا عقد سید غلام جعفر موتک پوری کے ساتھ ہوا۔

## سید رحمت علی ابن سید امام علی

زمانہ غیبت سید محمد حسین میں میر رحمت علی انصرام امور ریاست میں مصروف ہوئے۔ اول نسبت سید موصوف کی مسماۃ باندی دختر میر شہامت علی بھٹیا کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب اس مرحومہ سے کوئی اولاد نہ ہوئی تو دوسرا عقد زوجہ اولیٰ کی حیات میں مسماۃ صاحبزادی دختر سید غلام سرور میرانپوری کے ساتھ کیا ان کے بطن سے چار لڑکے سید نذر حسین۔ سید محمد علی۔ سید حامد علی و سید افضل علی اور دو لڑکیاں مسماۃ سید النساء و مسماۃ عظیمن پیدا ہوئیں۔

## سید سرفراز علی ابن سید منصور علی

سید موصوف کی نسبت لاکھوپور میں ہوئی تھی۔ بعد تولد ایک لڑکی کے جس کا صغر سنی میں انتقال ہوگیا تھا اس جہان فانی سے لاولد انتقال کیا۔

---

[۱] غلام حضرت نے ۱۳ محرم ۱۲۸۷ھ کو وفات پائی۔

# سید حسین علی ابن سید منصور علی

سید موصوف نا کتخدا فوت ہوئے۔

## فصل دوم

## ذکر خاندان شاہ آباد

بعد تقسیم حصہ سید مراد علی علاقہ شاہ آباد پر قابض و متصرف ہوئے۔ سید مراد علی کے سید مستقیم علی پیدا ہوئے۔ اکثر حالات سید موصوف کے سید منصور علی کے بیان میں ذکر ہو چکے ہیں۔

## سید مستقیم علی

سید موصوف کا عقد مسماۃ مینڈان دختر مہابت علی سمری کے کے ساتھ ہوا تھا۔ جن کے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ وزیرن پیدا ہوئی جو سعادت علی سمری کو بیاہی گئی۔ بعد وفات سید مستقیم کے مسماۃ ظہور النساء عرف مینڈان کل ملکیت شوہری پر قابض ہوئیں اور مواضعات منظر پور وبہلاّ میر محمد حسین مصطفےٰ آبادی کے پاس رہن کر دیا۔ چنانچہ میر محمد حسین اور بعد ان کے ورثاء سید موصوف اب تک قابض ہیں۔

# باب نہم ۹

## سادات بہٹیا

# ذکر خاندان بھٹیا

## میر شیر جنگ

سید شیر علی عرف شیر جنگ کی نسبت مسماۃ حافظہ دختر میر عبداللہ سنگورہ طیب سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے ایک لڑکا مسمی سید شہامت علی اور ایک لڑکی مسماۃ زینب جو میر امام علی مصطفےٰ آبادی کو بیاہی گئیں پیدا ہوئی۔ میر شیر جنگ کو سید نواز علی زیدپوری نے جو دریاباد کے ٹھیکہ دار مقرر ہو کر آئے تھے اس عداوت کی وجہ سے جوان کو سادات پرگنہ بھدلاؤں سے تھی قتل کر ڈالا تھا سید موصوف کے زیادہ واقعات چونکہ خاندان مصطفےٰ آباد کے بیان میں ذکر ہو چکے ہیں اس لئے دوبارہ اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے

## سید شہامت علی

سید شہامت علی کی نسبت مسماۃ مکان دختر میر مہابت علی سمری کے ساتھ ہوئی تھی جن کے بطن سے ایک لڑکا مسمی فتح علی اور چار لڑکیاں۔ اول مسماۃ بُتا کہ میر وزیر علی سمری کو بیاہی گئیں۔ دوسری مسماۃ باندی جو میر امام علی مصطفےٰ آبادی کو منسوب ہوئیں۔ تیسری مسماۃ منار جو میر باقر علی اسولی کو منعقد ہوئیں۔ چوتھی مسماۃ خیرن جو سید حیدر حسین کھر کا بھول کے عقد میں آئیں پیدا ہوئیں۔ چونکہ سید موصوف کے اکثر واقعات سید محمد حسین مصطفےٰ آبادی کے بیان مین ذکر ہو چکے ہیں اس لئے دوبارہ تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

# سید فتح علی

اول نسبت سید موصوف کی مسماۃ سراجاً دختر چودھری امام بخش سبیجہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ بعد پیدا ہونے تین لڑکوں مسمیان سید صفدر حسین و سید منظفر حسین اور سید عباس حسین کے اس مرحومہ نے انتقال کیا۔ عقد ثانی سید موصوف الذکر نے مسماۃ صغرا دختر سید فضل امام سرائے میر کے ساتھ کیا۔ جن کے بطن سے دو لڑکے مسمیان سید منظہر حسین و سید افتخار حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ عظمت النساء و مسماۃ کبرا وجود میں آئیں۔ جو علی الترتیب سید حامد علی مصطفےٰ آبادی و سید الہام حسین مرچیا کو بیاہی گئیں۔

# ذکر اعقاب سید فتح علی

## سید صفدر حسین

پہلی نسبت سید موصوف کی مسماۃ عباساً دختر سید حسین بخش قادرپوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ بعد پیدا ہونے ایک لڑکے سید منظور احمد کے جس وقت اس مرحومہ نے انتقال کیا۔ عقد ثانی سید موصوف نے مسماۃ عظیمل دختر میر رحمت علی مصطفےٰ آبادی کے ساتھ کیا۔ جن سے چار لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ سید ابوالحسن۔ سید نور الحسن۔ سید محب الحسن و سید احمد حسین و مسماۃ معظمہ و مسماۃ مکرمہ اور مسماۃ مفخمہ۔ جو علی الترتیب مسمیان سید عباس حسین بیراسوری سید محمد باقر اسولی و سید امیر احمد ستھنی کو منسوب ہوئیں۔

# سید منظفر حسین

نسبت سید موصوف کی مسماۃ کراماً دختر چودہری اعظم علی تھلوارہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن سے دو لڑکے مسمیان محمد عظیم و محمد نعیم اور دو لڑکیاں مسماۃ بشیراً و ظہیراً پیدا ہوئیں۔ جو علی الترتیب سید اصغر حسین مصطفےٰ آبادی و شیخ نذیر حسین کشن پور کو منسوب ہوئیں۔

# سید عباس حسین

سید موصوف کی نسبت مسماۃ مقیماً دختر چودہری اعظم علی تھلوارہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن مرحومہ کے بطن سے ایک لڑکا مسمی سید ناظم حسین وجود میں آیا

# سید مظہر حسین

سید موصوف کا عقد مسماۃ علی بانو دختر محمد میر ردولی کے ساتھ ہوا تھا جن سے ایک لڑکا مسمی اطہر حسین اور پانچ لڑکیاں مسماۃ سکینہ و حمیدا۔ ماہ بانو۔ کنیز بانو و عابدہ وجود میں آئیں جو علی الترتیب ہادی حسین ابراہیم آباد و محمد نعیم کھبیا و محمد امین و محمد عباس جبر گانواں و سید مہدی حسین جوراس کو بیاہی گئیں۔

# سید افتخار حسین

سید افتخار حسین کی نسبت مسماۃ عظمت النساء دختر حمایت علی سنگورہ طیب کے ساتھ ہوئی تھی بعد پیدا ہونے دو لڑکوں کے جنکا صغر سنی میں انتقال ہوگیا لاولد اس جہان فانی سے انتقال کیا۔

# باب دہم

• سادات سمرہ

# ذکرِ خاندان سمری

## سید مہابت علی

اول نسبت سید مہابت علی کی مسماۃ مصاحب النساء دختر میر محمد حیات عرف میر جھبیدا میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس وقت اس مرحومہ نے لاولد انتقال کیا۔ عقد ثانی سید موصوف کا مسماۃ نظیرن دختر خورد سید محمد حیات مذکور الصدر کے ساتھ ہوا۔ جس مرحومہ سے دو لڑکے مسمیان سید جمعیت حسین و سید نواب علی اور دو لڑکیاں مسماۃ مکان جو میر شہامت علی کھٹیا کو بیاہی گئیں و مسماۃ میڑان جو میر مستقیم علی شاہ آباد کو منعقد ہوئیں۔ وجود میں آئیں۔ اکثر واقعات سید موصوف کے میر منصور علی مصطفٰے آبادی کے ذکر میں بیان ہو چکے ہیں دوبارہ اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

## ذکرِ اعقاب سید مہابت علی

### سید جمعیت حسین

سید موصوف کا عقد مسماۃ صاحبزادی دختر سید الطاف حسین مصطفٰے آبادی کے ساتھ ہوا تھا۔ جن مرحومہ کے بطن سے ایک لڑکا سید حیدر حسین المتوفی سنہ ۱۳۰۸ھ اور ایک لڑکی مسماۃ پھوکا جو میر معظم علی ابراہیم آبادی کو منعقد ہوئیں وجود میں آئیں۔

# سید حیدر حسین

سید حیدر حسین کا عقد سماۃ میڈان دختر میر تلطف حسین میرانپوری کے ساتھ ہوا تھا۔ جن معظمہ کے بطن سے ایک لڑکا مسمی یادگار حسین المتوفی ۱۳۲۶ھ اور دو لڑکیاں سماۃ مسلیماً و سماۃ علیماً وجود میں آئیں۔ جو علی الترتیب سید کرم محمد قادرپوری و سید افضل علی مصطفےٰ آبادی کو منسوب ہوئیں۔

# سید نواب علی ابن مہابت علی

سید نواب علی کا عقد سماۃ رحمان دختر میر فضل علی مصطفےٰ آبادی کے ساتھ ہوا تھا جن کے بطن سے تین لڑکے اور ایک لڑکی متولد ہوئی۔ سید وزیر علی سید سعادت علی و سید امیر علی اور سماۃ سادہن جو سجاد حسین اہرولی کو منسوب ہوئیں

# ذکر اعقاب سید نواب علی

## سید وزیر علیؒ

پہلی نسبت سید موصوف کی سماۃ نبا دختر میر شہامت علی کھٹیا کے ساتھ ہوئی تھی جب ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی تو عقد ثانی سید موصوف نے سماۃ ہنگا دختر الہ یار خاں بکسا وان کے ساتھ کیا جن سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ سماۃ حسینی جو التفات حسین میرانپور کو بیاہی گئیں اور سماۃ نظیرن جو شیر علی سمری کو منعقد ہوئیں۔

## سید سعادت علیؒ

عقد سید سعادت علی کا مسماۃ وزیرن دختر میر مستقیم علی شاہ آباد کے ساتھ ہوا تھا جن سے تین دختر مسماۃ نجم النساء، طاہر النساء و مسماۃ بھوکا اور ایک پسر سید اصغر علی وجود میں آیا۔ سید اصغر علی المتوفی ۱۳۲۱ھ مذکور الصدر کا عقد مسماۃ ہدایت النساء دختر میر امیر علی سمری کے ساتھ ہوا جن سے چار لڑکے مسمیان سید تجمل حسین۔ سید اطہر حسین۔ سید احمد حسین و سید محمد نسیم اور ایک لڑکی مسماۃ عادل النساء وجود میں آئی۔ جن کا عقد سید ارتضیٰ حسین عبر گالواں کے ساتھ ہوا۔

## سید امیر علیؒ

سید امیر علی کی نسبت مسماۃ عماتمل دختر میر اکرام حسین نگرام کے ساتھ ہوئی جن کے بطن سے ایک لڑکا مسمی سید شیر علی المتوفی ۱۳۲۶ھ اور ایک لڑکی مسماۃ ہدایت النساء وجود میں آئیں۔ جو میر اصغر علی سمری کو منعقد ہوئیں۔ سید شیر علی مذکور الصدر کا عقد مسماۃ نجم النساء دختر میر سعادت علی سمری کے ساتھ ہوا تھا۔ جس وقت اس مرحومہ نے لاولد انتقال کیا عقد ثانی سید شیر علی نے مسماۃ نظیرن دختر سید وزیر علی سمری کے ساتھ کیا جن سے دو لڑکے مسمیان سید محمد حسین و محمد محسن اور دو لڑکیاں مسماۃ مصاحب النساء و عزیز النساء جو علی الترتیب مسمیان سید احمد حسین بھتیجا و محمد نسیم سمری کو منعقد ہوئیں وجود میں آئیں۔

# باب یازدہم

• سادات جرگانواں

# ذکر خاندان سادات جبر گانواں

سادات جبر گانواں کے نسب کا حال معلوم نہیں ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ سادات جبر گانواں سید علیم الدین ثانی کی اولاد مقتوں کی نسل سے تھے۔ بعض کا قول ہے کہ جب سید علیم الدین قابض علاقہ بھدلاؤں ہوئے اس وقت اکثر خاندان بدخشی سادات کے پیشتر سے آباد و سکونت پذیر تھے۔ اور اپنی اپنی ریاستوں پر قابض و متصرف تھے منجملہ انھیں کے سادات جبر گانواں بھی تھے۔ چنانچہ سید میرانجی میرانپوری کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے کہ سادات جبر گانواں کے محض ایک لڑکی تھی جو سید میرانجی زمیندار میرانپور کو منسوب تھی اور بجز اس لڑکی کے خاندان میں کوئی اولاد نرینہ یا دختری موجود نہ تھی چنانچہ اسی سلسلہ قرابت کی وجہ سے یا کسی انتقال کے ذریعہ سے سید ملوک پسر سید بدرجہاں مصطفےٰ آبادی جبر گانواں پر قابض و متصرف ہوئے

## جبر گانواں میں خاندان مصطفےٰ آباد

سید ملوک پسر سید بدرجہاں مصطفےٰ آبادی بعد وفات اپنے باپ کے جدی علاقہ سے دست کش ہو کر علاقہ جبر گانواں پر قابض و متصرف ہوئے۔ موجودہ خاندان سادات جبر گانواں سید موصوف الصدر کی نسل سے ہے۔ زیادہ واقعات سید موصوف کے بوجہ مدت مدید گزر جانے کے دریافت نہیں ہو سکے۔ سید موصوف کے صرف ایک بیٹے تھے۔ جن کا نام سید محمد تھا۔

## سید محمد عرف سید خان

سید موصوف مغلیہ سلطنت کے زمانہ میں نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ

دہلی کے دربار میں کسی عہدہ پر سرفراز تھے۔ یہ زمانہ سنہ ۱۰۲۰ھ کا تھا۔ خطاب سید خانی سے ممتاز تھے۔ سید موصوف کے صرف ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید محمد میاں تھا۔ نسبت سید محمد موصوف الصدر کی دختر سید تراب علی قصبہ کے ساتھ ہوئی تھی۔

## سیّد محمدؐ میاںؒ

بعد اپنے باپ کے مالک ریاست ہوئے۔ ایک تالاب کی آبپاشی کے متعلق سادات سنگورہ سے نزاع کو اس قدر طول ہوا کہ نوبت جدال و قتال کی پہونچی آخر کار سید محمد میاں معہ خانہ زادوں کے (مثل بہبود سدہاری) سادات سنگورہ کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔ جب یہ خبر سید جعفر مصطفےٰ آبادی کو ملی بخیال قرابت قریبہ فوراً جگر گانواں آئے اور سید موصوف کی نعش کو بعد تجہیز و تکفین سپرد خاک کیا۔ چونکہ اس وقت سوائے ایک طفل نابالغ کے اور کوئی باقی نہ تھا اس سے سید جعفر نے ساٹھ بیگہ سیر اُس نابالغ کے گذارہ میں دیکر کل تعلقہ جگر گانواں پر قبضہ کر لیا۔ جس پر سید فضل حسین جگر گانواں کے زمانہ تک بدستور سادات مصطفےٰ آباد قابض و متصرف رہے۔ سید موصوف کی نسبت دختر سید ناصر میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس مرحومہ کے بطن سے سید شاہ محمد پیدا ہوئے۔

## سیّد شاہ محمدؐ

سید موصوف نہایت خورد سال تھے جب سید میاں اُن کے باپ سادات سنگورہ کے مقابلہ میں قتل ہو گئے۔ اپنی مادہ گرامی کی کنار عاطفت میں

پرورش پاتے رہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر سید جعفر نے جو رسم تعزیت ادا کرنے آتے تھے وہ کمی پوری کر دی جو سادات سنگورہ کے ہاتھ سے باقی رہ گئی تھی یعنی محض ساٹھ بیگہ آراضی گزارہ میں دیکر کل علاقہ جرگانواں پر قبضہ کرلیا اور ایک نابالغ کی جائداد کو ہضم کر بیٹھے۔ جب سید جان محمد سن رشد کو پہونچے اسی مختصر گزارہ پر بسر اوقات کرتے رہے۔ چونکہ سید جعفر نہایت اولوالعزم شخص تھے اس لئے سید موصوف کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی کہ اپنے مقبوضات واپس لیتے۔ مجبوراً خاموش ہو رہے۔ نسبت سید موصوف کی دختر سید باگھ قصبہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے سید جان محمد پیدا ہوئے۔

## سید جان محمد

بعد وفات اپنے باپ کے اس سیر پر قابض ہوئے جو سید جعفر کے دست برد سے بچ گئی تھی۔ سید موصوف کی نسبت دختر سید کمال میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی جس کے بطن سے سید علی بخش متولد ہوئے۔

## سید علی بخش

سید علی بخش بعد وفات اپنے باپ کے سیر پر قابض ہوئے۔ نسبت سید موصوف کی سادات سنگورہ میں ہوئی تھی۔ جس سے دو لڑکے سید قائم علی و سید مظفر علی اور دو لڑکیاں مسماۃ نیسا و مسماۃ سبحانی وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید مراد علی قصبہ و سید تہور علی سنگورہ کو منسوب ہوئیں

**سید قائم علی**: کی نسبت قصبہ نصیرآباد ضلع رائے بریلی میں ہوئی تھی۔ جس سے سید منظر علی پیدا ہوئے۔ زمانہ شاہی میں عہدہ رسالداری پر ممتاز

سید مظہر علی کے صرف دو لڑکیاں تھیں۔ مسماۃ خدادی و مسماۃ خیرن جو علی الترتیب سید مہتاب علی جندواڑہ و سید حسن علی جبر گالواں کو منسوب ہوئیں۔

**سید مظفر علی** کی نسبت مسماۃ میکن دختر سید شیر علی میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس مرحومہ کے بطن سے پانچ لڑکے مسمیان سید فضل حسین و سید خادم حسین سید محمد حسین و سید حسن علی و سید حیدر حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ سجانی و مسماۃ ارمانی وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید نجف علی دہادرا و سید گدا علی قصبہ کو منسوب ہوئیں

## ذکر اعقاب سید مظفر علی

**ثمرہ اول سید فضل حسین :** بعد انتقال اپنے باپ سید مظفر علی کے باتفاق برادران خود باقی جائداد یعنی سیر وغیرہ پر قابض و متصرف ہوئے۔ نہایت الوالعزم و صاحب حوصلہ شخص تھے۔ ایک جمعیت فراہم کر کے میر محمد حسین تعلقدار مصطفےٰ آباد کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی آبائی جائداد جس پر سید جعفر نے زبردستی قبضہ کر رکھا تھا اس پر قابض و متصرف ہو گئے۔ سید محمد حسین نے کئی حملے کئے اور اکثر مرتبہ جبر گالواں محاصرہ میں بھی آگیا مگر سید امام بخش تعلقدار قادرپور کی باموقع امداد سے سید محمد حسین کو شکست فاش نصیب ہوئی اور سید فضل حسین پورے طور سے اپنے جدی علاقہ پر کئی پشتوں کے بعد قابض ہوئے۔ ان سوانحات کا ذکر سید امام بخش قادرپور کے بیان میں مفصل ہو چکا ہے۔ ایک مسجد پختہ سید موصوف نے ۱۲۵۲ھ میں تعمیر کرائی۔ اول نسبت سید موصوف کی مسماۃ حسن باندی دختر سید غلام علی میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے سید علی حسین پیدا ہوئے۔ جب اس مرحومہ نے انتقال کیا تو دوسرا عقد مسماۃ خاتون باندی دختر درویش علی میرانپوری کے ساتھ کیا۔ جس

مرحومہ کے بطن سے سید غالب حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ صغیراً و مسماۃ منیراً وجود میں آئیں۔ جو علی الترتیب سید صفدر حسین و سید مہدی حسین جبر گانواں کو منسوب ہیں

**سید علی حسین** کی نسبت دختر سید برکت علی سیدپور کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے دو لڑکے مسمیان سید باقر حسین و سید ضامن حسین نابینا و مسماۃ بالو زوجہ عنایت حسین جبر گانواں و مسماۃ حسینی جو فتحپور میں منسوب ہوئیں وجود میں آئیں۔ سید باقر حسین کی نسبت دختر میر بندہ علی ردولی کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے پانچ لڑکیاں وجود میں آئیں۔ جو سید کاظم حسین ردولی۔ سید فخر الحسن سیدپوری۔ سید علی جبر گانواں و سید عابد حسین مصطفےٰ آبادی کو منسوب ہوئیں اور ایک لڑکی ناکتخدا فوت ہوئی۔ ضامن حسین کی نسبت دختر سید محمد علی ردولی کے ساتھ ہوئی تھی جس سے دو لڑکے سید محمد امین و سید محمد عباس وجود میں آئے۔

**سید غالب حسین** پسر دوئمی سید فضل حسین کی کی اول نسبت دختر سید ذوالفقار علی جبر گانواں کے ساتھ ہوئی تھی جس مرحومہ کے بطن سے تین لڑکے سید محمد و سید علی و سید حسن پیدا ہوئے۔ بعد وفات زوجہ اولیٰ کے دوسرا عقد سید موصوف نے عثمان پور میں مسماۃ امام باندی دختر محمد شیر خاں کے ساتھ کیا جس سے دو لڑکے سید حسین و سید احمد وجود میں آئے

**ثمرہ دوم سید خادم حسین :** دوسری نسبت سید موصوف کی دختر امام بخش تیر گاؤں کے ساتھ ہوئی تھی۔ تین لڑکے سید ذوالفقار علی۔ سید تصدق حسین و سید مہدی حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ فاطمہ و کلثوم وجود میں آئیں۔ جو علی الترتیب سید علی اکرم سرائے میر و سید رمضان علی جبر گانواں کو منسوب ہوئیں۔

## سید ذوالفقار علی کی نسبت دخترِ سید خادم علی تیرگاؤں

کے ساتھ ہوئی تھی جس سے دو بیٹے سید عنایت حسین و سید ولایت حسین اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں۔ جو سید غالب حسین و سید ارتضیٰ حسین جبرگانواں کو منسوب ہوئیں۔ زمانہ شیوخیت میں سر و ریش کے بال نہایت سفید دمکدار تھے۔ سید عنایت حسین کا اول عقد دختر سید علی حسین کے ساتھ ہوا تھا جب اس مرحومہ نے لاولد انتقال کیا تو عقد ثانی دختر سید ظلِ حسین میرانپوری کے ساتھ کیا مگر کوئی اولاد وجود میں نہیں آئی۔

## سید ولایت حسین کی نسبت دختر سعادت علی

تیرگاؤں کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے چار لڑکے سید رعایت حسین و سید ہدایت حسین و سید حمایت حسین و سید کفایت حسین اور ایک لڑکی مسماۃ حسیدن وجود میں آئی۔ سید موصوف ابتک بفضلہ موجود ہیں۔ بڑے کریم النفس اور مہماں نواز شخص ہیں اور وضعداری میں متصف۔

## سید تصدق حسین پسر دوئم سید خادم حسین

کی نسبت دختر سید مہتاب علی چندوارہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس کے بطن سے ایک پسر سید ارتضیٰ حسین المتوفی ۱۳۲۲ھ اور ایک لڑکی مسماۃ امام باندی وجود میں آئی جو میر بخشش حسین جبرگانواں کو منسوب ہوئی۔ سید موصوف شاہزادہ مرزا برجیس قدر بہادر آخری شاہِ اودھ کے استاد بھی تھے۔ جب ملک اودھ پر انگریزوں کا ۱۸۵۸ء میں قبضہ ہوگیا اور مرزا برجیس قدر بہادر نے بھاگ کر نیپال میں پناہ لی اسوقت سید موصوف بھی ہمراہ رکاب تھے مگر راجہ نیپال کے حکم سے یہ لوگ سرحد کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ آخر مجبور ہو کر پھر لکھنؤ واپس آئے اور ملکہ جہاں بیوہ محمد علی شاہ کی سرکار میں

ملازم ہو گئے۔ بیگم صاحبہ سید موصوف کو نہایت ممتاز رکھتی تھیں۔ اور ہمراہ رکاب رہ کر حج و زیارات عتبات عالیات سے بھی مشرف ہوئے۔ خراسان کی بھی زیارت کی۔ آخر اسی زمانہ سفر میں کربلائے معلیٰ میں انتقال کیا۔ اور حرم میں دفن ہوتے۔

**سید ارتضیٰ حسین** بہت خورد سال تھے جب ان کے والد بزرگوار جناب بیگم صاحبہ کی رفاقت میں کربلائے معلیٰ میں فوت ہوئے جناب ممدوحہ نے اپنی سرکار سے سید موصوف کی پنشن مقرر کر دی اور میاں اعتماد علی خاں خواجہ سرا کے وصی بھی ہوئے۔ چند گانوں خلیل رائے پور و دسہری وغیرہ کے ذریعہ وصیت حاصل کیا۔ اول نسبت سید موصوف کی دختر ذوالفقار علی جرگانواں کے ساتھ ہوئی۔ جب زوجہ اولیٰ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تب دوسرا عقد زوجہ اولیٰ کی حیات میں مسماۃ عادلہ دختر سید اصغر علی سمری کے ساتھ کیا۔ جس سے تین لڑکیاں وجود میں آئیں۔

**ثمرہ سیوم سید محمد حسین**: نسبت سید موصوف کی دختر امام بخش اودہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے صرف ایک لڑکا مسمی رمضان علی پیدا ہوا۔ رمضان علی مذکور الصدر کا اول عقد مسماۃ کلثوم دختر خادم حسین جرگانواں کے ساتھ ہوا تھا جب اس مرحومہ نے لاولد انتقال کیا تو دوسرا عقد وجیہہ الدین اودہ کے ساتھ کیا۔ جس سے پانچ بیٹے سید امام علیؒ۔ سید نظام علیؒ۔ سید قربان علیؒ سید امداد علیؒ و سید نواب علی اور دو لڑکیاں مسماۃ عظیماؒ و مسماۃ سکینہؒ وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید احمد علی قصبہ و سید ضامن حسین سرائے سالم کو منسوب ہوئیں سید موصوف کی اولاد ملک دکھن کو چلی گئی اور وہیں سکونت پذیر ہو گئی۔

**ثمرہ چہارم سید حسن علی**: نسبت سید موصوف کی مسماۃ خیرن

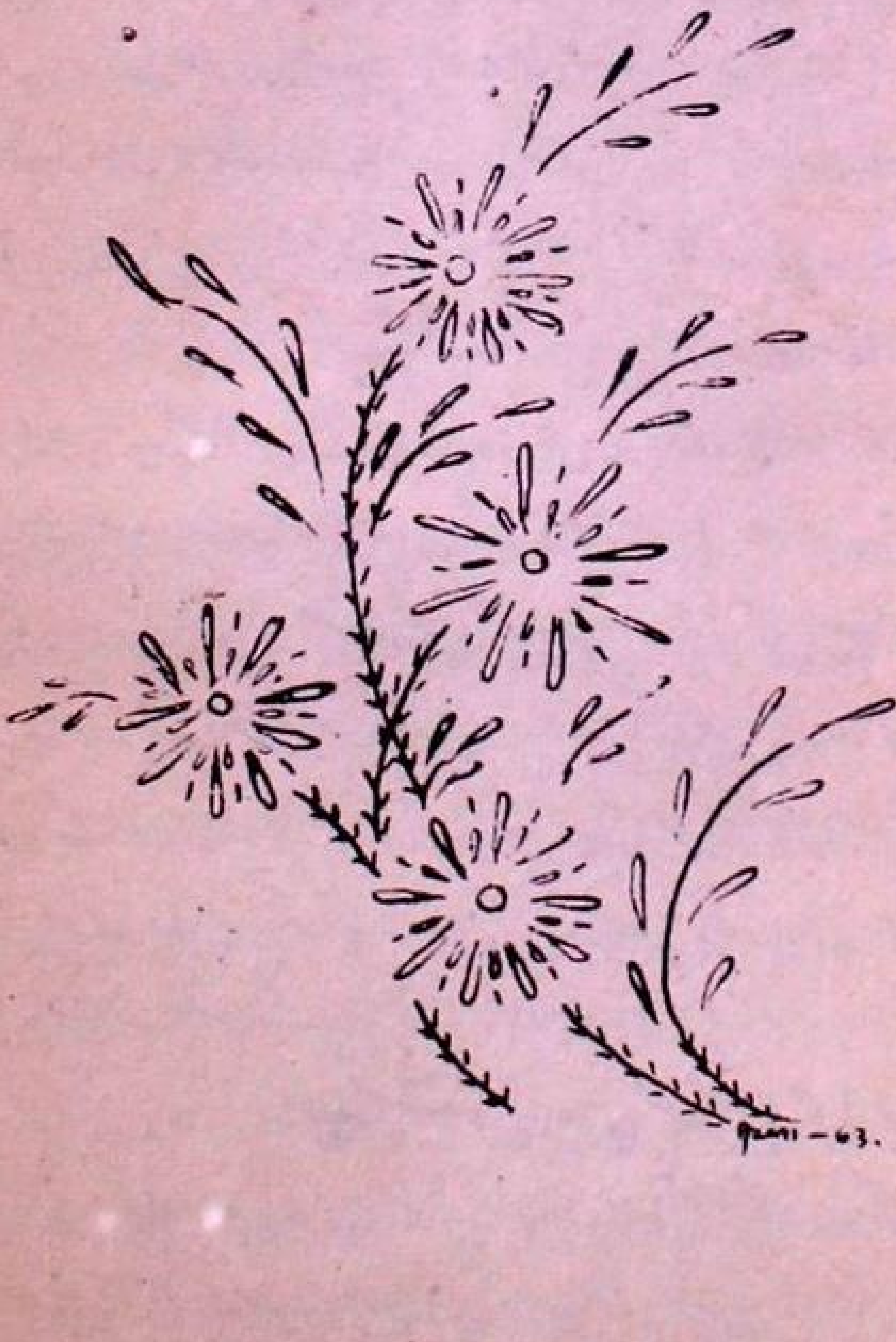
دختر سید مظہر علی جرگانواں کے ساتھ ہوئی تھی۔ مگر چونکہ کارکنان قضا و قدر نے کوئی اولاد مقدر نہیں کی تھی اس لئے لاولد دنیا سے انتقال کیا۔

**ثمرہ پنجم سید حیدر حسین :** نسبت سید موصوف کی سماۃ صفیہ دختر قدرت علی میرانپور کے ساتھ ہوئی تھی جس سے تین لڑکے مسمیان سید صفدر حسین و سید غنی حسین و سید بخشش حسین المتوفی ۱۳۲۰ھ اور ایک لڑکی سماۃ حبیب النساء وجود میں آئی۔ جو سید امان علی میرانپور کو منسوب ہوئی۔

**سید صفدر حسین** کی نسبت سماۃ صغیراً دختر فضل حسین جرگانواں کے ساتھ ہوئی تھی جس سے چار لڑکے سید منذر حسین سید شبر حسین۔ سید معزز حسین و سید محافظ حسین وجود میں آئے۔

**سید غنی حسین پسر دوئمی سید حیدر حسین کی** نسبت سماۃ طیبہ دختر سید فضل امام سرائے میر کے ساتھ ہوئی تھی جس معظمہ کے بطن سے چار لڑکے سید رضا حسین۔ سید شجاع حسین۔ سید محمد تقی و سید محمد نقی دو آخر الذکر توام پیدا ہوئے اور پانچ لڑکیاں سماۃ قدسیہ و علیا۔ مشرفہ۔ مقدسہ و مبشرہ وجود میں آئیں۔

**سید بخشش حسین پسر سیومی سید حیدر حسین** کی نسبت سماۃ امام باندی دختر تصدق حسین بڑا گاؤں کے ساتھ ہوئی تھی جس سے دو لڑکے سید بشیر حسین و سید شبیر حسین اور ایک لڑکی وجود میں آئی جو سید منذر حسین جرگانواں کو منسوب ہوئی۔ سید موصوف الصدر بغرض زیارت عتبات عالیات عراق گئے تھے۔ کربلائے معلیٰ پہونچ کر انتقال کیا اور حرم جناب عباس علیہ السلام میں دفن ہوئے۔



# باب دوازدہم ۱۲

## سادات میرانپور

# ذکر خاندان میرانپور

## سیّد میرانجی ابنِ سیّد ملوک

بعد وفات اپنے پدر عالی مقدار کے ریاست سب بھائیوں نے برابر تقسیم کر لی۔ چنانچہ بموجب تقسیم سید موصوف نے موضع میران پور آباد کر کے وہیں سکونت اختیار کی۔ نسبت سید موصوف کی سادات جبر گانواں میں ہوئی تھی۔ جس مرحومہ کے بطن سے ایک لڑکا سید ملوک اور ایک لڑکی وجود میں آئی۔ جو سید بدر جہاں مصطفےٰ آبادی کو منعقد ہوئی۔

## سیّد ملوک

سید ملوک کے صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام سید ابوبکر عرف سید بدے تھا اور حالات سید موصوف کے بوجہ مدت مدید گزر جانے کے دریافت نہ ہو سکے۔

## سیّد ابوبکر عرف سیّد بدے

نسبت سید موصوف کی دختر سید حسن اسندرہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس مرحومہ کے بطن سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے۔ سید سلطان[۱]۔ سید ناصر[۲] سید اعظم[۳]۔ سید حمید[۴]۔ سید قاسم۔ چونکہ سید سلطان اپنے باپ کی حیات میں انتقال کر گئے تھے اس لئے بخیال اس کے کہ دوسری اولاد سید موصوف کی سید سلطان کی اولاد کو بوجہ محجوب ہو جانے کے حصہ نہ دے گی اس لئے اپنی حیات میں

جائداد تقسیم کردی اور حق جیٹھانسی بلحاظ اکبریت سید باز پسر سید سلطان کو دیا۔ اور علاوہ حق جیٹھانسی کے ایک سو چھبیس بیگہ آراضی واسطے مصارف آئند و روند و دیگر اخراجات کے لئے سید باز کو عطا کیا۔ موضع ابوبکر پور[1] آپ ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔

## ذکر اعقاب سید ابوبکر عرف سید بڑے

## ثمرہ اول سید ناصر پسر دومی سید ابوبکر

بعد تقسیم علاقہ اپنے باپ کی حیات میں مالک ریاست ہوئے باپ کی تقسیم سے نہایت تکدر و ملال ہوا۔ چار سو بیگہ آراضی اپنے حصہ کی اور چار سو بیگہ سید قاسم کے حصہ پر قابض و متصرف ہوئے۔ کیونکہ سید قاسم اپنے مادری ورثہ پر قابض ہوئے۔ چونکہ سید حسن زمیندار اسندرہ کے بجز ایک لڑکی کے جو سید ابوبکر کو منسوب تھی اور کوئی اولاد خاندان میں موجود نہ تھی۔ رسم دستار بندی سید قاسم کے ساتھ ادا ہوئی اور بھائیوں کو جائداد مادری میں حصہ نہیں ملا۔ سید موصوف کے ایک لڑکی[2] اور تین بیٹے تھے۔ سید قطب شاہ۔ سید اسلام۔ سید عزیز

## فرع اول سیّد قطب شاہ

سید موصوف کا طریقہ فقیرانہ تھا۔ جذب و کمالات میں نہایت

---

[1] یہ موضع کثرت استعمال سے ببکر پور ہو گیا ہے۔

[2] سید ناصر کی لڑکی سید محمد میاں جرگانواں کو منسوب ہوئی تھی۔

مشہور تھے۔ آپ کے صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام سید منصور تھا۔

## سید منصور

نسبت سید منصور کی دختر سید اعظم میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی جس مرحومہ کے بطن سے دو لڑکے سید ناصر و سید علی اصغر وجود میں آئے۔

## ذکر اعقاب سید منصور

## سید ناصر ابن سید منصور

اول نسبت سید موصوف کی گھکر گھاٹ بخانہ قانونگویان ہوئی تھی جن سے سید مقصود علی پیدا ہوئے اور نسبت سید مقصود علی کی دختر علی اکبر میرانپوری کے ساتھ ہوئی جس مرحومہ کے بطن سے دو لڑکیاں مسماۃ صیف النساء اور اشرف النساء وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید حسن رضا میرانپوری اور سید کلن مصطفےٰ آبادی کو منسوب ہوئیں۔ حصہ سید مقصود علی کا مسماۃ صیف النساء کو ملا جو خاندان میں منسوب تھی۔ اشرف النساء نے حصہ نہیں پایا۔ بعد وفات زوجہ اولیٰ کے دوسرا عقد سید ناصر نے دختر سید رحیم بن سید جعفر کے ساتھ کیا جن سے شجاعت علی پیدا ہوئے۔ شجاعت علی کے عابد علی ہوئے جو دختر لقاء اللہ میرانپوری سے منسوب ہوئے۔ جن سے دو لڑکے اصغر علی و نوازش علی وجود میں آئے۔ جو لاولد فوت ہوئے۔ سید ناصر کو سادات میرانپور نے کسی عداوت سے قتل کر ڈالا تھا۔ جس کا مفصل ذکر سید عبدالرسول

نادر محمد کے بیان میں آئے گا - ایک موضع ناصر پور اپنے نام سے آباد کیا

## سید علی اصغر ابن سید منصور علی

سید علی اصغر کے صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام سید عبدالرسول تھا۔ اور حالات دریافت نہیں ہو سکے ۔

## سید عبدالرسولؒ

نسبت سید موصوف کی دختر سید حاتم موتنگ پوری کے ساتھ ہوئی - جس معظمہ کے بطن سے سید نادر محمد پیدا ہوتے ۔ اُس زمانہ میں کہ تعلقہ سمری کے بارہ گانوں میرانپور میں شامل تھے ۔ سید عبدالرسول اور میر مقصود علی ان پر قابض تھے سادات میرانپوران سے بغض وحسد رکھتے تھے اس بات کا ارادہ کیا کہ ان کی زمینداری پر قابض و متصرف ہو جائیں ۔ پس ملازمان سید عبدالرسول کو اپنا موافق کر کے اس امر پر قرارداد ہوئی کہ جس وقت ہملوگ دروازہ پر پہونچیں وہ لوگ پھاٹک کھول دیں ۔ چنانچہ حسب قرارداد جب سادات میرانپور سید موصوف کے دروازہ پر پہونچے ملازموں نے دروازہ کھول دیا ۔ سادات میرانپور گھر کے اندر داخل ہو گئے اور سخت کشت و خون ہوا ۔ آخر سادات میرانپور نے سید عبدالرسول و سید ناصر کو قتل کر دااا زمینداری پر قابض ہو گئے ۔ ناچار سید نادر محمد مع اپنی مادر گرامی کے اپنے ناہنال موتنگ پور چلے آئے ۔ اور میر مقصود علی نے اپنے ناہنال گھُسکر گھاٹ قانون گویاں کے یہاں جا کر پناہ لی ۔

# سیّد نادر محمدؒ

سید نادر محمد جو اس وقت نہایت خورد سال تھے اپنی مادرِ گرامی کے ساتھ آکر موتنک پور میں سکونت پذیر ہوئے۔ جس وقت گھر سے باہر آتے تھے ملازمان سید نواز علی لفظ ٹھاکر کہہ کر سید نادر محمد کو سلام کیا کرتے تھے۔ جب اسی طرح ایک مدت گزر گئی۔ میر نادر محمد نے اپنی مادرِ گرامی سے دریافت کیا کہ کیا ہم بھی صاحبِ جائداد و زمیندار ہیں کہ یہاں کے ملازم ہم کو ٹھاکر کہتے ہیں۔ اس مرحومہ نے کل سرگذشت بیان کی کہ تمہارے بزرگوں کو سادات میرانپور نے قتل کر ڈالا ہے اور تمہاری زمینداری پر قابض و متصرف ہو گئے۔ دو لڑکے قتل سے محفوظ رہے ایک تم اور دوسرے مقصود علی جو ہسکر گھاٹ اپنے ننہال چلے گئے اور وہیں مقیم ہیں۔ پس سید نادر محمد نے سید نواز علی اپنے ماموں سے عرض کیا کہ کب تک ہم یہاں قیام پذیر رہیں کوئی ایسی تدبیر فرمائیے کہ ہماری زمینداری ہم کو واپس ملے۔ اس وقت سید نواز علی نے قانونگو کو طلب کیا۔ بعد دریافت کیفیت حصہ داری پوچھی قانون گو نے جواب دیا کہ ان کی حصہ داری درج کاغذات ہے۔ لیکن سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ کل علاقہ میرانپور کو آپ اپنی قبولیت میں لے آئیے اس وقت سادات میرانپور مجبور ہو کر نادر محمد کا حصہ چھوڑ دیں گے۔ پس سید نواز علی علاقہ میرانپور کو اپنی قبولیت میں لے آئے۔ آخر سادات میرانپور نے پریشان خاطر ہو کر صلح کر لی اور نادر محمد کا حصہ واگذار کر دیا۔

اس طرح سید نادر محمد اپنے حصۂ جدی پر قابض و متصرف ہوئے۔ نسبت سید محمد

کی مسماۃ ماہی دختر سید اٹار رو موتک پوری کے ساتھ ہوئی تھی جس معظمہ کے بطن سے دو لڑکے سید مبارک علیؒ و سید پیر علی اور دو لڑکیاں مسماۃ زینب و مسماۃ رحمانی وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید شیر علی و سید رحیم کو منعقد ہوئیں۔

## ذکر اعقاب سیّد نادر محمدؒ

## سیّد پیر علی ابنِ سیّد نادر محمدؒ

سید پیر علی کے دو لڑکے جعفر علی لاولد و قدرت علی باولد و دو لڑکیاں ایک مسماۃ زینب جو سید امام بخش قادرپوری کو منسوب ہوئیں اور دوسری سید درویش علی میرانپوری کے عقد میں آئیں۔ سید قدرت علی کی نسبت دختر سید مہدی سرائے میر کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن سے دو لڑکے سید حشمت علی لاولد و سید شوکت علیؒ اور دو لڑکیاں جو حیدر حسین جبرگانواں اور سید عید و میرانپوری کو منعقد ہوئیں وجود میں آئیں۔ سید شوکت علی کی نسبت مسماۃ کلثوم دختر سید قاسم علی کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن سے ایک لڑکا سید امان علی اور ایک لڑکی مسماۃ محسنہ وجود میں آئیں جو میر مخلص حسین زیدپور کو منعقد ہوئیں۔ سید امان علی سے سید ظہور حسین اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جو ہدایت حسین سنگورہ کو منعقد ہوئی۔

## سیّد مبارک علی ابنِ سیّد نادر محمدؒ

عقد سید موصوف کا مسماۃ نیسان دختر سید کرم بونکپوری کے ساتھ ہوا تھا جس مرحومہ کے بطن سے دو لڑکے مسمیان درویش علیؒ و منعم علیؒ

ہو را ایک لڑکی مسماۃ عظیماً وجود میں آئیں۔ جو سید نماز علی زیدپوری کو منسوب ہوئیں

# ذکر اعقاب سید مبارک علی

## سید درویش علی

اول نسبت سید موصوف کی مسماۃ راحت النساء دختر سید خادم علی ہوتک پوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب اس مرحومہ نے دنیا سے لاولد انتقال کیا تو دوسرا عقد سید درویش علی نے مسماۃ فرحت دختر ہیر علی میرانپوری کے ساتھ کیا جن سے صرف ایک لڑکی مسماۃ خاتون باندی وجود میں آئی جو سید فضل حسین جبر گالوان کو منسوب ہوئیں۔

## سید منعم علی ابنِ سید مبارک علی

عقد سید موصوف کا دختر سید رحیم بنِ فتح محمد میرانپوری کے ساتھ ہوا تھا۔ جس مرحومہ کے بطن سے دو لڑکے مسمیان سید حسن رضا و سید تفضل حسین پیدا ہوئے۔ زمانۂ شاہی میں سید موصوف بعہدۂ چکلہ داری ممتاز تھے۔ سید تفضل حسین پسر دویم سید موصوف کا عقد مسماۃ نورالنساء دختر سید جنگ علی قادرپور کے ساتھ ہوا تھا۔ جب اس معظمہ نے لاولد انتقال کیا تو عقدِ ثانی سید تفضل حسین نے دختر تیغ علی میرانپوری کے ساتھ کیا۔ اس مرحومہ سے سید امداد حسین پیدا ہوئے۔ جو میرانپور کی سکونت ترک کر کے بدوسرائے میں حصہ شوہری پر قابض ہوئے۔

# سید حسن رضا ابن سید منعم علی

سید موصوف کی نسبت صیف النسا، دختر سید مقصود علی میرانپوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس مرحومہ سے سید تلطف حسین پیدا ہوئے اور ایک لڑکی مسماۃ باندی بھی وجود میں آئی جو سید حسین بخش قادرپور کو منسوب ہوئی۔

# سید تلطف حسین

عقد سید موصوف کا بسماۃ بھیکا دختر سید امام علی مصطفےٰ آبادی کے ساتھ ہوا تھا۔ اُس مرحومہ سے ایک لڑکا سید لطف حسین اور ایک لڑکی مسماۃ مینڈان المتوفی ۱۳۲۷ھ وجود میں آئی جو سید حیدر حسین سمری کو منعقد ہوئی۔

# سید لطف حسین

نسبت سید موصوف کی مسماۃ رسول النساء، دختر سید حمید حسین موتیکپوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس معظمہ کے بطن سے تین لڑکے مسمیان ارتضیٰ حسین و سید مرتضیٰ حسین المتوفی ۱۳۱۵ھ و سید مجتبیٰ حسین المتوفی ۱۳۱۶ھ اور دو لڑکیاں مسماۃ سعید النساء، و وسیم النساء، وجود میں آئیں جو علی الترتیب میر سید محمد جرگانواں کے و سید طاہر حسین مصطفےٰ آبادی کو منعقد ہوئیں۔ وفات ۱۸۹۶ء میں ہوئی۔

# فرع دوم سید اسلام بن سید ناصر بن سید ابو بکر

سید اسلام اُن کے بیٹے سید تقا اللہ۔ اُن کے بیٹے سید دانیال

اور ایک لڑکی جو سید عابد علی میرانپوری کو منسوب ہوئی۔ سید دانیال کے صرف ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام عنایت اللہ تھا۔

## سیّد عنایت اللہ

سید عنایت اللہ کی نسبت مسماۃ جانی بی بی دختر سید بہادر موتکپوری کے ساتھ ہوئی تھی ہنوز نوبت رخصتی کی نہیں آئی تھی کہ سادات میرانپور نے سید موصوف کو قتل کر ڈالا۔ اس زمانہ میں سادات میرانپور کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ دوسرے حصہ دار کو قتل کر کے اس کی ریاست پر قابض ہو جاتے تھے اور مطلق خوفِ خدا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ بعد انتقال اپنے شوہر کے مسماۃ جانی بی بی اپنے شوہر کے گھر آئیں اور عبادت باری تعالیٰ میں مصروف رہیں۔ یہانتک کہ انتقال کیا سید حاتم جانی بی بی کے چچا نے پانچ نفر پر جامعہ ایک قطعہ آراضی کے رسم جہیز میں عطا کیا۔ چنانچہ آراضی مذکورہ پر اُس مرحومہ نے اپنے نام سے جانی پور آباد کر کے اُن پر جوں کو آباد کیا۔ اس طرح سید عنایت اللہ نے لاولد انتقال کیا۔

## فرعِ سیوم سید عزیز بن سید ناصر

سید عزیز کے دو بیٹے سید تقی ۱ و سید کمال ۲۔ سید تقی نمبر ۱ کے سید علی اکبر جو دختر بشارت علی میرانپوری سے منسوب تھے۔ ان کے صرف تین لڑکیاں پیدا ہوئیں ایک جن کا نام گمانی تھا ناکتخدا فوت ہوئی اور دوسری و تیسری سید مقصود علی میرانپوری و سید نصر اللہ کھر کا پھول کو منعقد ہوئی۔ سید علی اکبر کا حصہ اُس لڑکی کو ملا جو خاندان میں منسوب تھی۔ دوسری لڑکی نے صرف بیس بیگہ آراضی سید علی اکبر کی جائداد میں بطور گذارہ کے پائی۔ سید کمال نمبر ۲ کے

ایک لڑکی اور دو بیٹے سید محمد[۱] و سید ارمان علی[۲] پیدا ہوئے۔ سید محمد[۱] کے دو بیٹے اور ایک لڑکی۔ شفقت علی[۱] و لبشارت علی اور ایک لڑکی جو سید محمد پناہ سرائے میر کو منسوب ہوئی شفقت علی[۱] کے صرف ایک لڑکی تھی جو سید جواد علی کو منسوب ہوئی اور لبشارت علی[۲] کے دو لڑکیاں تھیں جو سید علی اکبر میر انپوری و سید لبشارت علی کھرکا کو بیاہی گئی۔

سید ارمان علی پسر دوم سید کمال کے ایک لڑکا محمد حیات اور ایک لڑکی جو سید لبشارت علی میر انپوری کو منعقد ہوئی۔ سید محمد حیات کے صرف دو لڑکیاں مسماۃ مصاحب النساء و قدرت۔ مصاحب النساء سید مہابت علی سمری کو منعقد ہوئیں

## ثمرہ دوم سید اعظم بن سید ابوبکر عرف بڈے

سید اعظم کے صرف دو لڑکیاں تھیں۔ ایک سید رحیم اور دوسری سید منصور میر انپوری کو منسوب ہوئی۔ وہ لڑکی جو سید رحیم کو منسوب ہوئی تھی چونکہ آخر عمر میں اس نے اپنے باپ کی بہت خدمت و تیمار داری کی تھی اس لئے سید اعظم نے اپنا حصہ جو چار سو بگیہ تھا اس طرح تقسیم کیا۔ سو بگیہ آراضی اس لڑکی کو دی جو سید منصور کو منسوب تھی اور تین سو بگیہ اس کو جو سید رحیم کو منعقد ہوئی تھی اور خدمت و تیمار داری کی تھی۔

## ثمرہ سیوم سید حمید بن سید ابوبکر عرف بڈے

سید حمید کے صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام سید اکبر تھا۔ سید موصوف نے علاوہ اپنے حصہ کے جو چار سو بگیہ آراضی تھا موضع اکوہری سید نعمت علے

---

۵۱۔ سید کمال کی لڑکی کا عقد سید جان محمد جبر گانوں کے ساتھ ہوا تھا

بذریعہ بخشی سے ذریعہ بیع حاصل کیا اور اسی جگہ پر اپنے نام سے ایک موضع حمید پور آباد کیا

## سیّد اکبر

سید اکبر کے صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام سید علی تھا۔ سید علی مذکور کے صرف ایک لڑکی وجود میں آئی جو محمد حیات پسر عاشق محمد میرانپوری کو بیاہی گئی اور حصہ پدری پر قابض ہوئی۔

## ثمرہ چہارم سید قاسم ابن سید ابوبکر عرف بدے

چونکہ زمیندار اسندرہ کے بجز ایک دختر کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے سید قاسم اپنے نواسہ کو اپنا جانشین کیا اور رسم دستار بندی ادا کی۔ سید قاسم نے اپنے جدی حصہ سے کچھ نہیں لیا اور نہ سید موصوف کے دوسرے بھائیوں نے ننہالی جائداد کا دعویٰ کیا۔ چونکہ سید قاسم نے سکونت اسندرہ کی اختیار کی اس لئے سید موصوف کا ذکر خاندان اسندرہ میں بیان ہوگا۔

## ثمرہ پنجم سید سلطان ابن سید ابوبکر عرف بدے

نسبت سید سلطان کی ایٹھی میں ہوئی تھی۔ جس سے چار لڑکے سید باڈ۔ سید حبیبؒ۔ سید عالمؒ۔ اور سید عثمانؒ پیدا ہوئے۔ سید سلطان دہلی میں بادشاہ کے ملازم تھے کہ وہیں انتقال کیا۔ اس وقت سید ابوبکر ان کے باپ موجود تھے۔ جس وقت خبر انتقال کی پہونچی بخیال اس کے کہ پسران سید سلطان محجوب ہو جائیں گے قبل سیوم رسم دستار بندی سید ابوبکر نے سید باز پسر سید سلطان کے ساتھ ادا کر دی گو کہ سید ناصر اس امر سے بہت ناخوش ہوئے مگر چارہ کار بجز

اس کے نہ تھا کہ خاموش رہتے۔ مفصل ذکر اس کا سید ابوبکر کے بیان میں ہو چکا ہے دوبارہ اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

# ذکر اعقاب سید سلطان

## سید بازؒ ابن سید سلطان

بعد انتقال اپنے باپ کے بموجب تقسیم اپنے دادا سید ابوبکر کے مالک ریاست ہوئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حقِ اکبریت کے لحاظ سے علاقہ کی تقسیم ہوئی۔ علاوہ حق جیٹھ انسی کے اور بھی مراعات سید ابوبکر نے سید باز کے ساتھ کیں۔ سید باز کے تین لڑکے تھے سید نظامؒ۔ سید رحیمؒ وسید کریمؒ۔ سید نظام کے دو لڑکے سید قائمؒ وسید تاج محمودؒ۔ سید قایم کے سید محمد زماں۔ ان کے بیٹے سید ملوک یہ چکلہ دار تھے۔ سید ملوک کے سید غلام حیدر پیدا ہوئے۔

## سید غلام حیدر

شادی سید غلام حیدر کی چودھری محمد ماہ سلیمانپوری کے یہاں ہوئی تھی اور تختِ رواں پر انکی بارات گئی۔ سید غلام حیدر بہت صاحب مقدرت تھے کیونکہ سید ملوک اُن کے باپ چکلہ دار رہ چکے تھے۔ بالنسو نفر کہار محض تخت رواں لیکر گئے تھے۔ سادات میرانپور نے منجھی بی بی کی بٹی میں رعایا سے کچھ تعرض کیا سید قایم مصطفےٰ آبادی نے ممانعت کی لیکن وہ لوگ اپنی حرکت سے باز نہیں آئے چنانچہ سید مقصود کے ملازموں نے ایک مُراٸی کو جو منجھی بی بی کی بٹی کا باشندہ تھا کنواں صاف کرنے کے لئے بیگار پکڑا۔ جب یہ خبر سید قائم کو پہونچی فوراً جواب

طلب کیا۔ اُدھر سے جواب مخالفت آمیز دیا گیا۔ آخر سید قائمؒ جنگ کے ارادہ سے ایک جماعتِ کثیر کے ساتھ میرانپور پہونچے اور نوبت مقاتلہ کی آگئی۔ تین آدمی میر مقصود علی وغیرہ کے زخمی ہوئے۔ جے سنگھ لبین کی بندوق سے سید قائمؒ اور ایک آدمی ان کا زخمی ہوا۔ آخر سید قائمؒ مصطفےٰ آباد کو واپس آگئے۔ اور فتنہ فرو ہوا۔ سید غلام حیدر کے دو لڑکے تھے جن کا نام سید علی بخشؒ و غلام سرورؒ تھا۔ سید علی بخش کے چار لڑکے مسمیان سید نبی بخشؒ و روشن علیؒ و اکبر علیؒ و عبیدؒ پیدا ہوئے۔ اوّل تین لڑکے لاولد فوت ہوتے۔ سید عبید کے صرف ایک لڑکا مسمی سید کرم حسین پیدا ہوا جو لاولد فوت ہوا۔ اور علی بخش کا خاندان ختم ہو گیا۔

**سید غلام سرور پسر دوئمی** سید غلام حیدر کا عقد دختر منظر علی سادات محمد پور کے ساتھ ہوا تھا جن سے تین لڑکے مسمیان سید بدر علیؒ۔ واصف علیؒ۔ جلال الدینؒ اور ایک لڑکی متولد ہوئی جو رحمت علی مصطفےٰ آبادی کو منسوب ہوئی۔

**سید بدر علیؒ** کے دو لڑکے سید ظل حسین و سید ذاکر حسین اور ایک لڑکی مسماۃ سعیدل پیدا ہوئی جو سید محمد علی مصطفےٰ آبادی کو منسوب ہوئی۔

**سید واصف علیؒ** کے تین لڑکے پیدا ہوئے سید صادق علیؒ۔ سید سعادت علیؒ و سید مدد علیؒ۔

**سید صادق علیؒ** کے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ سید امجاد علیؒ۔ سید سجاد علیؒ سید عباد علیؒ و سید مراد علی اور دو لڑکیاں مسماۃ زاہرہ و مسماۃ صابرہ۔

**سید سعادت علیؒ** کے سید التفات حسین پیدا ہوئے

**سید مدد علیؒ** کے مسمیان علی رضا۔ محمد رضا و کریم رضا اور ایک دختر

مسماۃ بھکتن پیدا ہوئی جو سید علی اصغر اسندرہ کو منسوب ہوئی۔

**سید جلال الدین پسر سیومی** سید غلام سرور کے ایک لڑکا مسمی سید دہاج الدین پیدا ہوا جس نے لاولد انتقال کیا اور دو لڑکیاں مسماۃ سراجاً اور مسماۃ خیرن تھیں دونوں لاولد فوت ہوئیں۔

**سید تاج محمود پسر دویمی سید باز** کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام سید پرویز تھا۔ اُن سے سید جعفر پیدا ہوئے۔ جو ننہالی ورثہ پر علاقہ مصطفےٰ آباد پر قابض ہوئے اور سکونت میرانپور کی ترک کر کے مصطفےٰ آباد میں رہائش اختیار کی۔ ان کا ذکر خاندان مصطفےٰ آباد میں ہو چکا ہے۔

## سید رحیم ابن سید باز

سید رحیم کے دو لڑکے سید بدر جہاںؒ و سید دائم علیؒ پیدا ہوئے۔

**سید بدر جہاںؒ** کے سید مکارم علی اُن کے بیٹے سید روشن علی اُن کے بیٹے سید خدا بخش، سید احمد بخش اور سید امام بخش تینوں لاولد فوت ہوئے۔

**سید دائم علیؒ** کے سید بدلے اُن کے دو لڑکے شاکر محمدؒ لاولد و سید دوست محمدؒ اور دو لڑکیاں مادر محمد مسیح سرائے میر و زوجہ عید علی قصبہ متولد ہوئیں۔

**سید دوست محمدؒ** کے دو بیٹے سید خادم علیؒ و سید بزرگ علیؒ۔

**سید خادم علیؒ** کے سید جواد علی اُن کے ایک لڑکا حاجی سید قاسم علی اور دو لڑکیاں مسماۃ زہرہ زوجہ شمشیر علی میرانپور و مسماۃ بتول زوجہ میر محمد تقی سرائے میر متولد ہوئیں۔ حاجی سید قاسم علی کے صرف دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ مسماۃ کلثوم جو شوکت علی میرانپور کو منسوب ہوئیں اور بی بی کھُرچن جو سید مخلص حسین زیدپوری کو

منعقد ہوئیں۔ اور لاولد انتقال کیا۔

**سید بزرگ علیؒ** پسر دویمی سید دوست محمد کے دو لڑکے شمشیر علی و تیغ علی پیدا ہوئے۔ شمشیر علی کے دو لڑکے ضرغام علیؒ و ذوالفقار علی اور دو لڑکیاں سماۃ نیار زوجہ تفضل حسین میرانپور و سماۃ بینڈا زوجہ شمشیر علی سنگورہ پیدا ہوئیں

**ضرغام علیؒ** کے دو لڑکیاں زوجہ میر نجبتن و زوجہ میر فدا حسین مرچپیا متولد ہوئیں۔

**سید ذوالفقار علیؒ** کے صرف ایک لڑکی تھی جو سید ابراہیم علی سرائے سالم کو منسوب ہوئی۔

**سید تیغ علی پسر دویمی سید بزرگ علی** کے ایک لڑکا سید سیف علی اور تین لڑکیاں مسماۃ اگھاون۔ مسماۃ کرامت و مسماۃ نیا پیدا ہوئیں۔ سید سیف علی کے شعبان علیؒ و بدلو پیدا ہوئے۔

## سید کریمؒ پسر سیومی سید باز

سید کریم کے بیٹے سید امان اللہ۔ ان کے بیٹے سید فتح محمد اُن کے بیٹے سید رحیم ثانی اُون کے صرف تین لڑکیاں تھیں۔ مسماۃ عاقبت۔ مسماۃ خیرن و مسماۃ روحہ۔ جو علی الترتیب سید منعم علی میرانپور و شیخ جیش علی بجنور و سید خدا بخش میرانپور کو منعقد ہوئیں۔ مسماۃ روحہ لاولد فوت ہوئیں۔ حصہ سید کریم کا مسماۃ عاقبت کو ملا جو خاندان میں منسوب تھی

## سید حبیبؒ ابنِ سید سلطان

سید حبیب اُن کے بیٹے سید لطف احمد۔ اُن کے بیٹے سید

ہدایت اللہ ان کو مہابت اللہ بھی کہتے ہیں۔ سید ہدایت اللہ کے دو بیٹے ہوئے سید یار محمد جو لاولد فوت ہوئے اور سید عاشق محمدؒ۔ سید عاشق محمد کے دو بیٹے سید مکارم علیؒ و سید محمد حیاتؒ۔ سید مکارم علی کے محض ایک لڑکی تھی جو سید ہادی کھرکا پول کو منعقد ہوئی۔ سید محمد حیاتؒ کے دو بیٹے ہوئے۔ سید کرمؒ صلاح و سید غلامؒ صلاح سید کرمؒ صلاح زمانہ شاہی میں رسالدار تھے۔ ان کے ایک لڑکا مسمی سید غلام نبی اور دو لڑکیاں مسماۃ خیرنؒ و بخشنؒ جو علی الترتیب سید حسن بخش کھرکا و سید دلدار علی سنگورہ سید خان کو بیاہی گئیں۔ سید غلام نبی کے محض ایک لڑکی تھی جس کا نام مسماۃ گھورن تھا جو سید کاظم حسین سنگورہ کو منعقد ہوئی۔ چونکہ سید غلام نبی کے کوئی اولاد نرینہ خاندان میں موجود نہ تھی اس لئے اپنی لڑکی مسماۃ گھورن کو اپنا جانشین کیا اور ان کی اولاد قابض ریاست ہے۔ مسماۃ گھورن کے چار لڑکے مسمیان سید اظہار حسینؒ جو علم عملیات میں بہت کامل تھے و سید محمد عسکریؒ و سید اطہر حسینؒ و سید محمد عظیمؒ اور چار لڑکیاں مسماۃ سراجاً و مسماۃ لحاظاً و مسماۃ کہتیاً و مسماۃ تین بیدا ہوئیں۔ جو علی الترتیب سید واجد علی نگرامی و سید زوار حسین سنگورہ و سید ظہور حسین میرانپور و سید حافظ حسین قادرپور کو منعقد ہوئیں۔

**سید غلام صلاحؒ** پسر دویمی سید محمد حیات کے صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام فضل امام تھا۔ اُن سے مسماۃ لنیرت وجود میں آئی جو محمد ضمیر زیدپوری کو منعقد ہوئی اور لاولد انتقال کیا۔

## سید عالمؒ ابنِ سید سلطان

سید عالم کے دو بیٹے سید حسینؒ و سید میر۔ سید حسین کے سید مراد۔ ان کے بیٹے سید مبارک۔ اُن کے بیٹے سید جہاؤ۔ اُن کے بیٹے جواد علی

ان کے بیٹے غلام علی۔ اُن کے محض ایک لڑکی تھی جس کا نام حسن باندی تھا۔ جو سید فضل حسین جبر گانوان کو منعقد ہوئی۔

سید منیر بسبر دوئمی سید عالم کے دو بیٹے سید محمد صالح و سید بدرالاسلام۔ سید محمد صالح کے سید مبارک ان کے بیٹے سید بدھو پیدا ہوئے جو لاولد فوت ہوئے۔

سید بدرالاسلام بسبر دوئمی سید میر کے سید تراب پیدا ہوئے ان کے دو بیٹے سید خدابخش و سید شیر علی۔ سید خدابخش لاولد فوت ہوئے اور شیر علی کے تین لڑکیاں مسماۃ واصلہ۔ مسماۃ میکن و مسماۃ سکینہ پیدا ہوئیں جو علی الترتیب سید جواد علی میرانپور و سید مظفر علی جبر گانواں کو منعقد ہوئیں اور مسماہ سکینہ بھان سنو کو بیاہی گئیں۔ سید شیر علی کی نسبت مسماۃ زینب دختر سید نادر محمد کے ساتھ ہوئی تھی۔ حصہ شیر علی کا سید جواد علی کو ملا اور لڑکیوں نے حصہ نہیں پایا۔

## سید عثمان ابن سید سلطان

سید عثمان اُن کے بیٹے سید جعفران کے بیٹے سید عبدالرحیم پیدا ہوئے۔ سید عبدالرحیم مذکور کی نسبت دختر سید عبدالرسول خاندان سادات محمد پور کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن سے ایک لڑکا مسمی سید صدر جہاں اور ایک لڑکی متولد ہوئی جو سید ناصر ابن سید منصور علی میرانپوری کو بیاہی گئی۔ سید صدر جہاں لاولد شہید ہوئے۔

## واقعہ قتل سیّد صدر جہاں

کہتے ہیں کہ سید صدر جہاں صغر سنی سے اپنے ماموں کی لڑکی سے منسوب تھے اور نسبت کی قرار داد پختہ ہوگئی تھی لیکن چونکہ اس لڑکی کی ایک آنکھ کسی وجہ سے ضایع ہوگئی تھی اس لئے جب سید موصوف سن شعور کو پہونچے تو شادی کرنے سے انکار کر دیا اور موضع سندروہ میں قوم مڑر کیا میں اپنی شادی ٹھہرالی۔ یہ قوم نومسلم راجپوت ہے۔ اس زمانہ میں ایک شخص مڑرکیا قوم سے جکلہ دار ہوکر آیا تھا اسی کی لڑکی کے ساتھ شادی ٹھہری تھی۔ سید کالو و سید نظام زمینداران محمد پور نے جو سید مقتول کے حقیقی ماموں تھے پیام بھیجا کہ چونکہ ان کی نسبت یہاں ٹھہری ہے اس لئے یہ عقد ہوجانا چاہیئے اس کے بعد اختیار ہے جہاں چاہیں شادی کرلیں۔ سید صدر جہاں اور ان کی ماں نے اس پر کچھ اعتنا نہیں کی ناچار سید نظام جوڑہ بنہانے کے بہانہ سے آئے اور بعد جوڑہ بنہانے کے پھر فہمائش کی لیکن ان لوگوں نے منظور نہیں کیا پس سیدان موصوف کو کچھ ایسی حیا دامنگیر ہوئی کہ سید صدر جہاں کو ایک دم کی مہلت نہ دی اور اپنے ہمشیر زادے کو قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۰۹۰ھ ہجری کا ہے۔

## میرانپور میں خاندان سادات داعی پور

واضح ہو کہ سماۃ ننہی بی بی دختر سید جعفر مصطفےٰ آبادی سید راحت علی خاں داعی پور کو منسوب ہوئی تھیں۔ سید قایم ان کے بھائی نے حصہ جدی اپنا واقع موضع میرانپور سماۃ ننہی بی بی کو عطا کر دیا تھا۔ جس کا ذکر سید جعفر کے بیان میں آچکا ہے۔ اس سبب سے سماۃ مذکور حصہ مذکور الصدر پر قابض ہوئیں۔ سماۃ مذکور کے دو بیٹے پیدا ہوئے سید بشارت علیؒ و سید رفعت علیؒ۔ سید بشارت علی کے تین بیٹیاں تھیں

جو سید علی نقی خاں و سید مہدی حسین خاں سانڈوی کو منعقد ہوئیں اور تیسری مسماۃ دامر تھیں جو خاندان میں سید ریاست علی کو منعقد ہوئیں۔ سید رفعت علی کے سید ریاست علی پیدا ہوئے اُن سے سید غلام حضرت وجود میں آئے۔

## سید غلام حضرت

اول عقد سید موصوف کا مسماۃ سراجاً دختر سید جلال الدین میرانوری کے ساتھ ہوا تھا جب اس معظمہ نے لاولد انتقال کیا تو دوسری نسبت مسماۃ اگہا المتوفی سنہ ۱۳۰۹ھ دختر سید امام علی مصطفےٰ آبادی کے ساتھ ہوئی مگر اُس معظمہ سے بھی کوئی اولاد وجود میں نہیں آئی۔ چونکہ سادات مونکپور نے بابتہ مطالبہ لگایا مالگذاری سرکار سید موصوف کی ضمانت کی تھی مگر سید موصوف سے وہ مطالبہ ادا نہ ہوسکا تھا اس لئے سید موصوف نے اپنا کل حصہ زرِ مذکور کے معاوضہ میں دیگر سادات مونکپور کا قبضہ کرا دیا۔ اس وقت سے حصہ مذکور بدستور سادات مونکپور کے قبضہ میں ہے۔ چونکہ سید موصوف کوئی اولاد نرینہ نہ رکھتے تھے اس لئے لاولد دنیا سے انتقال کیا۔ تاریخ انتقال روز دوشنبہ ۲۳ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۷ھ ہے۔

# باب سیزدہم

- فصل اوّل : سادات اسندرہ
- فصل دوم : برادر زادگان سیّد علیم الدّین محمد ثانی

## فصل اوّل

# ذکر خاندان سادات اسندرہ

# اسندرہ میں خاندان میرانپورہ

یہ موضع زمینداری برادرزادگان سید علیم الدین محمد ثانی سے تعلق رکھتا تھا۔ جس کو سید احمد بن سید کمال الدین محمد ثانی نے حصہ میں حاصل کیا تھا سید احمد کے بعد سید غلام فرید مالک ریاست ہوئے۔ اِن کے دو بیٹے تھے۔ سید حمید الدینؒ و سید ہیبتؒ۔ سید حمید الدینؒ کے دو لڑکے ہوئے سید بڑوؒ و سید سرؒدر سید سردر مورث سادات مرچیا ہوئے۔ جن کا ذکر خاندان مرچیا کے ساتھ ہوگا سید بڑو کے دو لڑکے ہوئے۔ سید حسنؒ و سید میرؒ۔ سید میر کے صرف ایک لڑکی تھی جو سید پیر محمد مرچیا کو بیاہی گئی۔

# سیّد حسن ابن سیّد بڑو

سید حسن و سید بڑو میں کچھ نزاع واقع ہوگئی۔ جس کی سبب سے سید بڑو سکونت موضع اسندرہ کی ترک کر کے ترّی گاؤں چلے گئے اور وہیں شب و روز عبادت باری تعالیٰ میں مصروف ہوئے۔ یہانتک کہ وہیں انتقال کیا اور مدفون ہوئے۔ سید بڑو درویش کامل اور مجذوب تھے۔

# شاہنشاہ اکبر بادشاہِ دہلی کی سید حسن سے ملاقات

جلال الدین محمد اکبر شہنشاہ دہلی کو یہ خبر پہونچائی گئی کہ موضع اسندرہ میں جو صوبہ اودھ سے تعلق رکھتا ہے وہاں سید حسن نامے ایک درویش کامل ہیں۔ اس وقت تک شہنشاہ اکبر کے کوئی اولاد وجود میں نہیں آئی تھی۔ اس لئے شہنشاہ اکبر کو سید حسن موصوف سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا کہ شاید اُس برگزیدہ باری تعالیٰ کی دُعا سے خداوند کریم کوئی اولاد عطا فرماتے جو وارث تخت و تاج ہو۔ چنانچہ شہنشاہ اکبر اُسی اشتیاق میں صعوباتِ سفر برداشت کرتا ہوا اسندرہ پہونچا دیکھا کہ سید موصوف ایک گلخن آتش میں پیر ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں اور آگ نہایت تیزی سے روشن ہے اور سید موصوف کو کسی قسم کا صدمہ یا ضرر نہیں پہونچتا ہے۔ شہنشاہ اکبر تھوڑی دیر خاموش یہ حالت دیکھتا رہا اُس کے بعد اپنا عرض حال کیا۔ سید موصوف دعا تے حصولِ مُراد دیکر خاموش ہو گئے۔ شہنشاہ اکبر نے لو لاکھ کی معافی دینا چاہی جس کو سید موصوف نے منظور نہیں کیا۔ شہنشاہ نے یہ خیال کر کے کہ شاید کمی کے لحاظ سے سید موصوف نے انکار کیا ہے۔ بارہ لاکھ کہے۔ سید موصوف نے جواب دیا کہ مجھ فقیر کو معافی کی ضرورت نہیں ہے۔ جب شہنشاہ اکبر نے بہت اصرار کیا فرمایا کہ اچھا میری نماز کی جگہ مجھکو معاف کر دیجئے۔ چنانچہ شہنشاہ اکبر نے ایک مسجد اپنے ہاتھ سے سید موصوف کے لئے تعمیر کی جو اس وقت تک ایک چبوترہ کی صورت میں بالین قبر سید حسن مرحوم موجود ہے۔ سید موصوف بھی مثل اپنے باپ کے درویش کامل تھے۔

اور شب و روز عبادت باری تعالیٰ میں مصروف رہتے تھے۔ واضح ہو کہ سید موصوف کے بجز ایک دختر کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ جو سید ابوبکر عرف سید بے

میرانپور کو منسوب تھی ۔جس سے پانچ اولادیں پیدا ہوئیں ۔ سید موصوف نے سید قاسم جو سب سے چھوٹا نواسہ تھا اس کو اپنا متبنیٰ و جانشین کیا اور رسم دستار بندی ادا کی ۔

## سید قاسم نواسہ سید حسن

جب سید قاسم سید حسن کے متبنّیٰ و جانشین قرار پائے سکونت میرانپور کی ترک کر کے اسندرہ چلے آئے اور یہیں سکونت اختیار کی ۔ اپنے جدّی علاقہ میں حصہ نہیں لیا اور نہ سید موصوف کے بھائیوں نے اپنی نانہالی جائداد میں حصہ طلب کیا ۔سید قاسم کے بیٹے سید سعد اللہ یعضوں نے انکو اللہ داد بھی لکھا ہے ۔ان سے سید لونز محمد ان سے سید گھسیٹے پیدا ہوئے سید گھسیٹے کے دو لڑکے تھے ۔سید قلندر علی و سید غلام مرتضیٰ ۔سید قلندر علی مصطفےٰ آباد میں منسوب تھے اور لاولد فوت ہوئے ۔سید غلام مرتضیٰ مسماۃ ہما دختر سید صدر جہاں گڑھی کھدلاؤں سے منسوب تھے جس منظمہ کے بطن سے تین لڑکے وجود میں آئے ۔اوّل سید روشن علی دوم سید یوسف علی ۔سیوم سید اشرف علی ۔روشن علی ویوسف علی لاولد فوت ہوئے ۔سید اشرف علی کا عقد مسماۃ رافعہ دختر غلام محمد رسولپوری کے ساتھ ہوا تھا جس سے دس اولادیں وجود میں آئیں ۔ہر اولاد کا ذکر جدا جدا کیا جاتا ہے ۔

## فصل اول ذکر سید غلام نبی ابن سید اشرف علی

بعد اپنے باپ سید اشرف علی کے مالک ریاست ہوئے ایک مرتبہ اپنے زمانہ میں سادات میرانپور سے حصہ جدّی طلب کیا تھا انکو گونہ

جواب دیا کہ اگر اسندرہ میں ہماری مادری جائداد میں ہمکو حصہ دیا جائے تو ہم بخوشی میرانپور میں حصہ دینے کو تیار ہیں۔ آخر سید غلام نبی خاموش ہو رہے۔ نسبت سید موصوف کی مسماۃ الفت دختر سید عبدالغفار مرجیا کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن سے اٹھارہ لڑکے پیدا ہوئے۔ مگر سوائے سید چھنگا کے جو پندرہ سال کی عمر کو پہونچے اور سب صغر سنی میں انتقال کر گئے۔ اس لئے سید موصوف نے لاولد انتقال کیا۔ پورہ چھنگا سید موصوف کا آباد کیا ہوا ہے۔

## فصل دوم ذکر سید نیاز محمد ابن سید اشرف علی

بعد وفات سید غلام نبی اپنے بھائی کے مالک ریاست ہوئے نسبت سید موصوف کی مسماۃ خدادی دختر میر خادم علی سنگورہ سید خان کے ساتھ ہوئی تھی۔ مرض جنون میں مبتلا ہو کر لاولد دنیا سے رحلت کی۔

## فصل سیوم ذکر سید غلام سرور ابن سید اشرف علی

پہلی نسبت سید غلام سرور کی مسماۃ دولاری دختر سید غریب علی سنگورہ سید خان کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے سید سکندر علی پیدا ہوئے۔ اُن کی پیدائش کے پندرہ روز نہ گذرے تھے کہ ان کی ماں نے رحلت کی۔ دوسرا عقد سید موصوف نے مسماۃ مصری دختر شیخ تہور علی کنگنی کے ساتھ کیا۔ جس سے دو لڑکے سید تفضل حسین و سید کرم حسین اور تین لڑکیاں مسماۃ امیرن و مسماۃ وزیرن و مسماۃ معصوماً پیدا ہوئیں۔ سید غلام سرور کی اولادوں کا ذکر چھ شعبوں میں تحریر کیا جاتا ہے۔

### شعبہ اول ذکر سید سکندر علی

سید سکندر علی کی نسبت مسماۃ عطابخشی دختر سید انور علی اسندرہ
کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس سے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اول سید اولاد حسین
جن کا عقد مسماۃ کلثوم دختر سید علی بخش سنگورہ سید خان کے ساتھ ہوا تھا جس
سے سید امجاد حسین و مسماۃ حسن باندی پیدا ہوئیں۔ سید امجاد حسین کا عقد مسماۃ
فغورا دختر سید اسد علی اسندرہ کے ساتھ ہوا تھا اور مسماۃ حسن باندی
میر ضامن حسین اسندرہ کو منعقد ہوئیں۔

دوسرے سید سجاد حسین۔ بسماۃ لطفا دختر میر ولایت علی
سنگورہ طیب سے منسوب ہوتے لیکن وہ مرحومہ بعد ایک سال کے رحلت کر
گئی۔ تب دوسرا عقد سید موصوف نے مسماۃ وسیم النساء دختر میر صادق علی اسندرہ
کے ساتھ کیا۔ جس سے سید ولایت حسین و مسماۃ امام باندی وجود میں آئیں۔
جو سید غالب حسین اسندرہ کو منسوب ہوئیں۔

تیسرے سید صاحب حسین۔ یہ بغرض زیارت عتبات عالیات
کربلائے معلیٰ چلے گئے تھے وقت واپسی کے کابل کے قریب پہنچے تھے کہ
لاولد انتقال کر گئے۔

چوتھے سید مصاحب حسین و سید امیر حیدر لاولد فوت ہوئے
چھٹے و ساتویں سید علی یوسف و مسماۃ بنی باندی زمانہ طفلی میں فوت ہوئے۔
آٹھویں مسماۃ کلثوم میر سلامت علی سنگورہ سید خان کو بیاہی گئیں۔ نویں مسماۃ
خاتون باندی جو میر مہدی حسین ٹکریا جاند کو منسوب ہوئیں۔

## شعبہ دوم ذکر سید تفضل حسین

اول نسبت سید موصوف کی مسماۃ اسودا دختر مہتاب علی اسندرہ

کے ساتھ ہوئی تھی بعد انتقال اُس مرحومہ کے دوسرا عقد مسماۃ زینب دختر قاضی
مسند علی کسنئی کے ساتھ کیا مگر کوئی اولاد وجود میں نہیں آئی اور لاولد انتقال کیا۔

## شعبہ سیوم ذکر سید کرم حسین

پہلا عقد سید موصوف کا مسماۃ غنیمت دختر سید محبت علی اسندرہ کے ساتھ ہوا تھا مگر جب اُس مرحومہ نے لاولد انتقال کیا تو دوسرا عقد مسماۃ نعیماً دختر سید علی احمد مرجہا کے ساتھ کیا۔ جس وقت وہ مرحومہ بھی لاولد فوت ہوئی عقد ثالث مسماۃ صغرا دختر سید دامر علی سرائے سالم کے ساتھ کیا جس سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں وجود میں آئیں۔ اول سید امانت حسین جو مسماۃ اکبری بیگم دختر سید رضا حسین سلطانپوری حال وارد موضع کھائیں لوپ کے ساتھ منسوب تھے۔ دوم سید ارشاد حسین۔ سیوم سید اظہار حسین۔ چہارم مسماۃ حبیب النساء جو میر ناظم علی سرائے سالم کو منعقد ہوئیں۔ پنجم مسماۃ بتن جو سید بخشش احمد اسندرہ کو منسوب ہوئیں۔ ششم مسماۃ وحیدالنساء۔ سید کرم حسین آخر عمر میں اپنے بیٹے سید امانت حسین کی ملاقات کو بڑودہ گئے تھے لیکن منزل مقصود تک نہیں پہنچے اور اب تک مفقود الخبر ہیں۔

## شعبہ چہارم۔ پنجم و ششم

مسماۃ امیرن علی بخش سنگورہ سید خان کو منعقد ہوئیں اور صاحب اولاد ہیں۔ اور مسماۃ وزیرن میر زاہد علی اسندہ کو منعقد ہوئیں۔ لیکن لاولد فوت ہوئیں۔ مسماۃ معصوما میر فضل حسین اسندرہ کو منسوب ہوئیں یہ بھی صاحب اولاد ہیں۔

# فصل چہارم ذکر سید انور علی ابن اشرف علی

سید انور علی بڑے قوی ہیکل و جوانمرد آدمی تھے۔ بسبب قوی الجثہ ہونے کے پلنگ پر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ سید موصوف کے لئے ہمیشہ تختوں کا فرش رہتا تھا۔ ایک بہت بڑی جنگ گوردت سنگھ سورجپور سے پیش آئی۔ جس کا مفصل ذکر سید امام بخش قادرپور کے بیان میں ہو چکا ہے میر سکندر علی وغیرہ اس جنگ میں سخت زخمی ہوتے تھے۔ بعد وفات اپنے بھائی غلام سرور کے مالک ریاست ہوئے۔ نسبت سید انور علی کی مسماۃ برکت دختر ہمت علی رسول پوری کے ساتھ ہوئی تھی جس سے ایک لڑکا مسمی سید حسام الدین اور چار لڑکیاں مسماۃ علا بخشی۔ مسماۃ فاطمہ۔ مسماۃ ظہور النساء و مسماۃ بتاسا وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید سکندر علی و سید صادق علی و سید رحیم و سید فضل کریم اسندرہ کو منعقد ہوئیں۔

سید حسام الدین کا عقد مسماۃ بتول دختر سید تیغ علی اسندرہ کے ساتھ ہوا تھا جس سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں۔

**اوّل میر قاسم علی** جو مسماۃ صبیحا دختر میر رمضان علی سیر باری سے منسوب تھے جس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ سید واجد حسین و سید ممتاز حسین۔ سید واجد حسین مسماۃ ولی النساء دختر میر نظام علی اسندرہ سے منسوب تھے۔ جس مرحومہ سے سید اعظم علی اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جو سب صغر سنی میں انتقال کر گئیں۔ بعد انتقال زوجہ اولیٰ کے دوسرا عقد مسماۃ ام البنین دختر سید ضامن حسین اسندرہ کے ساتھ کیا جس سے سید مرتضیٰ پیدا ہوئے۔

**دوم سید غلام عباس** ابن سید حسام الدین جو مسماۃ لفیا دختر سید

فضل حسین اسندرہ سے منسوب تھے لیکن کوئی اولاد وجود میں نہیں آئی، اور لاولد انتقال کیا

**سیوم سید ضامن حسینؒ** ابن سید حسام الدین جو سماۃ حسین باندی دختر سید اولاد حسین اسندرہ سے منسوب ہوئے دو لڑکے اور چار لڑکیاں وجود میں آئیں اوّل سماۃ ام البنین جو سید واجد حسین اسندرہ کو منسوب ہوئیں دوسری سماۃ کنیز زہرا تیسری سماۃ بشیر النسار چوتھی سماۃ شریف النسار۔ سید خیرات حسین و سید تصدق حسین۔

**چہارم سماۃ حسن دی و سماۃ موتمنہ** دختران سید حسام الدین جو علی الترتیب میر امیر علی اسندرہ و میر فدا حسین سیر باری کو منعقد ہوئیں۔

## فصل پنجم ذکر سید غلام رسول ابن اشرف علی

پہلا عقد سید غلام رسول کا سماۃ مینڈا دختر امیر علی رسولپوری کے ساتھ ہوا تھا۔ جس سے سید صادق علی پیدا ہوئے بعد انتقال زوجہ اولیٰ کے دوسرا عقد سید موصوف نے سماۃ مصری دختر جواد علی رسولپوری کے ساتھ کیا۔ جس سے تین لڑکے سید اسد علیؒ۔ سید امیر علی و سید صفدر حسین پیدا ہوئے ہر ایک اولاد کی تفصیل چار ثمروں میں تحریر کی جاتی ہے۔

**ثمرہ اوّل سید صادق علی** کی نسبت سماۃ فاطمہ دختر انور علی اسندرہ کے ساتھ ہوئی تھی جن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں

**اوّل سید علی اکبر** جو لاولد اکبر تھے۔ سماۃ امام دی دختر علی بخش سنگورہ سید خان سے منسوب ہوئے۔ جس سے تین لڑکیاں وجود میں آئیں۔ سماۃ مصطفائی و سماۃ مرتضائی جو میر زوار حسین و امداد حسین موکھری سے منسوب ہوئیں اور تیسری سماۃ حبیب النسار سید ولایت حسین اسندرہ کو منعقد ہوئیں۔

**دوم سید اصغر** جو سماۃ کھین دختر سید علی میرانپوری سے منسوب ہوئے۔ جس سے دو لڑکیاں مسماۃ کنیز فضہ و مسماۃ سائرہ پیدا ہوئیں جو علی الترتیب سید منتظم حسین اسندرہ و سید مظہر حسین سیر باری کو منسوب ہوئیں۔

**سیوم سید نذر حسین** جو سماۃ رقیہ دختر میر علی حامد مرچیا سے منسوب ہوئے۔ لاولد انتقال کیا۔

**چہارم و پنجم مسماۃ حسین دی و مسماۃ وسیم النساء** جو علی الترتیب میر علی رحیم۔ سید شجاد حسین اسندرہ کو منسوب ہوئیں۔

**ثمرہ دوم سید اسد علی بن سید غلام رسول** سماۃ ملیما دختر سید علی مرچیا سے منسوب ہوتے دو لڑکے اور تین لڑکیاں وجود میں آئیں۔

**اول سید منتظم حسین** جو سماۃ کنیز فضہ دختر سید علی اصغر اسندرہ سے منسوب ہوئے۔ دو لڑکیاں وجود میں آئیں مسماۃ کنیز سیدہ و مسماۃ کنیز مرتضیٰ۔

**دوم سید محمد محسن و سیوم و چہارم و پنجم مسماۃ حلیم النساء و مسماۃ خدیجہ و مسماۃ غفورا** جو علی الترتیب سید علی ساجد مرچیا و سید احسان حسین و سید امجاد حسین اسندرہ کو منسوب ہوئیں۔

**ثمرہ سیوم سید امیر علی بن سید غلام رسول** سماۃ مسلماً دختر سید مہابت علی اسندرہ سے منسوب ہوئے جب وہ مرحومہ لاولد فوت ہوئی تو دوسرا عقد سید موصوف نے مسماۃ حسن دی دختر سید حسام الدین اسندرہ کے ساتھ کیا جس سے سید تجلی حسین پیدا ہوتے۔ جو تاحال بقید حیات موجود ہیں۔ بڑے عالی حوصلہ شخص ہیں ایک مرتبہ حج بیت اللہ و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ دو بار زیارت عتبات عالیات کربلائے معلیٰ و

مجن اشرف سے مشرف ہوتے ۔ امور عزاداری میں خاص دلچسپی رکھتے تھے ۔ محرم میں چھ وسات تاریخ کو لنگر کرتے ہیں اور بہت بڑے مصارف برداشت کرتے ہیں ۔ ایک امام باڑہ بھی تعمیر کیا ہے ۔ نسبت سید موصوف کی مسماۃ علی بانو دختر میر فدا حسین سیر باری سے ہوئی ۔

## ثمرہ چہارم سید صفدر حسین بن سید غلام رسول

جو مسماۃ محسنہ دختر میر علی حامد مرچیا سے منسوب ہوئے ۔ جن سے دو لڑکے غالب حسینؒ اور علی احمد پیدا ہوئے ۔ سید غالب حسینؒ کا عقد مسماۃ امام باندی دختر سجاد حسین اسندرہ کے ساتھ ہوا تھا ۔ سید علی احمد نے لاولد انتقال کیا ۔

## فصل ششم ذکر سید تیغ علی ابن سید اشرف علی

سید تیغ علی کا عقد مسماۃ بھاگن دختر شیخ ضیار الحق امیٹھی کے کے ساتھ ہوا تھا ۔ جن سے چار لڑکے مسمیان سید فضل حسینؒ و سید حیدر حسینؒ و سید فدا حسینؒ و سید نظام علیؒ اور دو دختر مسماۃ بتول و مسماۃ امام دی پیدا ہوئیں ۔

**ثمرہ اوّل سید فضل حسین** جو مسماۃ معصوماؒ دختر سید غلام بر در اسندرہ سے منسوب ہوئے ۔ چار لڑکے اور ایک لڑکی وجود میں آئی ۔

**اوّل سید حسن بخش** جو مسماۃ ستارہؒ دختر شیخ طالب علی امیٹھی کے ساتھ منسوب ہوئے تھے ۔ جن سے چار لڑکے مسمیان سید مبارک حسینؒ و سید نواز خی احمدؒ جو مسماۃ کلو دختر میر تیغ علی سنگورہ سید خان سے منسوب ہوئے تھے جن سے سید نثار حسین پیدا ہوئے و سید بخشش احمد جو دختر سید کرم حسین اسندرہ سے منسوب ہوئے و سید نثار احمد ۔ جس وقت سید حسن بخش کی زوجہ اولیٰ کا انتقال ہو گیا سید موصوف نے دوسرا عقد مسماۃ محبوباؒ دختر میر فرخند علی سدہوری کے ساتھ کیا جن سے

چار لڑکے سید بنیاد حسین ۔ سید مرتضیٰ حسین ۔ سید محمد یوسف و سید محمد تقی وجود میں آئے

دوم سید علی رحم[۲] جو مسماۃ حسن دی دختر میر سعادت علی اسندرہ سے منسوب ہوئے ۔

سیوم باقر حسین[۳] جو ملازمت کی غرض سے ریاست اودے پور گئے تھے اور اب تک مفقود الخبر ہیں ۔

چہارم راحت حسین[۴] جو لاولد فوت ہوئے ۔

پنجم مسماۃ نعیماً[۵] جو میر غلام عباس اسندرہ کو منسوب ہوئی ۔

## ثمرہ دوم سید حیدر حسین ابن سید تیغ علی

جنکا عقد مسماۃ احمدی دختر سید نواز علی سیر بلوی کے ساتھ ہوا تھا ۔ جس سے ایک لڑکا سید ریاست حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ سراجاً و قمراً وجود میں آئیں ۔ پہلا عقد سید ریاست حسین کا دختر حاجی عطا حسین زیدپوری کے ساتھ ہوا تھا ۔ مگر کسی نزاع کی وجہ سے اس کو چھوڑ کر دوسرا عقد مسماۃ کنیز بانو دختر سید مہدی حسین اسندرہ کے ساتھ کیا ۔ مسماۃ سراجاً و مسماۃ قمراً کا عقد علی الترتیب میر وزیر علی و میر قادر علی ابراہیم آبادی کے ساتھ ہوا ۔

## ثمرہ سیوم سید فدا حسین ابن سید تیغ علی

جو مسماۃ باندی دختر انور علی بھائیں پور کے ساتھ منسوب ہوئے ۔ جن سے ایک لڑکا سید ذاکر حسین پیدا ہوا ۔ جو مسماۃ نعیماً دختر شیخ فیض علی فتحپوری جو متصل اسیٹھی کے ہے منسوب ہوئے ۔ جس سے مکرم حسین پیدا ہوئے ۔ جو دختر شیخ امیر علی فتحپوری سے منسوب ہوئے ۔

## ثمرہ چہارم سید نظام علی

جو سید النساء دختر وزیر علی بھائیں پور سے منسوب ہوئے ۔ جن سے ایک لڑکی مسماۃ نجم النساء وجود میں آئی

جو سید واجد حسین اسندرہ کو منسوب ہوئی۔

**ثمرہ پنجم و ششم** مسماۃ بتول و مسماۃ امام دی جو علی الترتیب میر حسام الدین، اسندرہ و میر سعادت علی قصبہ کو منسوب ہوئیں

## فصل ہفتم ذکر سید حسن علی ابن سید اشرف علی

سید حسن علی مسماۃ باندی دختر نواز علی بھنپارہ سے منسوب ہوئے۔ جس سے چار لڑکے مسمیان سید زاہد علی۔ سید ناظم حسین، سید کاظم حسین اور سید سجاد حسین پیدا ہوئے۔ تفصیل چاروں اولادوں کی چار ثمروں میں درج کی جاتی ہے۔

**ثمرہ اول ذکر سید زاہد علی** جو مسماۃ وزیرن دختر سید غلام سرور، اسندرہ سے منسوب ہوئے۔ جس وقت اس منکوحہ نے لاولد انتقال کیا دوسرا عقد سید موصوف نے مسماۃ سلمیٰ دختر دائم علی سرائے سالم کے ساتھ کیا جس سے سید اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ سید موصوف کے زمانہ میں عزاداری میں بڑی ترقی ہوئی۔

**ثمرہ دوم ذکر سید ناظم حسین** جن کا پہلا عقد مسماۃ نجم النساء دختر میر علی بخش سنگورہ سید خان کے ساتھ ہوا بعد انتقال زوجہ اولیٰ کے عقد ثانی مسماۃ مقبول النساء دختر شیخ مدار بخش سدھوری کے ساتھ کیا۔

**ثمرہ سیوم ذکر سید کاظم حسین** جو مسماۃ عظیماً دختر سید اکبر علی امیٹھی کے ساتھ منسوب ہوئے جن سے تین لڑکے مسمیان سید ظل حسین۔ سید عنایت حسین و سید احسان حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ

زیب النساء و حکیم النساء، وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید اکرام حسین اسندرہ و سید منتزل حسین سرائے سالم کو منسوب ہوئیں۔

اوّل **سید ظل حسین** جو سماۃ سید النساء، سے منسوب ہوئے جن سے میر سخاوت علی پیدا ہوئے۔

دوم **سید عنایت حسین** جو بغرض ملازمت ملک برہما گئے تھے۔ حال معلوم نہیں مذہب اہلسنت اختیار کیا تھا۔

سیوم **سید احسان حسین** مسماۃ خدیجہ دختر اسد علی اسندرہ سے منسوب ہوئے۔

**ثمرہ چہارم ذکر سید سجاد حسین** جو مسماۃ علی باندی دختر سید مہابت علی اسندرہ سے منسوب ہوئے دو لڑکے سید ریحان حسین و سید اکرام حسین اور تین لڑکیاں مسماۃ کبیر النساء، و صغیر النساء، و سید النساء، وجود میں آئیں جو علی الترتیب مسمیان سید امداد حسین و سید قربان حسین و ظل حسین اسندرہ کو منسوب ہوئیں۔ سید ریحان حسین مسماۃ علیما النساء، دختر سید فضل کریم اسندرہ سے منسوب ہوئے۔ جس سے مسماۃ زینب پیدا ہوئیں۔ سید اکرام حسین مسماۃ زیب النساء، دختر کاظم حسین اسندرہ سے منسوب ہوئے جن سے سید انعام حسین و سید بنیاد حسین و مسماۃ رزاق النساء، وجود میں آئیں۔

## فصل ہشتم ذکر سید مہابت علی ابن اشرف علی

سید مہابت علی مسماۃ استقامت دختر ہمت علی رسولپوری سے منعقد ہوئے۔ دو لڑکے سید فضل کریم و سید رحیم اور چار لڑکیاں مسماۃ تسلیم النساء، و علی باندی و مسماۃ غنیمت و مسماۃ اسود النساء وجود میں آئیں۔ جو

میں آئیں۔ جو علی الترتیب سید امیر علی و سید سجاد حسین و سید کرم حسین و تفضل حسین اسندرہ کو منسوب ہوئیں۔

**ثمرۂ اول سید فضل کریم** جو مسماۃ تباسا دختر انور علی اسندرہ سے منسوب ہوئے دو لڑکے اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں۔ اول سید قربان حسین جو مسماۃ صغیر النساء دختر سید سجاد حسین اسندرہ سے منسوب ہوئے دوسرے سید امداد حسین جو مسماۃ کبیر النساء دختر سید سجاد حسین مذکور سے منعقد ہوئے۔ جن سے سید امتیاز حسین اور دو دختران مسماۃ کنیز کبرا و مسماۃ کنیز صغرا وجود میں آئیں۔ تیسری مسماۃ علیم النساء جو سید ریحان حسین کے ساتھ منعقد ہوئیں۔ اور چوتھی مسماۃ ملیما جن کا میر مہدی حسین اسندرہ کے ساتھ عقد ہوا۔

**ثمرۂ دوم سید رحیم** مسماۃ ظہور النساء دختر انور علی اسندرہ سے منسوب ہوئے جن سے تین لڑکے وجود میں آئے۔ اول سید عابد حسین جنھوں نے لاولد انتقال کیا۔ دوسرے سید عبد الحسین جو مسماۃ فاطمہ دختر سلامت علی تکریا سید خان سے منسوب ہوئے جن سے سید شبیر حسین و سید مظہر حسین و مسماۃ صبیحا وجود میں آئیں۔

تیسرے سید مہدی حسین ابن سید رحیم جو مسماۃ ملیما دختر سید فضل کریم اسندرہ سے منسوب ہوئے۔ جن سے ایک لڑکا مسمّی سید ارشاد حسین اور ایک لڑکی مسماۃ کنیز بانو وجود میں آئی۔ سید ارشاد حسین مسماۃ بشیر النساء دیوگاؤں سے منعقد ہوئے اور کنیز بانو کا عقد سید ریاست علی اسندرہ کے ساتھ ہوا۔

## فصل نہم و دہم ذکر دختران سید اشرف علی

مسماۃ صالحہ و مسماۃ لاکھا علی الترتیب سید غضنفر علی سنگورہ سید خاں و میر منظہر علی جبر گانواں کو منعقد ہوئیں اور صاحب اولاد ہیں۔

## فصل دوم

# ذکر برادر زادگان سید علیم الدین محمد ثانیؒ

**سید کمال الدین محمد ثانی** حقیقی بھائی سید علیم الدین محمد ثانی کے ہیں۔ تاریخ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آیا وقت تشریف آوری سید علیم الدین محمد ثانی قنوج ہی میں رہ گئے تھے یا اپنے بھائی کے ہمراہ آئے اس امر سے ضرور قیاس ہوتا ہے کہ سید موصوف بھی اسی معرکہ میں شہید ہو گئے کیونکہ جب وقت کل نساء و رجال قید ہو کر علی گئے ہیں اُس وقت سوائے چند بچوں کے کوئی جوان مرد اُن قیدیوں میں نہ تھا۔ اُس وقت سید سراج الدین محمد اور سید احمد بہت خورد سال تھے۔ اس لئے اس امر کا اندازہ کیا جاتا ہے کہ سید موصوف ضرور قلعہ میں موجود تھے۔ اور اپنے بھائی سید علیم الدین محمد ثانی کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ چنانچہ جب بعد رہائی سید ملوک و سید قبول میں علاقہ تقسیم ہوا تو بیس ہزار بیگہ آراضی سید سراج الدین محمد و سید احمد کو بھی حصہ میں ملی جس پر دونوں بھائی قابض و متصرف ہوئے۔ چنانچہ مواضعات اسندرہ۔ مرجا دلورہ و علاقہ کھرکا بہادر زادگان سید علیم الدین محمد ثانی کے قبضہ و تصرف میں آئے سید کمال الدین محمد ثانی کے دو بیٹے تھے۔ سید سراج الدین محمد و سید احمد۔ دونوں بھائیوں میں اس طور سے علاقہ کی تقسیم ہوئی کہ سید سراج الدین محمد کو علاقہ کھرکا د

دیورہ و سید احمد کو اسندرہ و مرچیا حصہ میں ملے۔ سراج الدین محمد نے موضع کھرکا میں سکونت اختیار کی اور اس پر قابض و متصرف ہوئے۔

سید احمد اسندرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ سید سراج الدین محمد مورثِ خاندان سادات کھرکا ہوئے۔ اس لیئے اُن کا ذکر سادات کھرکا کے بیان میں کیا جائے گا۔

## سید احمد پسر دویمی سید کمال الدین محمد ثانی

سید احمد کے سید غلام فرید پیدا ہوئے۔ اُن کے دو بیٹے سید حمیدؒ و سید ہیبتؒ۔ سید حمیدؒ کے سید سرورؒ و سید بڈنؒ۔ سید سرور مورثِ خاندان مرچیا ہوئے۔ ان کا ذکر خاندان سادات مرچیا کے بیان میں کیا جائے گا۔

سید بڈنؒ کے سید حسنؒ و سید میرؒ۔ سید حسن کے محض ایک لڑکی تھی جو سید ابوبکر زمیندار میرانپور کے ساتھ منعقد ہوئی۔ سید حسن کے حالات زندگی گذشتہ کسی باب میں بیان ہو چکے ہیں۔ سید میر کے بھی ایک ہی لڑکی مسماۃ بنیسار تھی۔ جو سید میر محمد مرچیا کو منسوب ہوئی۔

سید ہیبتؒ کے سید درگاہی۔ ان کے بیٹے سید ذاکر ان کے بیٹے سید دوست محمد۔ اُن کے بیٹے سید چھیدا۔ ان کے بیٹے سید قدرت علی پیدا ہوئے جو لاولد فوت ہوئے۔

سید حسن نے سید قاسم اپنے نواسہ کو اپنا متبنیٰ و جانشین کیا اور اُن کے ساتھ رسم دستار بندی ادا کی۔ اس طرح کل موضع اسندرہ سید قاسم اور اُن کی اولاد کے تصرف میں آیا۔



# باب چہاردہم ۱۴

• سادات سرائے میں

# ذکر خاندان سادات سرائے میر

## سیّد میر ابن سیّد ملوک

بعد تقسیم تعلقہ سید میر سرائے میر پر قابض و متصرف ہوئے۔ اور اپنے نام سے موضع آباد کر کے وہیں سکونت اختیار کی۔ نہایت متقی و پرہیزگار شخص تھے۔ سید میر کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام سید عمر تھا۔

## سیّد عمر

سید عمر کے بیٹے سید فتح علی خاں کو دربار شاہی سے "خان" کا خطاب عطا ہوا تھا۔ ان کے بیٹے سید میر ثانی کے چار بیٹے ہوئے۔ سیّد محمد، سید سالم، سید بھکاری و سید عبداللہ۔ سید سالم و سید بھکاری و سید عبداللہ لاولد فوت ہوئے سید محمد کے دو بیٹے ہوئے۔ سید ناہنوں و سید محب اللہ سید ناہنوں نے دہلی میں جا کر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی تھی۔ بادشاہ ان کو بہت گرامی رکھتا تھا۔ وہیں سید موصوف نے عقد بھی کر لیا تھا۔ بائیس سال کے بعد مع اہل و عیال کے دہلی سے وطن واپس آئے۔ سید محب اللہ ان کے بھائی نے جو اس وقت قابض علاقہ تھے اپنے اخویت سے انکار کر دیا اور ان کے قتل کی فکر کرنے لگے۔ ناچار سید ناہنوں مع اہل و عیال کے پھر دہلی واپس گئے

## سید محب اللہ

ان کو عرف عام میں ڈھوبے بھی کہتے تھے۔ ان سے تین بیٹے

وجود میں آئے ۔ سید غلام مصطفےٰ ۔ سید لساوڑن و سید جوڑا ۔ چونکہ سید موصوف کا عقب تین لڑکوں سے قائم ہوا اس لئے ہر ایک کا جدا جدا ذکر کیا جاتا ہے ۔

**عقب اول سید غلام مصطفےٰ** : ان کو عرف عام میں فقیر اللہ بھی کہتے ہیں ۔ شاہی فوج میں عہدہ دار تھے ۔ رحمت نگر میں کسی جنگ میں قتل ہو گئے بائیس روز کے بعد لاش سرائے میر لائی گئی اور یہیں دفن ہوئی ۔ سید موصوف کے دو لڑکے سید محمد پناہ و سید محسن علی اور ایک لڑکی مسماۃ دُلاری جو ناکتخدا فوت ہوئی وجود میں آئی ۔

سید محمد پناہ کے پانچ اولادیں تین لڑکے مسمیان سید حسن ذکی و محمد تقی و علی نقی اور دو لڑکیاں مسماۃ استقامت و مسماۃ سکینت وجود میں آئیں جو علی الترتیب میر شجاعت علی سنگورہ طیب و میر صفدر علی سرائے میر کو منسوب ہوئیں محمد تقی و علی نقی لاولد فوت ہوئے ۔

## سید حسن ذکی

سید موصوف کا پہلا عقد مسماۃ صاحب النساء دختر سید رحم علی کھرکا بھول کے ساتھ ہوا تھا جس مرحومہ کے بطن سے سید فضل امام اور مسماۃ حسن دی وجود میں آئیں ۔ جو سید نثار علی سرائے میر کو منعقد ہوئیں ۔ دوسرا عقد سید موصوف نے مسماۃ اصابت دختر سید رحم علی مذکور الصدر کی دختر ثانیہ کے ساتھ کیا جس سے میر اکرام حسین و مسماۃ خدا دی وجود میں آئے اور دونوں ناکتخدا فوت ہوئے ۔ بعد انتقال زوجہ ثانیہ تیسرا عقد سید موصوف نے دختر سید حیدر علی جوراس کے ساتھ کیا جس مرحومہ کے بطن سے سید انعام حسین پیدا ہوئے ۔ سید موصوف نہایت مآل اندیش و منتظم شخص تھے ۔ اپنی ریاست کی

خوب حفاظت کی اور آئندہ نسلوں کے لیے ایک دستور العمل تحریری چھوڑ گئے جس پر اس وقت تک ان کی اولاد عامل ہے۔ چونکہ سید موصوف کا عقب دو لڑکوں سے قائم ہوا اس لیے ہر ایک کا دو ثمروں میں جُدا جُدا ذکر کیا جاتا ہے۔

**ثمرہ اول سید فضل امام:** سید موصوف کا عقد مسماۃ سعید النساء دختر صابر علی کھر کا پھول کے ساتھ ہوا تھا۔ جس مرحومہ کے بطن سے مسمیان سید علی اکرمؒ و سید حسینؒ احمد المتوفی ۱۳۲۲ھ اور پانچ لڑکیاں مسماۃ صغرا و طیبہ و نعیمہ و حسینی و ذاکیہ وجود میں آئیں۔ جو علی الترتیب میر فتح علی بھٹیا و میر غنی حسین جر گانواں، میر نذر حسین مصطفےٰ آباد۔ میر علی پناہ سرائے میر و میر علی اصغر جوراس کو منعقد ہوئیں۔

سید علی اکرم کا عقد مسماۃ فاطمہ دختر سید خادم حسین جر گانواں کے ساتھ ہوا تھا۔ جس مرحومہ کے بطن سے دو لڑکے سید ناصر حسین و سید ناظر حسین اور دو لڑکیاں مسماۃ رقیہ و مبارکہ وجود میں آئیں۔ مسماۃ رقیہ سید حبیب حیدر قادر پور کو منسوب ہوئیں اور مبارکہ نا کتخدا فوت ہوئی۔

**سید ناصر حسینؒ** کا پہلا عقد مسماۃ غفور النساء دختر سید حاجی حسین تعلقدار قادر پور کے ساتھ ہوا تھا۔ جس منظمہ کے بطن سے مسماۃ نجم النساء و شمس النساء وجود میں آئیں۔ جو علی الترتیب سید اظہر حسین بھٹیا و سید مجید احمد قادر پور کو منسوب ہوئیں۔ دوسرا عقد سید موصوف نے مسماۃ خورشید النساء دختر علی صفدر سرائے میر کے ساتھ کیا جس مرحومہ کے بطن سے دو لڑکیاں مسماۃ صفیہ و مسماۃ زکیہ وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید محمد حسین موتنک پور و سید محمد تقی جر گانواں کو منسوب ہوئیں۔ تیسرا عقد سید موصوف نے دختر محمد علی مصطفےٰ آبادی کے ساتھ کیا۔ جس سے سید ابو الحسنین و مسماۃ اختر النساء وجود میں آئیں۔

**سید ناظر حسینؒ** پسر دوئمی سید علی اکرم کا عقد مسماۃ محدثہ دختر حسین احمد

سرائے میر کے ساتھ ہوا جس معظمہ سے دو لڑکے سید محمد احسنؒ و سید محمد محسنؒ وجود میں آئے

سید محمد احسن نہایت قابل و ہوشیار تھے۔ انگریزی میں بی اے پاس کیا تھا اور ضلع کچہری میں وکالت کرتے تھے۔ عین عالم شباب میں عارضۂ دق میں علیل ہو کر انتقال کیا۔ دو لڑکے سید عزیز الحسن و وحید الحسن موجود ہیں

**سید حسین پسر دویمی سید فضل امام:** سید موصوف کا عقد سماۃ آمنہ دختر سید انعام حسین سرائے میر کے ساتھ ہوا تھا جس معظمہ کے بطن سے دو لڑکے محمد امیر لاولد و محمد نذیر اور ایک لڑکی سماۃ مشرف وجود میں آئی جو سید حسن عسکری سرائے میر کو منسوب ہوئی۔ سید محمد نذیر کا عقد دختر غنی حسین جبرگانواں کے ساتھ ہوا تھا جس سے ایک لڑکا محمد کبیر موجود ہے۔

**ثمرہ دوم سید انعام حسین** عقد سید موصوف کا سماۃ باندی دختر سید حسین بخش قادر پور کے ساتھ ہوا تھا۔ جس معظمہ کے بطن دو لڑکے سید علی صفدر و سید علی پناہ اور ایک لڑکی سماۃ آمنہ وجود میں آئی۔ جو میر حسین احمد سرائے میر کو منسوب ہوئی۔ سید موصوف بمقابلہ بہادر سنگھ تعلقدار لاکھو نپور شہید ہو گئے۔ جس واقعہ کا ذکر مفصل سید اصغر علی موتکپور کے بیان میں ہو چکا ہے۔

**سید علی صفدر** کا عقد سماۃ سایرا دختر سید حاجی حسین تعلقدار قادر پور کے ساتھ ہوا تھا جس معظمہ کے بطن سے ایک لڑکا سید حسن عسکری اور تین لڑکیاں سماۃ خورشید النساء و سماۃ بانو و سماۃ مومنہ وجود میں آئیں۔ جو علی الترتیب سید ناصر حسین سرائے میر و تجمل حسین سمری و سید امیر حیدر تعلقدار بہوہ ضلع رائے بریلی کو منسوب ہوئیں۔

**سید علی پناہ[۲]** : سید موصوف کا عقد مسماۃ حسینی دختر سید فضل امام سرائے میر کے ساتھ ہوا تھا جس معظمہ کے بطن سے چار لڑکے مسمیان سید معصوم حسین[۱] و محمود حسین[۲] و حمزہ حسین[۳] و ابو محمد[۴] اور ایک لڑکی مسماۃ حیدری وجود میں آئی جو محمد حسین سمری کو منسوب ہوئی۔

## سید محسن علی پسر دویمی سید غلام مصطفےٰ[۱]

سید محسن علی کے سید مہدی پیدا ہوئے اُن کے ایک لڑکا سید اولاد علی اور تین لڑکیاں مسماۃ فلاحت و مسماۃ راحت و مسماۃ زینت وجود میں آئیں جو علی الترتیب سید قدرت علی سرائے میر و سید محمد رضا علی و حاجی قاسم علی میرانپوری کو منسوب ہوئیں۔ سید اولاد علی لاولد فوت ہوئے۔

## عقب دوم سید لبادن بن سید ارزان علی

سید لبادن کے دو لڑکے ہوئے۔ سید محمد فیاض[۱] و محمد نواز[۲]۔ سید محمد فیاض کے دو لڑکے سید دامر علی[۱] و سید منظہر علی[۲]۔ سید دامر علی کے سید غلام علی۔ ان کے دو اولادیں سید محمد مسیح المتوفی ۱۲۲۲ھ و مسماۃ نعیم النساء جو سید خادم علی سونکپوری کو منسوب ہوئیں وجود میں آئیں۔ سید محمد مسیح[۱] کے صرف ایک لڑکی تھی جس کا نام مسماۃ مصری تھا جو لاولد فوت ہوئی۔ سید منظہر علی[۲] کے دو لڑکے تھے۔ صفدر علی[۱] و قدرت علی۔ صفدر علی کے بخشش علی پیدا ہوئے

---

۱۔ محمد مسیح کا پہلا عقد دختر منظہر علی محمد پوری کے ساتھ ہوا تھا۔ جب ان مرحومہ نے لاولد انتقال کیا۔ دوسرا عقد دختر ولادر علی سرائے میر کے ساتھ کیا۔

جو لاولد فوت ہوئے ۔ قدرت علی کے بھی کوئی اولاد موجود نہیں ہے ۔ محمد نوازؒ لاولد فوت ہوئے

# عقب سیوم سید جوڑا ابن سید ارزان علی

سید موصوف کے سید فتح علی ان کے دو لڑکے مسمیان سید امام الدینؒ لاولد و سید دلاور علی اور ایک لڑکی مسماۃ نیسا وجود میں آئی جو سید واقف علی مرچیا کو منسوب ہوئی ۔

**سید دلاور علی** کے دو لڑکے سید محی الدینؒ مبارک و سید نثار علی اور ایک لڑکی وجود میں آئی جو سید محمد مسیح سرائے میر کو منسوب ہوئی ۔

**سید محی الدین مبارکؒ** کے محض تین لڑکیاں تھیں مسماۃ عزت و خیراتی و مسماۃ امتل ۔ مسماۃ امتل ناکتخدا فوت ہوئی اور مسماۃ عزت و خیراتی علی الترتیب سید وزیر علی مرچیا و سید اشرف علی شیرازی کو منسوب ہوئیں ۔

**سید نثار علیؒ** کے ایک لڑکا سید علی رضا اور ایک لڑکی مسماۃ حسینی وجود میں آئی ۔ اور دونوں لاولد فوت ہوئے ۔

---

لہ ۔ کہتے ہیں کہ محمد نواز کے تین لڑکیاں تھیں ۔ مسماۃ ارمانی وگمانی ورحمانی ۔ مسماۃ ارمانی بھلول میں منسوب ہوئیں ۔ اور گمانی ورحمانی کا عقد نجابت علی سرائے خانم و میر مہدی بیبا پور کے ساتھ ہوا ۔



# باب پانزدہم ۱۵

## سادات نظام آباد و محمد پور

# ذکر خاندان سادات نظام آباد و محمد پور

سادات نظام آباد اُس اولادِ سید علیم الدین محمد ثانی سے ہیں جو مقتول ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سید موصوف نے کچھ علاقہ اپنی حیات میں اپنے بیٹوں میں بطور گزارے کے تقسیم کر دیا تھا۔ جس پر وہ قابض و متصرف تھی اور بعد قتل ہونے سید علیم الدین موصوف الذکر کے مقتول اولاد کی نسلیں بدستور قابض رہیں۔ اور تقسیم سید ملوک و قبول کے وقت وہ علاقہ تقسیم سے مستثنیٰ رہا کیونکہ تقسیم مذکور میں اُن مواضعات کا ذکر نہیں آیا۔ جس پر دوسری اولاد کی نسلیں متصرف تھیں۔ چنانچہ سید میران شاہ علاقہ نظام آباد و محمد پور اپنے پدر عالی مقدار کی حیات میں بطور گزارے کے پائے ہوئے تھے۔ جب سید موصوف لودیوں کی جنگ میں قتل ہو گئے اور نساء و رجال سب اسیر ہو کر دہلی گئے جیسا سید علیم الدین محمد ثانی کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے اور بعد رہائی جب سید ملوک و قبول علاقہ پر قابض ہوئے۔ مواضعات مذکور بدستور سید میران شاہ کی اولاد کے حصہ میں موافق تقسیم سید علیم الدین محمد ثانی کے باقی رہے اور اُن پر اُن کی اولاد قابض و متصرف۔ چنانچہ سلسلہ نسب سید میران شاہ کا اس طور سے بیان ہوا ہے کہ سید میران شاہ کے ایک بیٹے تھے جن کا نام سید ملوک تھا۔ ان کے بیٹے سید عالم۔ سید عالم کے دو بیٹے ہوئے سید میاں و سید خان۔

## عقب اوّل سید میاں

سید میاں کے بیٹے سید عبد الرّسول ہوئے۔ سید عبد الرّسول

کے تین بیٹے سید علیم الدینؒ ۔ سید نظام و سید کالو اور ایک دختر پیدا ہوئی جو سید
عبدالرحیم پسر سید جعفر بیرانپوری کو منسوب ہوئی ۔ چونکہ سید عبدالرسول کا عقب تین
بیٹوں سے قائم ہوا اس لیئے ہر ایک کا جداجدا تین ثمروں میں ذکر کیا جاتا ہے ۔

**ثمرہ اوّل سید علیم الدین** سید موصوف کے ایک
بیٹے سید بدھ جہاں پیدا ہوئے ۔ ان کے سید بہادر ۔ سید بہادر کے ایک لڑکا
مسمی سید سرفراز علی اور ایک لڑکی مسماۃ صاحبی وجود میں آئی ۔ جو سید جعفر
مصطفےٰ آبادی کو منسوب ہوئی ۔ یہ سید جعفر کی زوجہ ثانیہ تھیں ۔

**سید سرفراز علی** کے ایک لڑکا سید مظہر علی اور ایک لڑکی مسماۃ بندی
پیدا ہوئی جو سید کرم صلاح بیرانپور کو منعقد ہوئی ۔

**سید مظہر علی** کے محض چار لڑکیاں تھیں جو سید علی بخش و غلام سرور بیرانپوری
و سید محمد مسیح و سید بخشش علی سرائے میر کو منسوب ہوئیں ۔ کل حصہ سید مظہر علی
برادر کی لڑکیاں قابض و متصرف ہوئیں ۔ کیونکہ خاندان میں کوئی اولاد نرینہ موجود
نہ تھی ۔ سید علی بخش و غلام سرور نے اپنا حصہ مسمی ظالم سنگھ ساکن بدھنی کے
پاس رہن کر دیا تھا ۔ جس کو امام بخش تعلقدار قادرپور و فضل حسین عرف کالو خان نے
متفق ہو کر ایک مدت کے بعد مبلغ سترہ سو روپیہ دے کر فک رہن کرا لیا ۔ اور
سید محمد مسیح و بخشش علی کے حصہ کی آراضی بند وبست سابق سنہ ۱۲۶۳ فصلی میں
محمدپور سے خارج ہو کر شامل حد بست موضع سرائے میر ہو گئی اور اس پر
سادات سرائے میر قابض و متصرف ہیں ۔ اس وقت محمدپور کے حدود حسب ذیل ۔

---

لہ ۔ بعد وفات سید عبدالرسول کے علاقہ تینوں بھائیوں نے اس طور سے تقسیم کیا کہ نظام آباد
سید علیم الدین کو ملا اور سید نظام و سید کالو محمدپور پر قابض و متصرف ہوئے ۔

تھے ۔ حد شرقی ڈانڈہ موضع سمری ۔ غربی حد ڈانڈہ موضع نظام آباد ۔ جنوبی حد لب آب دریائے گومتی اور شمالی حد ڈانڈہ موضع بی بی پور ۔

**ثمرہ دوم سید نظام :** سید نظام کے صرف ایک لڑکی تھی جو ناکتخدا فوت ہوئی

**ثمرہ سیوم سید کالو** لاولد فوت ہوئے ۔

سید نظام و سید کالو نے اپنا کل حصہ مبلغ پندرہ سو پر سید بدر جہاں پسر سید علیم الدین موصوف الذکر کے ہاتھ سنہ ۱۰۹۰ھ میں بیع کر ڈالا تھا ۔ اس لیے سید بدر جہاں کی اولاد کل حصہ پر قابض و متصرف ہو گئی تھی ۔

## عقب دوم سید خان

سید خان نے جدی جائداد میں حصہ نہیں پایا ۔ بلکہ سنگورہ سید خان میں جاکر اپنے مادری حصہ پر قابض ہوئے ۔ سید میاں کو سنگورہ سید خان میں حصہ نہیں ملا ۔ چونکہ سید خان علاقہ سنگورہ سید خان پر قابض و متصرف ہوئے اس لئے سید موصوف کے خاندان کا ذکر خاندان سادات سنگورہ سید خان میں کیا جائے گا ۔

# باب شانزدہم ۱۶

- فصل اول: سادات سنگورہ سیّد خان
- فصل دوم: سادات موضع بکریا
- فصل سیوم: سادات سنگورہ طیّب

## فصل اوّل

# ذکر خاندان سادات سنگورہ سید خان۔

سادات سنگورہ سید خان اپنے کو سید طیب جن کا ذکر خاندان سادات سنگورہ طیب میں آئے گا۔ ان کی اولاد دختری سے منسوب کرتے ہیں۔ انکا بیان ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ موضع ڈہر ہا گئے ہیں اور سید علیم الدین کی اس اولاد سے ہیں جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ قتل ہوگئی تھی۔ سادات سنگورہ خان اصل میں سید میران شاہ پسر سید علیم الدین محمد ثانی کی نسل سے ہیں۔ جن کا ذکر خاندان محمد پور دنظام آباد میں ہے۔ چنانچہ سید خان جو سادات سنگورہ سید خان کے مورث اعلیٰ ہوئے۔ سنگورہ سید خان میں آکر آباد و متصرف ہوئے۔ ان کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے کہ سید خان بن سید عالم بن سید ملوک بن سید میران شاہ بن سید علیم الدین محمد ثانی۔ سید خان مذکورالصدر کے سید مجید ان کے بیٹے سید صادق محمد ان کے بیٹے سید حکیم۔ ان کے بیٹے سید قاسم ان کے بیٹے سید غلام علی پیدا ہوئے۔ سید غلام علی کے دو بیٹے ہوئے۔ سید کرم علی و سید مکرم علی۔ سید کرم علی لاولد فوت ہوئے۔ سید مکرم علی کے چار لڑکے ہوئے۔ امام بخش۔ غضنفر علی خادم علی و فرید علی۔ چونکہ عقب سید مکرم علی کا چار بیٹوں سے قائم ہوا اسلئے ہر ایک کا جدا جدا ذکر کیا جاتا ہے۔

## عقب اوّل سید امام بخش

سید امام بخش کے دو بیٹے مسمیان دلدار علی و منعم علی اور ایک لڑکی مسماۃ کریا وجود میں آئی۔ جو سید علی احمد مرچا کو منسوب ہوئی۔ دونوں

لڑکوں کا ذکر دو ثمروں میں کیا جاتا ہے۔

**ثمرہ اول سید دلدار علی** - سید دلدار علی کے پانچ فرزند پیدا ہوئے۔ مسمیان سید رحم حسینؑ - سید کاظم حسینؒ - یعقوب حسینؒ - سید رضا حسینؒ اور خرم علی - رحم حسین کے ایک لڑکا مسمی سید محمد حسین اور ایک لڑکی جو عباس حسین سنگورہ کو منسوب ہوئی - سید کاظم حسینؒ کے چار لڑکے مسمیان سید اظہار حسینؑ - اظہر حسینؒ - محمد عسکریؒ و محمد عظیمؒ اور چار لڑکیاں مسماۃ کھیتاؒ و ممتاظؒ و معراجاؒ و بنّنؒ وجود میں آئیں - جو علی الترتیب سید ظہور حسین میرانپور و زوار حسین سنگورہ و واجد علی نگرامی و سید حافظ حسین قادر پور کو منسوب ہوئیں - اولاد سید کاظم حسین اپنے قادری ورثہ پر میرانپور میں حصہ غلام نبی پر قابض و متصرف ہوئی - کیونکہ سید غلام نبی کے سوائے ایک دختر کے اور کوئی اولاد نرینہ خاندان میں موجود نہ تھی - سید یعقوب حسینؒ لاولد فوت ہوئے۔

سید رضا حسینؒ کے دو لڑکیاں وجود میں آئیں جو محمد عسکری میرانپور و امتیاز علی مصطفےٰ آباد کو منسوب ہوئیں۔

سید خرم علی کے صرف ایک لڑکا نواب علی پیدا ہوا اور ایک لڑکی مسماہ حکیماؒ وجود میں آئی جو اظہر حسین میرانپوری کو منسوب ہوئی۔

**ثمرہ دوم سید منعم علی** : سید منعم علی کے چار بیٹے مسمیان سید فتح علیؒ و سید حسین احمدؒ و سید ہدایت حسینؒ و سید تجمل حسین وجود میں آئے سید فتح علی کے عباس حسینؒ اور میر حسینؒ احمد کے ایک لڑکی جو سید مظہر الحسین سنگورہ طیب کو منسوب ہوئی وجود میں آئی - سید ہدایت حسین اور تجمل حسین لاولد فوت ہوئے

## عقب دوم سید غضنفر علی

سید غضنفر علی کے دو لڑکے مسمیان خدابخش و علی بخش

اور ایک لڑکی تھی جو حسین علی مرچیا کو منسوب ہوئی سید خدابخش لاولد فوت ہوئے سید علی بخش کے ایک لڑکا مسمی سجاد حسین اور چار لڑکیاں وجود میں آئیں۔ اول و دوم سید علی حامد کو یکے بعد دیگرے منسوب ہوئیں۔ اور تین لڑکیاں سید اولاد حسین و سید ناظم حسین و سید علی اکبر اسندرہ کو منعقد ہوئیں۔ سید سجاد حسین کے ایک لڑکی تھی جو اظہار حسین میرانپور کو منسوب ہوئی

## عقب سیوم و چہارم خادم علی و فرید علی

چونکہ سید خادم علی و فرید علی کی اولاد موضع ٹکریا میں آباد ہوتی اس لئے اس خاندان کا ذکر خاندان ٹکریا میں کیا جائے گا

## فصل دوم

## ذکر خاندان سادات موضع ٹکریا

دو عقب سید مکرم علی سنگورہ سید خان کے آکر موضع ٹکریا میں آباد ہوئے تھے۔ لہذا ہر ایک کا جدا جدا ذکر کیا جاتا ہے۔

## سید خادم علی ابن سید مکرم علی

سید خادم علی کے ایک لڑکا سید فضل امام اور ایک لڑکی مسماۃ خدادی وجود میں آئی۔ جو نیاز محمد اسندرہ کو منسوب ہوئی۔ سید فضل امام کے دو لڑکے ہوئے۔ ریاست علی و بخشش احمد۔

# سید فرید علی ابن سید مکرم علی

سید فرید علی کے ایک لڑکا سید فقیر بخش پیدا ہوا۔
سید فقیر بخش کے چار لڑکے ہوئے۔ مہدی حسینؒ۔ سلامت علیؒ۔ حسن رضا اور احمد بخش ؒ۔

سید مہدی حسینؒ کے بیٹے سید ہادی حسین ان کے بیٹے سید نوازش احمد عرف نوازی پیدا ہوئے۔ سید سلامت علی کے تین لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک لڑکی ریحان حسین سرائے سالم کو۔ ایک لڑکی سید عبدالحسین اسندرہ کو منسوب ہوئی۔ ایک ناکتخدا فوت ہوئی۔ دو بیٹے سید علی شیر و فرزند علی سید علی شیر کے سید راحت حسین و علی نصیر ہوئے۔

## فصل سوم

# ذکر خاندان سادات سنگورہ طیب

سادات سنگورہ طیب سید طیب پسر مقتول سید علیم الدین محمد ثانی کی اولاد تبلائے جاتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ سید ملوک پسر سید علیم الدین محمد ثانی کے چار فرزند تھے منجملہ ان کے سید میران شاہ بھی تھے جن کے بیٹے سید طیب ہوئے۔ خواہ جو کچھ ہو مگر یہ امر مسلمہ ہے کہ سادات سنگورہ طیب سید علیم الدین محمد ثانی کی نسل سے ضرور ہیں۔ چنانچہ سید طیب مذکور الصدر کی زوجہ اولیٰ سے ایک لڑکی تھی جو سید عالم نظام آبادی کو منسوب ہوئی اور زوجہ ثانیہ سے تین بیٹے ہوئے۔ سید پیارے۔ سید احمد و سید حامد۔

چونکہ عقب سید طیب کا تین بیٹوں سے قائم ہوا اس لئے ہر ایک عقب کا جدا جدا ذکر کیا جاتا ہے۔

## عقب اوّل سید پیارے

سید پیارے کے پانچ فرزند ہوئے۔ سید فتح علی۔ سید ناصر سید بڈھے۔ سید کرم و سید مصطفےٰ۔ سوائے سید فتح علی کے سب لاولد فوت ہوئے۔

سید فتح علی کے چھ بیٹے ہوئے۔ سید کالے۔ سید پیر علی سید بساون۔ سید منگلی۔ سید علی۔ سید صالح محمد۔ ہر اولاد کا ذکر چھ ثمروں میں کیا جاتا ہے۔

**ثمرہ اول سید کالے**: سید کالے کے بیٹے سید نور محمد ہوئے۔ نور محمد کے تین بیٹے مسمیان مردان علی۔ امام علی و حافظ علی۔ ایک لڑکی بھی تھی جو سید غلام مرتضیٰ سنگورہ کو بیاہی گئی۔ مردان علی کے فضل علی پیدا ہوئے ان کے دو بیٹے رستم علی و شمشیر علی اور دو لڑکیاں مسماۃ شریفت و مساہ رہیں وجود میں آئیں۔ جو علی الترتیب سید فقیر علی زید پور و سید غلام امام موتک پور کے ساتھ منعقد ہوئیں۔ رستم علی کے سید علی ضامن ہوئے۔ ان کے دو لڑکیاں تھیں۔ جو سید مجتبیٰ حسین میرانپور و سید انتظام حسین سنگورہ طیب کو منعقد ہوئیں۔ شمشیر علی کے ایک بیٹا سید حسین بخش اور ایک مسماۃ عمدہ وجود میں آئی۔ جو سید امام علی جرگانواں کو منسوب ہوئی۔ سید حسین بخش کے تین لڑکے سید انتظام حسین و نثار حسین و ارشاد حسین اور ایک لڑکی وجود میں آئی جو ٹکریا میں منسوب ہوئی۔ سید انتظام حسین کے ایک ایک لڑکا مظہر الحسن ہوا۔ ارشاد حسین لاولد فوت ہوئے۔

امام علیؒ کے محض ایک لڑکی تھی جس کا نام سماۃ سبحانی تھا۔ جو میر علی سرائے سالم کو منسوب ہوئی۔

حافظ علیؒ کے بھی ایک لڑکی تھی جو اصغر علی سرائے جمولی کو منعقد ہوئی۔

**ثمرہ دوم سید پیر علی** لاولد فوت ہوئے۔

**ثمرہ سیوم بساون** کے بیٹے سید عبداللہ ان کے چار لڑکے جعفر علیؒ۔ نجابت علیؒ۔ منصور علیؒ۔ نجف علیؒ اور تین لڑکیاں وجود میں آئیں۔ جو عصمت اللہ کھرکا و شیر جنگ بھٹیا و فرمان علی بڑا گاؤں کو منسوب ہوئیں۔

**جعفر علیؒ** کے شجاعت علی۔ ان کے دو بیٹے ہوئے۔ سخاوت علیؒ۔ ولایت علیؒ۔ سخاوت علی کے ایک بیٹا عنایت حسین اور ایک لڑکی سماۃ لطف وجود میں آئی ولایت علی کے محض دو لڑکیاں تھیں سماۃ سیتی و احمدی۔ سماۃ سیتی میر یاد علی سیر باری کو منسوب ہوئی اور احمدی کے انعقاد کا حال معلوم نہیں ہوا۔

**نجابت علیؒ** کے تین لڑکے برکت علیؒ۔ ناد علیؒ و حسین علی اور ایک لڑکی سماۃ زاہدہ تھی۔ برکت علی کے دو بیٹے کفایت علی و حمایت علی اور ایک لڑکی سماۃ رفعت تھی جو محمد حسین سنگورہ کو منسوب ہوئی۔ کفایت علی لاولد فوت ہوئے حمایت علیؒ کے ایک لڑکا زوار حسین اور دو لڑکیاں سماۃ عظمت النساء، وکنیز زہرا وجود میں آئیں۔ جو افتخار حسین بھٹیا و خدا حسین سیر باری کو منسوب ہوئیں۔ سید زوار حسین کے ایک لڑکا سید نثار احمد اور ایک لڑکی سماۃ زاکیہ ہوئی۔ ناد علیؒ پسر نجابت علی کے محمد حسین اور ان کے بیٹے سید علی یاور پیدا ہوئے جو لاولد فوت ہوئے۔ حسین علی پسر نجابت علی کے محض تین لڑکیاں سماۃ مومنہ و کلثوم و معصومہ تھیں جو احسان علی بڑا گاؤں و رستم علی و حمایت علی سنگورہ طیب کو منسوب ہوئیں

**منصور علیؒ** لاولد فوت ہوئے۔
**نجف علیؒ** کے ایک لڑکی مسماۃ مینڈا تھی جو ولایت علی قصبہ کو منسوب ہوئی
**ثمرہ چہارم سید منگلے** کے ایک لڑکی تھی جو نصرت اللہ کھرکا کو منسوب ہوئی۔
**ثمرہ پنجم و ششم سید علیؒ و سید صالح محمدؒ** لاولد فوت ہوئے۔

## عقب دوم سید احمد

سید احمد کے دو بیٹے سید آدمؒ و سید صادقؒ ہوئے۔ سید صادق لاولد فوت ہوئے۔ سید آدم کے تین لڑکے سید بڑدؒ۔ عنایت اللہؒ اور چھیدؒ۔ ہر ایک کا تین ثمروں میں ذکر کیا جاتا ہے۔
**ثمرہ اول سید بڑد** کے سید صاحب علی ان کے دو لڑکے سید جواد علیؒ و سید اکبر علیؒ۔
**سید جواد علیؒ** کے دو بیٹے ہوئے۔ اولاد علیؒ و سبحان علیؒ۔ سید اولاد علیؒ کے صرف ایک لڑکی تھی جو منعم علی کو منسوب ہوئی۔ سبحان علی کے دو لڑکیاں تھیں جو فتح علی و رضا حسین کو منسوب ہوئیں۔
**سید اکبر علیؒ** کے ایک لڑکا منور علی لاولد فوت ہوا اور دو لڑکیاں بھی تھیں جو امام بخش سنگورہ سید خان و رسول علی برہری کو منعقد ہوئیں۔
**ثمرہ دوم سید عنایت اللہ:** کے ایک لڑکا سید مرتضیٰ۔ ان کے تین بیٹے سید فرحت علیؒ۔ سید نواز علیؒ۔ سید ذوالفقار علی۔ فرحت علیؒ لاولد فوت ہوئے۔ سید نواز علی کے دو لڑکیاں تھیں ہینگا و امیرن۔ جو نواد علی

یورہ شاہ زماں و مراد علی سنگورہ کو منعقد ہوئیں۔ سید ذوالفقار علی کے ایک لڑکی مسماۃ نیاد تھی جو ہزبر علی سنگورہ کو منسوب ہوئی۔

ثمرہ سیوم سید چھیندو کے تین لڑکے تھے۔ عباس علیؒ مہابت علیؒ و جمال الدین۔ سید عباس علی کے وزیر علی و سبحان علی۔

مہابت علیؒ کے دو لڑکے سید حسن علی و حسین علی۔ حسن علی لاولد فوت ہوئے۔ حسین علی کے سید خادم حسین و تصدق حسین۔ سید خادم حسین لاولد فوت ہوئے۔ تصدق حسین مفقود الخبر ہیں۔ جمال الدینؒ کے دو لڑکے ہزبر علی اور مظفر علی۔ سید ہزبر علی کے ایک لڑکی مسماۃ خدادی جو سرائے سالم میں حسین علی کو بیاہی گئی۔ سید مظفر علی کے دو لڑکیاں تھیں مسماۃ حسین دی جو باقر حسین سرائے تمبولی و خادم حسین سنگورہ کو منعقد ہوئیں۔

## عقبِ سیوم سید چاند

سید چاند کے بیٹے سید نذیر علی اور ایک لڑکی تھی جو سید آدم سنگورہ کو منسوب ہوئی۔ سید نذیر کے چار لڑکے مسمیان سید خیر علی سلطان علیؒ۔ فتح محمدؒ و مردان علی اور ایک لڑکی تھی۔ اول تین لڑکے لاولد فوت ہوئے۔ سید مردان علی کے چار بیٹے سید تہور علی۔ کلنؒ۔ طالب علی اور شاہ محمدؒ۔

سید تہور علی کے محض دو لڑکیاں تھیں مسماۃ فہمیدہ و فاطمہ جو امید علی قصبہ و خادم حسین جسر گالواں کو منسوب ہوئیں۔
کلنؒ و طالب و شاہ محمد لاولد فوت ہوئے۔



# باب ہفتادہم

• سادات مرچیا

# ذکر خاندان سادات مرچیا

بعد وفات سید حمید کے سید بڑن و سید سرور نے علاقہ باہم تقسیم کرلیا۔ سید سرور موضع مرچیا حصہ میں پاکر قابض و متصرف ہوئے۔ سید سرور کے بیٹے سید حمید ان کے بیٹے سید امیر ان کے بیٹے سید مبارک۔ سید مبارک کے تین بیٹے ہوئے۔ سید پیر محمد۔ سید اسلام و سید سلیمان۔ چونکہ عقب سید مبارک کا تین لڑکوں سے قائم ہوا اس لئے ہر ایک کا جدا جدا ذکر کیا جاتا ہے۔

## عقب اوّل سید پیر محمد

سید پیر محمد کے بیٹے سید جعفر۔ ان کے دو بیٹے ہوئے۔ واحد علی و حافظ علی۔ واحد علی کے ولایت علی و عبادت علی۔ ولایت علی کے انور علی۔ ان کے محض ایک لڑکی ہوئی۔ جو اکرام حسین مرچیا کو منسوب ہوئی۔ عبادت علی کے بھی دو لڑکیاں تھیں جو محمد سعید و انور علی کو منسوب ہوئیں

حافظ علی کے امام علی و واقف علی۔ امام علی کے شمشاد علی ان کے دو بیٹے ہوئے۔ علی اکبر و محمد سعید۔ سید علی اکبر کے سید بختین بخش اور تین لڑکیاں وجود میں آئیں۔ جو سید علی یاور سنگورہ۔ ندا حسین و یاد علی بڑا گاؤں کو منعقد ہوئیں۔ محمد سعید کے تین لڑکے میر احکام حسین۔ عارف حسین و عبدالحسین اور ایک لڑکی تھی جو فضل علی دادرہ کو منسوب ہوئی۔ میر احکام حسین کے بیٹے سید الہام حسین ان کے بیٹے سید اہتمام حسین اور دو لڑکیاں ہوئیں جو سید عالم حسین بڑا گاؤں اور محمد اکبر سرائے سالم کو منسوب ہوئیں۔

عارف حسینؒ کے بیٹے سید کاظم حسین تھے جو لاولد فوت ہوئے

سید عبدالحسینؒ کے دو لڑکے مختار حسینؒ و ابرار حسینؒ اور دوؒ لڑکیاں زوجہ حسین بخش سنگورہ و امام بخش دیورہ وجود میں آئیں۔ مختار حسین کے ممتاز حسین ہوئے۔ اور ابرار حسین لاولد فوت ہوئے۔

سید واقف علی پسر دوئمی سید حافظ علی کے حسین علی ان کے دو لڑکے علی حامدؒ و علی احمدؒ [۱] علی حامد لاولد فوت ہوئے۔ علی احمدؒ کے دو لڑکے علی محمد و علی اسعد اور دو لڑکیاں تھیں جو کرم حسین اسندرہ و ضامن حسین بہرائچی کو منسوب ہوئیں۔ علی محمدؒ کے ساجد علی و ماجد علی اور علی اسعدؒ کے ایک لڑکی تھی جو صادق حسین موٹھری کو منسوب ہوئی۔

## عقب دوم سید اسلام

سید اسلام کے دو بیٹے سید دائیؒ و سید ترابؒ۔ سید دائیؒ کے سید نشان اُن کے بیٹے سید غلام مخدوم اُن کے بیٹے سید وزیر علی اُن کے ایک لڑکا سید نذیر علی اور ایک لڑکی تھی جو سید لوروز علی بہرائچی کو منسوب ہوئی۔ نذیر علی کے تین لڑکے ہوئے۔ عاشق حسینؒ۔ قربان حسینؒ اور سرفراز حسینؒ۔ عاشق حسین و قربان حسین لاولد فوت ہوئے۔

سید ترابؒ کے سید صلابت ان کے بیٹے سید عبدالغفار ان کے محض تین لڑکیاں تھیں جو غلام نبی اسندرہ و محمد صلاح میرانپور اور ایک لڑکی زید پور کو بیاہی گئی۔

---

[۱] ایک لڑکی بھی تھی جو غلام نبی میرانپور کو منسوب ہوئی۔

# عقب سیوم سید سلیمان

سید سلیمان کے دو لڑکے سید ضیاء الدین[1] و سید ملوک[2]

ضیاء الدین کے سید میاں۔ ان کے بیٹے سید حمید ان کے بیٹے سید محمد نقی جو لاولد فوت ہوئے۔

سید ملوک کے سید سبحانی ان کے بیٹے پیر غلام ۔ ان کے بیٹے مظہر علی۔ ان کے بیٹے امجد علی۔ امجد علی کے ایک بیٹا سید محمد حسنین اور دو[3] لڑکیاں تھیں جو علی اکبر مرچیا و ضرغام علی نیرانپور کو منعقد ہوئیں۔ محمد حسنین کے محض تین لڑکیاں تھیں جو عاشق حسین و علی صمد و عارف حسین مرچیا کو منسوب ہوئیں۔

# باب ۱۸ ہیج دہم

• سادات گھر کا پھول

# ذکر خاندان سادات کھر کا بھول

بعد تقسیم علاقہ سید سراج الدین محمد کھر کا پر قابض و متصرف ہوئے۔ سید موصوف کے بیٹے سید جلال الدین ہوئے۔ ان کے بیٹے سید تاج محمود ان کے دو بیٹے ہوئے۔ سید قبول و سید کھول۔ سید قبول لاولد فوت ہوئے۔ سید بھول کے تین بیٹے ہوئے۔ سید ابوالمعالی۔ سید رفیع اور سید سراج الدین۔ عقب سید بھول کا تین بیٹوں سے قائم ہوا اس لئے ہر ایک کا جدا جدا ذکر کیا جاتا ہے۔

## عقب اول سید ابوالمعالی

سید ابوالمعالی کے چار بیٹے ہوئے۔ ہمت علی۔ عصمت اللہ نصرت اللہ۔ اسد اللہ۔ ہر ایک کا چار ثمروں میں علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

**ثمرہ اول سید ہمت علی** کے تین بیٹے ہوئے۔

نوازش علی۔ نجابت علی و امانت علی ہر ایک کا تین شعبوں میں ذکر کیا جاتا ہے۔

**شعبہ اول سید نوازش علی** کے دو لڑکے وارث علی و صابر علی اور دو لڑکیاں مسماۃ جہادن و مسماۃ فایزاً جو سخاوت علی و چراغ علی کھر کا کو منسوب ہوئیں۔

وارث علی کا پہلا عقد دختر محمد تقی سرائے میر کے ساتھ ہوا تھا جب اس مرحومہ نے لاولد انتقال کیا تو دوسرا عقد مسماۃ جواہر دختر میدہ طوائف کے ساتھ کیا۔ کہتے ہیں کہ تعلقہ کھر کا بھول مبلغ پانچ ہزار روپیہ بر مسمی شیو دت سنگھ تعلقدار سمرا واں کے یہاں رہن تھا اور اس کے فکر رہن کی کوئی صورت نہ بندھی

اسی زمانہ میں سیدہ طوائف نے اپنی لڑکی کی نسبت سید وارث علی کے ساتھ اس شرط سے قرار دی کہ اگر اس عقد میں سادات پرگنہ کھدلاؤں برات میں تشریف لاویں تو مبلغ پانچ ہزار روپیہ سید وارث علی موصوف کو پیشکش کروں ۔ سادات موصوف نے سید خادم علی موتکپوری سے اس امر خاص میں استفسار کیا ۔ سید موصوف اس خیال سے کہ سید وارث علی کی ریاست داگذار ہو جائے گی اس امر کو گوارا کرلیا اور مع جملہ سادات کے برات میں تشریف لیگئے ۔ بعد وقوع عقد طوائف مذکور نے علاوہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ کے بہت سا زیور و اسباب ان کو دیکر رخصت کیا ۔ سید وارث علی موصوف نے وہ روپیہ شیو دت سنگہ مذکور کو دیکر تعلقہ کھرکا پھول مکر بن کرلیا ۔ اس عقد سے بھی کوئی اولاد ظہور میں نہیں آئی ۔ آخر سید وارث علی نے لاولد انتقال کیا ۔

سید صابرؒ علی کے محض دو لڑکیاں تھیں ۔ مسماۃ سعیدؒ النساء و وزیرنؒ جو توام پیدا ہوئیں ۔ سعیدؒ النساء فضل امام سرائے میر کو منسوب ہوئی اور وزیرنؒ ناکتخدا فوت ہوئی ۔

**شعبہ دوم سید نجابت علی** کے چار لڑکے مسمیان تفضل حسینؒ ۔ ہدایتؒ علی ۔ سجاد علی ۔ فرزند علی اور ایک لڑکی وجود میں آئی ۔ جو اولاد علی سرائے میر کو منسوب ہوئی اور کل لڑکے لاولد فوت ہوئے ۔

**شعبہ سیوم سید امانت علی** کے محض ایک لڑکی تھی جو سنگورہ طیب میں منسوب ہوئی

**ثمرہ دوم سید عصمت اللہ** کے محض ایک لڑکی تھی جو رحم علی کھرکا کو منسوب ہوئی ۔

**ثمرہ سیوم سید نصرت اللہ** کے سید چراغ علی

ان کے پانچ بیٹے ہوئے - محمد حسینؒ ۔ تصدق حسینؒ ۔ حیدر حسینؒ ۔ امیر بخشؒ و حسین بخشؒ محمد حسینؒ طالعمند خاں بلسواڑہ کی دختر سے منسوب ہوئے ۔ مگر کوئی اولاد وجود میں نہیں آئی ۔ تصدق حسینؒ کا سید اصغر علی سرائے سالم کی دختر کے ساتھ عقد ہوا تھا ۔ وہ بھی لاولد فوت ہوئے ۔ حیدر حسینؒ کا عقد مسماۃ منار دختر شہامت علی بھٹیا کے ساتھ ہوا تھا ۔ جس سے صرف ایک لڑکی وجود میں آئی جو سید علی اکبر جوراس کو منسوب ہوئی ۔ سید امیر بخشؒ لاولد فوت ہوئے ۔ حسین بخشؒ مسماۃ مہرن دختر کریم صلاح میرانپور کے ساتھ منعقد ہوئے تھے مگر لاولد فوت ہوئے ۔

**ثمرہ چہارم سید اسد اللہ** کے دو بیٹے سید امانت علیؒ و سید اولاد علیؒ اور تین لڑکیاں وجود میں آئیں ۔ جو محمد تقی و سید مہدی سرائے میر کو و سید قدرت علی میرانپور کو منعقد ہوئیں ۔ سید امانت علی کے صرف ایک لڑکی تھی جو تفضل حسین کھرکا کو منسوب ہوئی ۔ سید اولاد علی لاولد فوت ہوئے ۔

## عقب دوم سید رفیع

سید رفیع کے بیٹے سید غلام علی ان کے بیٹے سید رحم علی ۔
سید رحم علی کے محض چار بیٹیاں تھیں مسماۃ جمیعت و مسماۃ مصاحب و صاحب النساء و مسماۃ اصابت ۔ مسماۃ جمیعت سید شمشاد علی مرچیا و مسماۃ مصاحب سید نادعلی سنگورہ کو منسوب ہوئیں ۔ صاحب النساء و مسماۃ اصابت یکے بعد دیگرے حسن ذکی سرائے میر کو منعقد ہوئیں ۔

## عقب سیوم سید سراج الدین

سید سراج الدین کھرکا پھل کی سکونت ترک کر کے دیورہ چلے آئے اور یہیں سکونت اختیار کی سادات دیورہ انھیں کی نسل سے ہیں ۔ سید موصوف کا ذکر سادات دیورہ کے بیان میں کیا جائیگا

# باب نوزدہم 19

• ساڑھے گیارہ

# ذکر خاندان سادات دیورہ

سید سراج الدین نے کھرکاپھوں کی سکونت ترک کر کے دیورہ میں سکونت اختیار کی جیسا کہ گذشتہ بیان میں ذکر ہو چکا ہے۔ سید سراج الدین کے پانچ بیٹے تھے۔ سید مصطفیٰ۔ سید اصغر۔ سید جلال۔ سید رفیع و سید علائی سید مصطفیٰ و سید اصغر لاولد فوت ہوئے۔ عقب سید سراج الدین کا تین بیٹوں سے قائم ہوا۔ اس لئے ہر ایک کا جدا جدا ذکر کیا جاتا ہے۔

## عقب اوّل سید جلال

سید جلال کے بیٹے سید حمزہ ان کے بیٹے سید ابراہیم۔ انکا عقد سبیجہ میں ہوا تھا۔ سید ابراہیم کے دو بیٹے سید بڑے و سید دولت اور ایک لڑکی تھی جو دین پناہ میں منسوب ہوئی تھی۔ سید دولت لاولد فوت ہوئے۔ سید بڑے کے تین بیٹے سید کریم۔ سید رحیم و سید علیم اللہ۔ اول دو لڑکے لاولد فوت ہوئے۔ سید علیم اللہ کے تین لڑکے فیض علی۔ ببر علی و عوض محمد۔ فیض علی لاولد فوت ہوئے۔ ببر علی کے بشارت علی و قلندر علی۔ بشارت علی جبدل میں تھے لاولد فوت ہوئے۔ قلندر علی کے تین لڑکے سخاوت علی۔ سبحان علی و حسین علی اور ایک لڑکی تھی مسماۃ رحیماً جو فتح پور میں منعقد ہوئی۔ سخاوت علی کے سید ضامن علی ان کے چھ بیٹے۔ تفضل حسین۔ غنی حیدر۔ وصی حیدر۔ تجمل حسین مومن علی و ہاشم علی۔

سبحان علی کے قربان علی تھے جو لاولد ہوئے۔

سید حسین علی کے سید شبر علی ان کے دو لڑکے ہوئے

سید علی و سید حسن اور تین لڑکیاں ہوئیں مسماۃ حسینا۔ پھول جہاں و جیبا۔ اول دو غنی حیدر و تجمل حسین دیورہ کو منسوب ہوئیں۔ مسماۃ جیبا لاولد ہے۔

سید عوض علی پسر دویمی سید علیم اللہ کے دو بیٹے ہوئے امید علی و حافظ علی۔ امید علی کے نواز علی ان کے ایک بیٹا اور تین لڑکیاں سید فرزند علی و مسماۃ امام دی۔ رہشن و مصری۔ سید فرزند علی کے دو لڑکے علی سرور و علی یاور و مسماۃ نجم النساء۔ علی سرور و علی یاور لاولد فوت ہوئے مسماۃ نجم النساء سید باقر علی دیورہ کو منسوب ہوئی لاولد ہے۔

سید حافظ علی کے محض ایک لڑکی مسماۃ بھیگا تھی جو مدد علی دیورہ کو منسوب ہوئی۔

# عقب دوم سید رفیع

سید رفیع کے بیٹے سید احمد ان کے بیٹے سید محی الدین ان کے بیٹے میر بڈا۔ ان کے دو بیٹے محمد اسلام و غلام حسین۔ محمد اسلام کے ایک بیٹا سید عصمت اللہ اور تین لڑکیاں مسماۃ آمنہ۔ حمیدہ و سنجیدہ۔ جو عیوض محمد و ظہور علی دیورہ و مراد علی عالم پور کو منسوب ہوئیں۔ سید عصمت اللہ لاولد فوت ہوئے۔

سید غلام حسین کے تین بیٹے ہوئے۔ سید جمال الدین ظہور علی و میر علی۔ ہر ایک کا تین ثمروں میں ذکر کیا جاتا ہے۔

## ثمرہ اول سید جمال الدین کے پانچ بیٹے ہوئے

مظفر علی۔ قادر علی و غضنفر علی۔ سعادت علی و مدد علی۔ سید مظفر علی کے تین لڑکیاں تھیں۔ دو لڑکیاں سید مبارک علی و چھیدی عالم پور کو منسوب ہوئیں۔ مسماۃ افضل

سید وزیر علی دیورہ سے منعقد ہوئی ۔ قادرؒ علی و غضنفر علی لاولد فوت ہوئے ۔

سید سعادتؒ علی کے دو لڑکے کرم حسینؒ و وزیرؒ علی اور ایک لڑکی تھی مسماۃ کلثوم جو اصغر علی عالم پور کو منسوب ہوئی ۔ سید کرم حسینؒ کے ایک ایک لڑکا سید نوروز علی تھا اور ایک لڑکی مسماۃ کنیز اؔ جو سید علی دیورہ کو منسوب ہوئی وزیرؒ علی لاولد فوت ہوئے ۔ سید مدد علی کے تین لڑکے مینڈھؒ شی و واحدؒ علی و زاہدؒ علی تھے اول دو لاولد فوت ہوئے ۔ زاہدؒ علی کے دو لڑکے نیاز حسین و اولاد علی اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں ۔

## ثمرہ دوم سید ظہورؒ علی

ظہور علی کے چار لڑکے رجبؒ علی میر کلو ۔ ہمتؒ علی ۔ نادرؒ علی اور ایک لڑکی مسماۃ ہینگا وجود میں آئی ۔ جو نجابت علی کو منسوب ہوئی ۔ رجبؒ علی کے نجفؒ علی ۔ دلاورؒ علی و ہنریرؒ علی ۔ نجف علی کے عباس حسین لاولد ۔ دلدارؒ علی کے دو لڑکیاں تھیں صدر النساء و عظمت النساء جو عباس حسین دیورہ و الطاف حسین دیورہ کو منسوب ہوئیں ۔ ہنریر علی لاولد فوت ہوئے ۔

میر کلو کے تین لڑکے حسینؒ علی ۔ گلزارؒ علی و شمشیرؒ علی اور ایک لڑکی مسماۃ نصرت تھی جو نجف علی کو منسوب ہوئی ۔ سید حسینؒ علی کے باقرؒ علی و قائمؒ علی باقر علی لاولد فوت ہوئے ۔ قائم علی کے مظہر علی ۔

گلزارؒ علی کے اکبر علی و مسماۃ قمر النساء ۔ اکبر علی کے محمد تقی و مسماۃ شاکر النساء ہوئیں ۔ قمر النساء سید قائم علی کو منسوب ہوئیں ۔

شمشیرؒ علی لاولد فوت ہوئے ۔

ہمتؒ علی کے تین لڑکے منورؒ علی ۔ ذوالفقارؒ علی و امام بخشؒ اور چار لڑکیاں مسماۃ للیماؒ و حلیماؒ و حبیبنؒ و لطیفاؒ ۔ جو سید ہنریر علی و کرم حسین دیورہ و سید عبد الحسین مرحیا و محب علی دھونرہرہ کو منعقد ہوئیں ۔ منور علی و ذوالفقار علی لاولد فوت ہوئے

امام بخش کے ایک لڑکا غالب علی اور ایک لڑکی مسماۃ نخامل وجود میں آئی جو اصغر علی دیورہ کو منسوب ہوئی ۔ سید غالب علی کے الطاف حسین و مسماۃ مختار النسار وجود میں آئیں ۔

نادر علی کے محض تین لڑکیاں تھیں ۔ مسماۃ صغیر النسار ۔ امیرن و زینب جو سید دلدار علی و امام بخش دیورہ کو منعقد ہوئیں ۔ مسماۃ زینب ناکتخدا فوت ہوئی

**ثمرہ سیوم میر علی** کے تین لڑکے بہادر علی ۔ نجابت علی و امام علی ۔ سید بہادر علی کے ایک لڑکا سید مہابت علی اور ایک لڑکی مسماۃ ذاکرہ تھی جو حیدر علی کو منسوب ہوئی ۔ سید مہابت علی کے تین لڑکے کرامت علی ۔ رحمت علی و اصغر علی اور ایک لڑکی مسماۃ غفوراً تھی ۔ جو گلزار علی کو منعقد ہوئی سید کرامت علی کے احمد علی ان کے دو بیٹے نوشاد علی و شمشاد علی ۔

رحمت علی کے قاسم علی و مسماۃ بالو جو عالم پور میں منعقد ہوئیں ۔ سید قاسم علی کے ایک لڑکا ہدایت علی اور تین لڑکیاں مسماۃ مومنہ، علی النسار اور ولی النسار وجود میں آئیں ۔

اصغر علی لاولد فوت ہوئے ۔

سید نجابت علی پسر دویمی سید میر علی کے ایک لڑکا حسین علی اور ایک لڑکی مسماۃ مصری تھی ۔ جو حسین علی پسر کلو دیورہ کو منسوب ہوئی حسین علی کے منصور حسین ان کے تین بیٹے منظور حسین ۔ ماجد حسین و واجد حسین اور دو لڑکیاں

---

لہ ۔ منظور حسین کی شادی مسماۃ سعیدل دختر عاشق علی ساکن عالم پور کے ساتھ ہوئی ۔ جن کے بطن سے چار لڑکے فدا حسین ۔ نذیر حسین ۔ شبیر حسین ۔ شبر حسین اور دو لڑکیاں اللہ رکھی و وسیما وجود میں آئیں ۔ ان میں سے پسر سیوم شبیر حسین نے ۲۲ رمئی ۱۹۴۲ء یوم جمعہ کو ردولی میں ننھے میاں کے پاس ملازمت کرلی اور اس وقت تک وہیں پر ملازم ہیں ۔ قبل ملازمت ان کی پہلی شادی ہو چکی

مسماۃ محمودا و معصوما وجود میں آئیں۔ سید امام علی پسر سیوم سید میر علی کے دو لڑکیاں مسماۃ جادی و دامن ہوئیں جو سید کلو و سید مہابت علی کو منسوب ہوئیں۔

## عقب سیوم سید علائی

سید علائی کے محض ایک لڑکی تھی جو سنگورہ طیب میں منسوب ہوئی۔

---

رام نگر ضلع بارہ بنکی میں ہوئی مگر چند دنوں کے بعد اس کو چھوڑ دیا۔ بعد ملازمت ردولی کے دوسری شادی دختر ماجد حسین ساکن دیورہ جو اُن کے حقیقی چچا بھی تھے اور مستقلاً لکھنؤ میں رہتے تھے (جن کی شادی لکھنؤ میں ہوئی تھی) کے ساتھ ہوئی۔ دیہات اور شہر کے طرز زندگی میں چونکہ زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری زوجہ کو بھی طلاق دینا پڑا۔ اس کے بعد تیسری شادی افتخار حسین ساکن عالم پور کی دختر مسماۃ معتدل کے ساتھ ہوئی۔ جن کے بطن سے چھ لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو لڑکیاں فوت ہوگئیں۔ چار موجود ہیں جنکے اسماء جلیس شاہین۔ ناہید اور پروین ہیں۔

شبیر حسین ردولی میں میر صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ دوبار زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہوئے ۱۹۵۹ء میں فریضۂ حج بھی بجالائے۔ مذہبیات سے بیحد دلچسپی والنس ہے۔ ۵ محرم کو بڑی شان سے اپنا علم اٹھاتے ہیں۔ دوسرے تیسرے سال ایک بہت بڑی مجلس کرتے ہیں جس میں کوئی بلند پایہ ذاکر بیان کرتا ہے کبھی کبھی مرثیہ خوانی کی مجلس کر دیتے ہیں۔ جو ذاکرین عموماً حسینیۂ ارشادیہ ردولی میں پڑھا کرتے ہیں انھیں میں سے کسی کا انتخاب کر کے اس سے بڑی منت و عاجزی سے وعدہ لیکر اپنے امام باڑہ موضع دیورہ میں پڑھواتے ہیں۔ حضرات ذاکرین بھی ان کی خدمات و جذبات کے پیش نظر نہایت دل لگا کر پڑھتے ہیں۔ میر صاحب خود اپنی سید واڑہ کے پاس جاکر پھر گشت کا وعدہ لیتے ہیں۔ مجلسوں میں کھانی مجمع ہوتا ہے۔ تبرک میں خاص اہتمام ہوتا ہے

# فہرست

## فصل دوم:



## فصل سیوم:



## فصل چہارم:

کاتب شفیع اللہ خاں "عزمی رقم" تونڈوی